یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

حُسَینٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَین
(حدیثِ رسول)

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

الخصائص الحسینیۃ

(امام حسین علیہ السلام کی مخصوص خصوصیات)

جلد دوم

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر شوستری رحمتہ اللہ علیہ

ناشر: مکتب اہل البیتؑ سی۔۱۲، رضویہ سوسائٹی

الخصائصُ الحُسینیہؑ

(جلد دوّم)

تصنیف:

آیۃ اللہ حاج شیخ جعفر شوستری

مترجم

سیّد محمد حسن رضوی

ناشر

مکتب اہل البیتؑ

C-12 رضویہ سوسائٹی۔کراچی

کتاب : الخصائص الحُسینیہ

تصنیف : آیۃ اللہ حاج شیخ جعفر شوستری

مترجم : سیّد محمد حسن رضوی

نظرثانی : مولانا سیّد محمد علی حسینی

کمپوزنگ : محمد یاسین جواہری

سرورق : رضا گرافکس

تاریخ طباعت : اوّل محرم الحرام ۱۴۲۸

قیمت : [illegible] روپے

ناشر : مکتب اہل البیتؑ رضویہ سوسائٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف!

مولانا سید محمد علی الحسینی (دام ظلہ) کی اقتداء میں سن ۹۷ء کی دہائی میں قائم کیا جانے والا ادارہ آج ایک مستحکم مدرسہ کی صورت میں بنام مکتب اہل البیت علیہم السلام رضویہ سوسائٹی میں گزشتہ دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے دینی تبلیغی ادارے کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اس ادارے کے تحت بچوں کی دینی تعلیم و تربیت نماز کی عملی مشق دینی امتحانات کا انعقاد نوجوانوں کو تعلیمات محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرانے کے لیے کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام اور جید علماء کرام کے ہفتہ وار درسِ اخلاق و مسائل فقہ جو ہر جمعہ کو بعد نماز مغربین پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے اور علاقے کے مومنین کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جس میں علماء کرام مختلف الٰہی و دینی عنوانات پر خطاب فرماتے ہیں اور مسائلِ فقہ بھی بیان ہوتے ہیں جس کے ذریعے مومنین کی روحانی و دینی تسکین ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ایام ولادت وشہادت پر محافل ومجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کے اخراجات پورا کرنے اور ادارہ کو خودکفیل بنانے کے لیے مختلف دینی و اخلاقی عنوان کی کتب فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کر رہا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کی کڑی ہے اس سے قبل ادارہ آیت اللہ دستغیب شہید کی معرکۃ الآراء کتاب گناہانِ کبیرہ (۲ جلدوں میں ایمان اوّل دوم، مجالس دستغیب، دُعا، قرآنی معارف) کے تراجم بھی شائع کیئے گئے ہیں۔ جس کو مومنین نے بے حد سراہا اور اس کے کئی مرتبہ ایڈیشن شائع ہوئے مگر ہمیشہ نایاب رہی ہے۔ اس کے علاوہ مومنین کرام کا تعاون رہا تو ادارہ پُر امید ہے کہ مزید دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

دعا گو ہیں کہ خداوند متعال کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو اور ائمہ طاہرین علیہم السلام خوشنود ہوں......والسلام

مکتب اہل البیت علیہم السلام
سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

مقدمہ

کتاب الخصائص الحسینیہ علیہ السلام تحریر کرنے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب جسم میں بڑھاپے کے آثار دیکھے تو آخرت میں بے سروسامانی کا خطرہ محسوس ہوا کہ زندگی میں کچھ ایسا کام جو آخرت میں نجات کا ذریعہ ہو کیا نہیں لہذا حضرت امام زمانہ (عج) کے ظہور سے قبل خود کو اس قابل بنانے کیلئے کہ اُن کے منتظرین میں شمار ہوں اپنے ایمان واعمال پر نظر کی تو مایوسی دیکھائی دی خود کو مخاطب کر کے کہا کہ بخشش کا سامان کرو میں نے اپنی کیفیت ایمان کو جانچا تو سوائے اس کے کہ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہوں اور حضرت علیؑ کے شیعوں میں شمار ہوں کوئی قابل قدر خوبی مجھ میں نہیں پائی جاتی پھر فکر یہ لاحق ہوئی کہ اُمتی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشیعہ علی علیہ السلام ہونے کے لیے ان حضرات عالی جناب کی متابعت ضروری ہے۔

میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے اب تک کس چیز میں ان حضرات علیہ کی پیروی کی ہے کیونکہ خود علی علیہ السلام کا شیعہ کہلوانے کیلئے لازم ہے کہ کسی عمل یا صفت میں ان کی اطاعت کی گئی ہو اہلبیت اطہار علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرنے کیلئے لازم ہے کہ مجھ میں کوئی اس کی نشانی تو موجود ہو یہ سوچ کر میں مضطرب و بے چین ہو گیا۔

جب میں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے توسل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان حضرات سے توسل میں ثواب کا پہلو موجود ہے ان کی ذوات مقدسہ سرچشمہ فیض ہیں اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کا وسیلہ مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے اور یہ وسیلہ جنت کے جوانوں کے سردار اور نو اماموں کے جد بزرگوار سید مظلوم حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کا وسیلہ ہے کیونکہ آپ کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"بے شک حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ و نجات کی کشتی ہے۔"

اب میں متوجہ ہوا کہ بخشش کا سامان ہو سکے گا کیونکہ ذات حسین علیہ السلام نجات کا ذریعہ قرار دیئے گئے ہیں آپ ایسی کشتی ہیں جو نفس کی رکاوٹوں کو تیز رفتاری سے کاٹتی ہے اس کا ساحل پر پہنچنا زیادہ آسان ہے یہ جان کر میں نے اپنے نفس کو پکارا کہ آ و حسینی علیہ السلام دروازہ کا قصد کرو اور یوں میں نے باب حسین علیہ السلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا کیونکہ میں نے اپنے نفس کو محبت حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ کرلیا میرے دل میں آتش شوق اور روشن ہوگئی اب میری مایوسی اُمید میں بدل گئی اور جب حضرت کی حدیث خود اپنے بارے میں پڑھی کہ

"اَنَا قَتِیلُ العبرتِ مَا ذُکِرتُ عِندَ مُؤمِنٍ اِلّا بکیٰ وَ اغتَمَّ لِمُصَابِی."

"میں آنکھوں کے آنسوؤں کا مقتول ہوں جب مومن کے سامنے میرا ذکر کیا جائے گا تو وہ گریہ کرے گا میری مصیبت پر غمگین ہوگا۔"

ہر سال ماہ محرم میں میری کیفیت گریہ و بکا والی یہ اطمینان دلاتی ہے کہ آئمہ طاہرینؑ سے محبت و عقیدت موجود ہے کیونکہ معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں "ہمارے شیعہ ہمارے بہترین طینت سے خلق کیئے گئے ان کا خمیر ہماری ولایت کے نور سے گوندھا گیا ہے وہ ہمارے مصائب پر مغموم ہو جاتے ہیں۔"

ایسی بے شمار روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جب بھی محرم کا چاند دکھائی دیتا ہے ہمارے ہر امام علیہ السلام پر حزن و ملال طاری ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کیفیت یہ تھی کہ ایام عاشورہ میں کبھی کسی نے آپ کو تبسم میں نہ دیکھا۔ آپ ان دنوں مسلسل غمگین رہتے جب مجلس عزا میں تشریف لاتے خواتین کو پردے کے پیچھے بٹھاتے اگر کوئی شاعر ہوتا تو اُس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر اشعار پڑھنے کا کہتے۔ جیسا کہ دعبل خزاعی کو حکم دیا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو خود حضرت امام مظلوم علیہ السلام کے مصائب بیان فرماتے۔

ریان بن شبیب روایت کرتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے فرمایا۔ "اے فرزند شبیب اگر تمہیں کسی پر رونا آئے تو حسین پر گریہ کر لینا کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان کے اہلبیت علیہم السلام میں سے اٹھارہ نفر قتل کر دیئے گئے۔"

ذکر حسین علیہ السلام مظلوم پر غمزدہ ہونا ایام عاشورہ محرم میں دل کا ملول ہونا آگے بڑھیں جب کربلا میں وارد ہوتے ہیں تو رنج والم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام حسین کی محبت دل میں پائی جاتی ہے البتہ ایمان کے درجات جتنے بلند ہوں گے غم کی شدت بھی زیادہ ہوگی۔

حضرت آئمہ علیہم السلام جب وارد کربلا ہوتے تو اُن پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی اور جب خاک کربلا کو سونگھتے ہیں تو آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اب اِن کیفیات کا دل میں گزر ہونے سے اطمینان قلب حاصل ہوا اور خدمتِ بزرگوار میں کتاب لکھنے کی جستجو شروع کی۔

حضرت امام مظلوم علیہ السلام کی منفرد خصوصیت نے مجھے متوجہ کیا کہ آپ علیہ السلام کی محبت اعمال کی قبولیت پر دلیل ہیں۔ کیونکہ آپ کی محبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی بنا پر تھی ہے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کی علامت ہے۔

اکثر انبیاء کرام گریہ فرماتے جب کربلا سے گزر ہوتا یا امام حسین علیہ السلام کا ذکر سامنے آتا تھا۔

اس منفرد خصوصیت سے متاثر ہو کر قلم اُٹھایا اور کتاب الخصائص الحسینیہ علیہ السلام لکھنا شروع کی جسے پڑھ کر یقیناً محبان آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان تازہ ہو جائے گا اُمید کرتا ہوں کہ میری بخشش کا سامان ہو جائے گا۔

حقیر جعفر شوستری

عرضِ ناشر

قارئین کرم،

سلام علیکم!

کتاب الخصائص الحسینیہؑ جلد دوّم کا اُردو ترجمہ مومنین کے ہاتھوں میں ہے ادارہ کیلئے یہ خوشی کا موقع ہے کہ مومنین خاصہ عرصے سے منتظر تھے لیکن اصل نسخہ (عربی) اور کچھ حصے کا اُردو ترجمہ مترجم کے ملک سے باہر چلے جانے کی وجہ سے گم ہوگیا تھا مولانا محمد علی حسینی صاحب نے پیرانہ سالی کے باوجود کوشش جاری رکھی اور ترجمہ کا کام مکمل کروایا نئے سرے سے ترجمہ کرانا اور نظر ثانی کی زحمت بھی آپ نے اُٹھائی الحمدللہ تمام کام خوش اسلوبی سے انجام پایا ہے ترجمہ میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی گئی ہے لیکن صاحب نظر قارئین کی جانب سے کسی بھی قسم کی کمی و بیشی کا مشورہ اصلاح کے لیے قابل قبول ہوگا۔

ادارہ مولانا سید محمد حسن تہرانی صاحب کا بے حد مشکور ہے کہ آپ نے کتاب الخصائص الحسینیہؑ کا ترجمہ کرنے کے لیے وقت دیا۔

ادارہ مومنین سے مولانا محمد علی حسینی موسس مکتب اہل البیتؑ کیلئے دعا کا طلب ہے۔

ادارہ اپنی سے کاوش کو زمانہ کے امام حضرت ولی عصر (عج) کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اُمید رکھتا ہے کہ آپ خوشنود ہوں گے اور حضرات آلِ محمد علیہم السلام ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ (دُعا گو)

ادارہ

مکتب اہل البیت علیہم السلام

سی ۱۲ ارضویہ سوسائٹی۔ کراچی

فہرست

چنانچہ سید علی اور علامہ مجلسی کے روایت کردہ خواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ مترجم: منتخب طریحی میں سید علی حسینی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم بعض مومنین کے ساتھ مشہد مقدس میں روضۂ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کے جوار میں قیام پذیر تھے یہاں تک کہ عاشور کا دن آیا ایک دوست مقتل (مصائب) کی کتاب پڑھنے لگا جب اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول یہ روایت پڑھی کہ آپؑ نے فرمایا "جس کی آنکھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر آنسو بہائے چاہے وہ مکھی کے پر کے برابر کیوں نہ ہو، خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا چاہے وہ سمندر کی تہہ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

مجلس سے ایک شخص اٹھا اور اس روایت کا انکار کرتے ہوئے اس نے کہا: یہ عقل کی رو سے درست نہیں ہے، اس پر اچھی خاصی بحث ہوئی اس کے بعد ہم چلے گئے اس شخص نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوئی ہے اور اس کو سخت پیاس لگ رہی ہے اس نے ہر طرف دیکھا، اسے ایک بہت بڑا حوض نظر آیا جو پانی سے بھرا ہوا ہے اور اس کا پانی برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے حوض کے نزدیک دو مرد اور ایک خاتون کالے لباس پہنے ہوئے غمگین حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، اور فاطمہ علیہا السلام ہیں، وہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس جا کر پانی مانگنے لگا، بی بی فاطمہ علیہا السلام نے اس کی طرف غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا: تم (حسین علیہ السلام پر) گریہ کی فضیلت کے منکر ہو۔ اس پر وہ بیدار ہوا اور اپنی بات پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے استغفار کیا۔ (۱)

(۱) بحار ۴۴/۲۹۳، منتخب طریحی ۱/۸۳

یہ انکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو گھٹانے اور آپؑ کے اجر میں کمی کے مترادف ہے اس لیے کہ یہ ساری باتیں آپؑ کا اجر ہیں۔

مثال کے طور پر جب کبھی تمہارا دل بھر آئے اس تصور میں کہ آپؑ کو آوارہ وطن کیا گیا تھا اور اسی حالت میں تمہارے آنسو نکل آئیں اس صورت میں جو اجر تمہیں ملے گا وہ در حقیقت اس آنسو کا صلہ نہیں کہ جتنا ہو سکے بہائے جاؤ بلکہ وہ آپؑ کی غریب الوطنی کی کیفیت کا صلہ ہے جو امام حسینؑ سے ہی مخصوص ہے اس لئے کہ آپؑ کو دنیا میں کہیں بھی جانے سے روکا گیا۔ یہاں تک کہ آپؑ کے تن سے جدا کئے ہوئے سر مبارک اور پڑی ہوئی لاش کو رکھنے کی جگہ بھی نہیں دی گئی۔

اس طرح اگر تم آنحضرتؑ کی پیاس کو یاد کر کے آنسو بہاؤ گے تو وہ ان آنسوؤں کا صلہ نہیں اور نہ ہی آپؑ کی پیاس کا اجر ہے بلکہ آپؑ کا دل جلنے اور آپؑ کی زبان کے مجروح ہونے اور لبوں کے خشک ہونے کا اجر ہے اور اس بات کا صلہ ہے کہ آپؑ کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہوئے جس سے آپؑ کی آنکھیں دھندلانے لگیں نیز انہوں نے زبان کی چوٹ لگاتے ہوئے کہا تھا : ہم آپؑ کو پانی نہیں پلائیں گے اس وقت تک کہ آپؑ حمیم ___ کا پانی نہیں گے، یہ اس زخم کا صلہ ہے۔

اسی طرح کی کیفیت اس روایت میں کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اگر آنسو کا وہ قطرہ جہنم میں گر جائے تو جہنم کی آگ بجھ جائے گی اس صورت میں یہ اس کے جلنے کا صلہ ہے نہ تمہارے آنسو کے ایک قطرے کا۔

اسی طرح اگر تمہارا دل آنحضرتؑ کے جسم پر لگنے والے زخموں سے متاثر ہو جائے اور تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں تو وہ ان زخموں کو برداشت کرنے کا اجر ہے۔ وہ زخم جو آپؑ کے بدن مطہر پر ایک کے اوپر دوسرا آ لگا تھا اس لئے کہ جس جسم کی لمبائی سات بالشت ہے اس کے سینے پر چار ہزار تیر لگے تھے نیز ستر سے زیادہ تلواروں کے اور ستر سے زیادہ نیزوں کے زخم لگے تھے، اس حالت سے خارج نہیں کہ ایک پر دوسری چوٹ لگی تھی،

لہٰذا اس پر اشک کے بجائے خون کے آنسو بہانے چاہئیں نیز جب آپؑ کے قتل پر صبر کی حالت کو یاد کر کے روؤ گے تو رونے کا صلہ صرف آپؑ کے قتل ہونے یا گوسفند کی طرح ذبح ہونے کا نہیں بلکہ کند دار سے ذبح کئے گئے (۱) جس طرح بھیڑ کی گردن چھری سے کاٹ لی جاتی ہے۔ "وَالھفاہُ علیک یا مظلوم" کس حد تک آپؑ کی مصیبت زمین و آسمانوں کے مکینوں پر بھاری ہے۔

(۱) مقتل الحسین خوارزمی ج ۲، ص: ۱۲۷۔ منتخب طریحی ص: ۱۳۰

ساتواں عنوان

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی خصوصیات جو بہت بڑے حسینی فضائل میں سے ہے ان خصوصیات کو ہم بارہ ابواب میں بیان کریں گے۔

پہلا باب : حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی خصوصیات

اس باب کے گیارہ پہلو ہیں :

پہلا : دیگر اعمال کی نسبت زیارت کی ہمہ گیری یا جامعیت ہے

خدائے علیم و حکیم نے حکمت و مصلحت کے تحت (اپنے بندوں کو) بعض واجبات و مستحب اعمال انجام دینے کا حکم دیا ہے، جن میں سے ہر ایک عمل قرب الٰہی حاصل کرنے میں خاص اہمیت ہے۔ جسم کے لئے مفید غذا اس کے ذائقے اور خصوصیات کی طرح اور ان میں سے ہر ایک عمل کا نتیجہ دوسرے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی فاضل نے کہا ہے: انسان کو ایک بہترین مستحب عمل پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ دوسرے اعمال کے فضائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں۔

لیکن زیارت ایسا عمل ہے جس میں تمام عبادتوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، چاہے وہ واجب عبادات ہوں یا مستحب اور قول سے متعلق عبادات ہوں یا عمل سے تعلق رکھنے والی عبادات اور چاہے جسمانی عبادات ہوں یا قلبی حیثیت رکھنے والی عبادات۔

---

(۱) بحار ۹۸/۸۳۔ کامل الزیارات باب ۸۳/ص ۱۵۲ (۲) بحار ۹۸/۱۸ کامل الزیارات باب ۵۶/۱۴۲،۱۴۳

(۳) بحار ۹۸/۲۹۔۴۵ کامل الزیارات باب ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶/ص ۱۵۴۔۱۶۳

(۴) بحار ۹۸/۸۷ کامل الزیارات باب ۷۰/ص ۱۷۲

اگرچہ بعض مصلحتوں کے تحت ان کا ذکر یہاں نہیں کیا جا سکتا زیارت واجبات کے ترک کرنے کا باعث نہیں بنتی۔

جہاں تک نماز کا تعلق ہے یہ تمام اعمال سے بہتر اور دین کا ستون ہے، اور یہ زیارت کے ذریعے دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔

اول آپؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھنا، جس کے بے شمار ثواب ملتا ہے(۱) دوئم یہ ستر ہزار فرشتے حضرتؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں جن میں سے ہر ایک کی نماز ہزار ہزار انسانوں کی نماز کے برابر ہے، چنانچہ روایات میں نقل کیا گیا ہے اور ان تمام نمازوں کا ثواب زوّار کو ملتا ہے۔(۲) رہی زکوٰۃ کی بات تو روایت میں ہے کہ زیارت میں ایک ہزار مقبول زکوٰۃ کا ثواب ہے جہاں تک حج کے ثواب کا تعلق ہے تو جو اعمال میں بہترین عمل اور حتیٰ کہ نماز سے بھی بہتر ہے اس لئے کہ اس کے اعمال میں نماز بھی شامل ہے، روایت کی گئی ہے کہ زیارت امام حسین علیہ السلام عمرہ کے ساتھ ایک حج یا دو حج یا دس، بیس، بائیس، اسی، سو، حتیٰ کہ ایک لاکھ حج کے برابر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائر کے ہر قدم کا ثواب ایک حج کے برابر اور اس کو اٹھانے کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے۔(۴)

اور بشیر دہان سے منقول روایت میں زیارت عرفہ کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ جب انسان فرات کے پانی سے غسل کر کے آپؑ کے مرقد منور کی طرف روانہ ہوتا ہے اس حالت میں کہ آپؑ کے حق کی معرفت ہو، ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا ہے سو مقبول حج اور سو مقبول عمروں کا ثواب ملتا ہے۔(۵)

اور بعض روایات کے مطابق آپؑ کی زیارت کا ثواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک حج، بلکہ دو، دس، تیس، پچاس یا سو حج کے برابر ہے بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا ثواب ملتا ہے، چنانچہ سابقہ روایت میں حضرت عائشہ سے کی

(۱) بحار ۹۸/۵۶، کامل الزیارات، باب ۲۷، ص ۸۶

جانے والی روایت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ زائر کو پیغمبر اکرمؐ کے نوے حج اور نوے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

اور ان روایات کے اختلاف کا تعلق زائرین حضرت امام حسینؑ کے مقام و مرتبے سے ہے، جو ان کے ایمانی طاقت اور خدا و پیغمبر ﷺ اور ائمہ اطہارؑ خصوصاً حضرت سید الشہداءؑ کی نسبت ان کی معرفت اور آپؑ کی فضیلت و خصوصیات پر یقین کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں خاص طور پر اس فضیلت پر یقین رکھنے سے متعلق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا ہے: وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ (میں حسین سے ہوں) اس ضمن کہا گیا ہے کہ آپؑ کی زیارت پیغمبر اکرم ﷺ کے حج کے برابر ہے اور شاید اس وجہ سے ہو کہ زائر حضرت امام حسینؑ کی مودّت اور رسول اکرمؐ سے عقیدت کے جذبے میں زیارت کرنے جاتا ہے تو در حقیقت اس نے حقیقی بیت اللہ الحرام کی زیارت کی زیارت اس حالت میں کی ہے کہ اس کا دل حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک کی طرح محبت سے پر تھا، لہٰذا جب زائر آپؑ کے مرقد منور پر حاضری دیتا ہے یا دور سے اپنے دل کو حضرتؑ کی طرف متوجہ کرتا اور آپؑ پر پہنچنے والے مصائب کو یاد کر کے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ آپؑ کی زیارت کرتا ہے تو گویا اس نے حضرت امام حسینؑ کی طرف حضور اکرمؐ کے دل کی نگاہ سے دیکھا ہے حضور اکرم ﷺ کا دل اس وقت اداس ہوتا تھا جب آپؑ حالت میں سجدہ میں ہوتے اور حضرت امام حسینؑ آپ کی پشت مبارک پر سوار ہوتے تھے، حضور اکرم ﷺ آپؑ کو اتارتے نہیں تھے بلکہ اس وقت تک صبر کرتے تھے جب تک کہ امام حسینؑ خود نہیں اتر جاتے، لہٰذا آپؑ کی زیارت کے وقت اگر زائر یہ تصور کرے کہ آپؑ صالح بن وہب مزنی کے نیزے کے وار سے زمین پر گرے تھے۔(۱)

اور حضور اکرم ﷺ کو حضرت امام حسینؑ پر سلام بھیجنے کے ذریعے دلاسہ دے تو گویا خود حضور اکرمؐ نے آپؑ کی طرف توجہ کی ہے اور کیونکہ حضور اکرمؐ بیت اللہ الحرام سے افضل ہیں، اس راز کے مطابق جس کا ہمیں علم نہیں، حضور اکرمؐ کے نوے حج کا ثواب زائر کو ملے

گا۔

صدقے کا ثواب آپؑ کی زیارت بمطابق روایت صحیح ایک ہزار مقبول صدقوں کا ثواب رکھتی ہے۔(۲) اور روزوں کے تعلق سے حدیث صحیح کے مطابق آپؑ کی زیارت کا ثواب ایک ہزار روزوں کے برابر ہے۔(۳) زیارت سے خدا کی راہ میں مدد کرنے کا ثواب اس طرح سے ہے کہ زائر اس شخص کی مانند ہے جو خدا کی راہ میں ہزار افراد کو زین ولگام لگے ہوئے گھوڑوں پر سوار کرکے بھیجے۔ جہاد کے نقطۂ نگاہ سے زیارت امام حسینؑ کا ثواب (۴) شہدائے بدر کے ہزار شہیدوں کے برابر ہے۔(۵)

بلکہ زائر خود قیامت کے دن شہید محشور ہوگا۔(۶) اسی طرح امامؑ کی زیارت راہ خدا میں ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔(۷) نیز روایات کی رو سے پیدل چلنے والے زائر کو ایک قدم اٹھانے یا رکھنے کے عوض اولاد اسماعیلؑ میں سے کسی کو آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔(۸)

ذکر درود اور تسبیح وتہلیل کے تعلق سے زائر کا ثواب اتنا ہے کہ خداوند عالم زائرین حضرت امام حسینؑ کے پسینے سے ستر ہزار سے فرشتے خلق فرماتا ہے جو خدا کی تقدیس و تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔(۹) اسی میں خدا کی یاد کرنے والے مقرب فرشتوں کا ثواب بھی شامل ہے۔ صلۂ رحمی اور مومنین کے ساتھ احسان و نیکی کے لحاظ سے بھی زیارت حضرت امام حسینؑ میں ثواب ہے، چنانچہ زیارت میں رسول خداؐ کے ساتھ ربط و صلہ ہے۔ کیونکہ آپؐ جد ہیں، اور زیارت آپؑ کے علاوہ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ وامام حسینؑ سے حق مودّت کے مترادف ہے۔(۱)

زیارت حضرت امام حسینؑ میں یتیموں اور غریبوں کو کھانا کھلانے کا ثواب بھی ہے اور زیارت آپؑ کے اہل وعیال کو پانی پلانے اور کھانا کھلانے کے برابر ہے اور اگر یہ کہہ کر آپؑ کی زیارت کی جائے کہ سلام ہو اس امامؑ پر جس کا بے گور وکفن لاشہ صحرا میں پڑا رہا تو آپؑ پر یہ بھی ایک حق مودّت ہے۔

اس میں مومن کی زیارت بھی ہے مومن کا دیدار اس پر سلام بھیجنا اور اس کی عزت کرنا بٹھا کر اس کی تعظیم و احترام کرنا یہ ثواب کے باعث ہیں اور آپؑ کی زیارت مومنین کے سردار کی زیارت ہے جو آپؑ کی مودت و تعظیم کے مترادف ہے۔

زیارت حضرت امام حسینؑ سے قرض الحسنہ کا ثواب بھی ملتا ہے' چنانچہ ایک ضرورتمند مومن کو قرض دینا خدا کو قرض دینے کے برابر ہے، اور مومنین کے امامؑ کو قرض دینے کا کتنا ثواب ہوگا جو مضطر اور آوارہ وطن تھے، جن سے لوگوں نے منہ پھیرا، یہاں تک کہ آپؑ کے جسد مطہر کو زمین پر پڑا رہنے دیا گیا اور کوئی بھی آپؑ کے نزدیک نہیں جاتا تھا، لہٰذا جب بھی انسان آپؑ کی طرف متوجہ ہو کر زیارت کرے گا تو وہ خدا کو دیا جانے والا بڑا قرض ہوگا اور معلوم نہیں خدا اس کا صلہ کتنا گنا زیادہ دے اور اس خداوند کریم کا اجر عظیم کتنا ہوگا جس نے وعدہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو اجر دے گا جنہوں نے خدا کو قرض دیا ہے۔

زیارت سے بیمار کی عیادت کا ثواب بھی ملتا ہے، جو ایسا عمل ہے کہ اگر کوئی اس کو ترک کرے تو خداوند عالم محشر کے دن اس کی سرزنش کرے گا اور کہے گا کہ اے میرے بندے کیوں تو نے میری عیادت نہیں کی جب میں بیمار پڑ گیا تھا۔(۲)

پس اگر ہم ذرا غور و فکر کریں گے تو معلوم ہوگا کہ زیارت حضرت امام حسینؑ، عیادت ہے لیکن نہ ایسے بیمار کی عیادت جو بخار یا سر درد میں مبتلا ہے بلکہ اس امامؑ کی زیارت ہے جو زخمی اور پیاسے تھے، بے کسی کی حالت میں تڑپتے رہے یا یوں کہیے کہ آپؑ کے اعضاء و جوارح کٹے ہوئے تھے بلکہ اعضاء پارہ پارہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ کسی نے حضرت زہراؑ کو خواب میں دیکھا جو آپؑ کے مرقد منور پر اس طرح آہ و فغاں کر رہی تھیں۔

اے میری آنکھوں آنسو بہاؤ کربلا کے اس مقتول پر جس کے سینے کو توڑ دیا گیا اور اے آنسوؤ جاری ہو جاؤ اور خشک نہ ہونا۔(۲) لہٰذا جب آپؑ کی زیارت کے مقصد سے جاؤ تو اس کا اثر روضۂ اقدس میں داخل ہونے کے بعد آپؑ کی ضریح اقدس پر نظر ڈالنے سے

محسوس ہوتا ہے آپؑ کی زیارت کی نیت کرو تا کہ بیمار کی تیمارداری اور عیادت کا ثواب بھی حاصل کرسکو زیارت امام حسینؑ سے مومن کی تجہیز وتکفین کا ثواب بھی ملتا ہے مومن آوارہ وطن مومن کے کفن دفن کے انتظام کی خاص طور پر بڑی فضیلت ہے، اسی لئے آپؑ کی زیارت، آپؑ کے جنازے کے تشیع اور بے غسل وکفن جسد کے غسل اور جب آپؑ کی ضریح اقدس کے نزدیک جا کر زیارت کرو گے تو گویا تم نے اپنے دل میں آپؑ کو دفن کرلیا ہے۔

مومنین کے دل کو خوشی ومسرت سے بھر دینا بہترین اعمال میں شمار ہوتا ہے جو قیامت کے خوف اور ڈر سے نجات کا سبب ہے۔ (۳)

اور زیارت کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ اگر زائر کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس کی زیارت سے حضرت پیغمبر اکرم ﷺ، امیر المومنین حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام، ائمہ اطہارؑ اور شہدائے اہل بیتؑ کتنے خوش ہو کر اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور دنیا وآخرت میں اس کے لئے کتنے ثواب مقرر ہوتے ہیں تو وہ یقیناً ترجیح دیتا کہ روضۂ اقدس کو اپنا گھر بنا لے اور کبھی اپنے گھر نہ لوٹے۔ (۱)

دوسرا پہلو: زائرین کو حالات کے مطابق حاصل ہونے والی فضیلتیں۔

زائر ہر حالت میں ایک فضیلت حاصل کرتا ہے جو دیگر فضائل سے بہتر ہوتی ہے۔

اور یہ ۱۶ فضیلتیں ہیں جو اخبار واحادیث سے جمع کی گئی ہیں:

پہلی فضیلت: زیارت کے لئے جانے کی نیت کی فضیلت: حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ خداوند عالم نے مرقد مطہر حضرت امام حسینؑ پر بعض فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے، جب انسان زیارت کے لئے جاتا ہے تو خدا اس کے گناہوں کو ان فرشتوں کے حوالے کرتا ہے اور جب وہ ایک قدم اٹھاتا ہے تو وہ ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور زائر جب دوسرا قدم اٹھاتا ہے تو فرشتے ان کی نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں جس طرح وہ قدم اٹھاتا جاتا ہے، ہر قدم کے اٹھانے پر نیکیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس

کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

اور جب زائر زیارت کی نیت کرنے کے بعد غسل زیارت کرتا ہے تو حضور اکرمؐ اس کو آواز دیتے ہیں: اے خدا کے مہمان تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ تو بہشت میں میرا ساتھی ہوگا اور حضرت علی علیہ السلام اس کو خوشخبری دیتے ہیں: میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تیری حاجات روا ہو جائیں اور دونوں حضرات زائر کے دائیں بائیں ہوں گے جب تک وہ زیارت سے فارغ نہ ہو جائے۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے الفاظ ہیں۔(۲)

دوسری فضیلت : زیارت کا سامان فراہم کرنے کی حالت جو آسمان کے مکینوں کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔(۳)

تیسری فضیلت : اگر کوئی زیارت کا سامان فراہم کرتے وقت انفاق کرے تو ایک درہم کے بدلے اس کو، کوہ احد کے برابر نیکیاں ملیں گی اور اس کے بھی برابر اس کو لوٹا دیا جائے گا اور بلائیں دور ہو جائیں گی ابن سنان کی روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ: ہر درہم کے بدلے زائر کو ایک ہزار درہم ملیں گے پھر دس مرتبہ ہزار ہزار درہم ملنے کی بشارت دی اور فرمایا: اور خدا کی خوشنودی پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ کی دعائیں اس کے حق میں بہتر ہیں۔(۱)

چوتھی فضیلت : جب زائر اپنے گھر سے نکلتا ہے تو چھ سو فرشتے چھ سمتوں سے اس کو الوداع کہنے کے لئے آتے ہیں۔

پانچویں فضیلت : جب زائر چل پڑتا ہے تو اس کے ہر قدم کے حساب سے اس کے لئے (فرشتے) دعا کرتے ہیں(۲) اور ہر قدم کے بدلے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(۳) اور اگر وہ کشتی میں اور کشتی متلاطم ہو جائے تو ندا آتی ہے کتنے خوش نصیب ہو تم بہشت تم کو مبارک ہو۔(۴) اور اگر زائر سواری پر ہو تو سواری کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(۵)

چھٹی فضیلت : جب زائر پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو وہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔(۶)

ساتویں فضیلت : اگر سفر کے دوران گرمی یا چلنے کی وجہ سے زائر کو پسینہ آئے تو بحار کبیر میں نقل کی ہوئی روایت کے مطابق اس کے پسینے کے ہر قطرے سے ستر ہزار فرشتے تخلیق پاتے ہیں جو آپؑ کے زائرین کے لئے روز قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔

آٹھویں فضیلت : جب زائرین فرات کے پانی میں غسل زیارت کرتے ہیں تو ان کے گناہ دھل جاتے ہیں اور حضور اکرمؐ ان کو ندا دیتے ہیں : مبارک ہو تم کو کہ بہشت میں میرے ساتھ ہو گے، اور امیر المومنینؑ فرماتے ہیں : میں تمہاری حاجات روا ہونے اور دنیا و آخرت میں تم سے بلائیں دور ہونے کی ضمانت دیتا ہوں، چنانچہ آگے روایت کی گئی ہے۔

نویں فضیلت : جب زائر غسل کرنے کے بعد روضۂ اقدس کی طرف بڑھتا ہے تو خدا اس کے ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا یا رکھتا ہے، سو مقبول حج، سو مقبول عمروں اور کسی نبی مرسل کے ہمرکاب ہو کر خدا کے سخت ترین دشمنوں سے جہاد کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

دسویں فضیلت : جب زائر کربلائے معلّی کے نزدیک پہنچتا ہے تو ملائکہ کے مختلف جتھے اس کے استقبال کے لئے آتے ہیں ان میں وہ چار ہزار فرشتے بھی شامل ہیں جو عاشور کے دن کربلا میں حضرت امام حسینؑ کی نصرت کے لئے آئے اور ان کو حکم ملا تھا کہ سرزمین کربلا پر ہمیشہ کے لئے رہ جائیں ان میں ستر ہزار فرشتوں کا ایک گروہ بھی شامل ہے ملائکہ کی تعداد کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن کا ہم نے فرشتوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔(۱)

گیارہویں فضیلت : حضرت امام حسینؑ زائر کی طرف دیکھتے ہیں پھر اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اپنے والد گرامی اور نانا رسول خداؐ سے عرض کرتے ہیں کہ اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں (۲)، اس کے بعد فرشتے اور پھر تمام انبیاء مرسلینؑ اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے تمام عبادات کا ثواب لکھا جائے گا، جس کا ہم نے آگے

ذکر کیا ہے، ملائکہ زائر کے ساتھ مصافحہ کریں گے اور اس کے چہرے پر نور عرش کی ایک مہر لگائیں گے جس پر لکھا ہوگا، یہ قبر حسینؑ کا زائر ہے جو خاتم النبیینؐ کے فرزند اور سید الشہداء ہیں (۳)۔

بارہویں فضیلت : جب زائر اپنے وطن واپس جاتا ہے تو، اس کے ساتھ ملائکہ کے کئی گروہ چل پڑتے ہیں ان میں جبریل امینؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ قابل ذکر ہیں۔ نیز روضۂ اقدس میں حاضر چار ہزار فرشتوں کے علاوہ ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل گروہ بھی شامل ہوگا۔ جن کا ہم نے آگے ذکر کیا آخر میں دو فرشتے اس کے نزدیک آکر کہیں گے :اے خدا کے دوست تمہارے گناہ پاک ہو گئے، اور تم خدا، رسول خداؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی جماعت میں شامل ہو، خدا کی قسم تم (جہنم کی آگ) کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھو گے اور آگ تمہیں نہیں جلائے گی اور منادی آواز دے گا۔ کتنے خوش نصیب ہو تم بہشت تمہیں مبارک ہو۔(۱)

تیرہویں فضیلت : زیارت حضرت امام حسینؑ سے واپسی کے ایک دو سال بعد اگر زائر انتقال کر جائے تو وہی فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوں گے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں گے (۲)۔ اور حضرت امام حسینؑ خود موت کے وقت یا قبر کی پہلی رات اس سے ملنے آئیں گے۔

پس اے لوگو جو قبر میں بے کس و تنہا ہو اور قبر کے خوف و وحشت میں مبتلا ہو اور کوئی تم سے ملنے نہیں آئے گا، بلکہ اگر کوئی آتا ہے تو تمہاری قبر کے نزدیک دو گز کے فاصلے پر مٹی اور گاڑے کے پیچھے کھڑا رہے گا تو اس حال میں اگر حضرت امام حسینؑ سے ملاقات کرو گے وہ بھی ایسی حالت میں کہ امام حسینؑ تمہارے سامنے ہوں گے اور تمہیں سلام کریں گے تو کیا تمہارے لئے قبر میں کسی قسم کی وحشت اور خوف باقی رہ جائے گا؟

اور جتنی زیادہ تم نے آپؑ کی زیارت کی ہے اور آپؑ کا عشق و ولولہ تمہارے دلوں میں اجاگر ہوا ہوا اتنے ہی بار حضرت امام حسینؑ تم سے ملنے آئیں گے اور تمہیں دلاسہ دیں

گے۔

چودھویں فضیلت : اگر کوئی زائر راستے میں مر جائے تو حضرت امام جعفر صادقؑ کی روایت کے مطابق فرشتے اس کے جنازے میں حاضر ہو جائیں گے اور وہ بہشت سے اس کے لئے کفن اور حنوط لائیں گے اس کے جنازے پر نماز پڑھیں گے اور بہشت کے ریحان اس کی قبر میں بچھائیں گے۔ اور اس کی قبر ہر طرف سے تین تین میل تک پھیل جائے گی اور اس کی قبر کی طرف بہشت کا ایک دروازہ کھل جائے گا جہاں روز قیامت تک بہشت کی خوشبو آتی رہے گی۔(۱)

پندرہویں فضیلت : اگر حضرت امام حسینؑ کے زائر کو راستے میں کسی قسم کی اذیت پہنچے، یا قید میں مبتلا ہو جائے تو حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ہر روز کی قید یا غم کے بدلے اس کو قیامت کے دن ایک خوشی میسر ہوگی راوی نے عرض کی اکہ اگر قید کے دوران زیارت کی وجہ سے اس کو مارا پیٹا جائے تو اس کا اجر کیا ہوگا، آپؑ نے فرمایا : ہر ضرب کے عوض زائر کو ایک حور ملے گی اور ہر درد کے بدلے ہزار ہزار نیکیاں ملیں گی اس کے ہزار ہزار گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کا مقام ہزار ہزار مرتبہ بڑھ جائے گا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو قیامت کے دن اس وقت تک حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہیں گے کہ جب تک لوگ حساب کتاب سے فارغ نہیں ہو جائیں گے عرش کے حاملین اس سے مصافحہ کریں گے اور اس سے مخاطب ہو کر کہیں گے : جس قسم کی حاجت ہو بتا دو پوری کی جائے گی اور اس کے مارنے والے کو حساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا اور بغیر کسی سوال و جواب کے اس کا بازو پکڑ کر ایک فرشتے کے پاس لے جائیں گے جو اس کو حمیم جہنم اور غسلین سے ایک گھونٹ پلائے گا، پھر اس کو آگ کے پہاڑوں پر بٹھائیں گے، اور اس سے کہیں گے کہ جو تم نے اپنے لئے ہاتھوں سے تیار کیا ہے اس کی سزا بھگتو، اس لئے کہ تم نے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کو مارا ہے اور اس کو تکلیف پہنچائی ہے، اس کے بعد ظلم کے مارے اس زائر کو جہنم

کے دروازے پر لاکر اس سے کہا جائے گا کہ اپنی آنکھوں سے اپنی ضارب کو اور اس پر نازل ہونے والے عذابِ خدا کو دیکھو، کیا تمہارا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا؟ اور کیا تمہارا انتقام لیا گیا تو وہ کہے گا حمد وثنا اس خدا کی جس نے اس سے میرا اور اپنے رسولؐ کے فرزند کا انتقام لیا۔(1)

سولہویں فضیلت : اس زائر کے بارے میں جو زیارت کی خاطر قتل ہو جائے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کے تمام گناہ معاف کئے جائیں گے اور فرشتے اس کی اصل طینت کو دھولیں گے یہاں تک کہ اس کی طینت سے کفار کی طینت پاک ہو جائے گی جو اس سے ملی ہوئی تھی اور وہ انبیاءؑ کی طینت کی اس طرح پاک و پاکیزہ ہو جائے گی۔

اس کے دل کو دھویا پاک و پاکیزہ کیا جائے گا اور اس کا سینہ چاک کر کے ایمان سے بھر دیا جائے گا اور وہ تمام گناہوں سے اور برے صفات سے پاک و پاکیزہ ہو کر خدا سے ملے گا۔ خدا، اس کے اہل وعیال اور اس کے ہزار (ایمانی بہن) بھائیوں کے بارے میں اس کی شفاعت کو قبول کرے گا۔

فرشتے جبرائیلؑ و ملک الموت کے ساتھ آکر اس کے جنازے پر نماز پڑھیں گے اس کے لئے کفن اور حنوط جنت سے لائیں گے اور اس کی قبر کو وسیع کریں گے اور قبر میں دیئے جلائیں گے اور قبر کی طرف بہشت کا ایک دروازہ کھولیں گے فرشتے بہشت سے اس کے لئے تحفہ لائیں گے، اور اٹھارہ دن کے بعد اس کو بارگاہ قدس کی طرف لے جائیں گے اور وہ اولیاء خدا کے ساتھ رہے گا جب تک صور نہیں پھونکا جاتا ہے، دوسری پھونک کے ساتھ وہ قبر سے نکل آئے گا اس وقت اس کے ساتھ پہلے مصافحہ کرنے والوں میں سے رسول خداؐ ہوں گے، امیر المومنینؑ اور دیگر اوصیاءؑ اس کو بشارت دیں گے اور فرمائیں گے کہ: تم ہمارے ساتھ رہو، اس کے بعد زائر کو حوض کوثر پر لے جایا جائے گا، وہ کوثر کا پانی پئے گا اور جس کو چاہے پانی پلائے گا۔(1)

تیسرا پہلو :

حضرت امام حسینؑ کی زیارت انسان کو ایک خاص انداز میں گناہوں سے پاک کردیتی ہے، جس کا ذکر تقریباً چالیس احادیث شریف میں کیا گیا ہے احادیث میں کہا گیا ہے کہ خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہوں کو بخش دے گا(۲)، اور دیگر احادیث میں منقول ہے کہ زائر اس دن کی طرح پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے جس دن وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا(۳) یا وہ ایسے لباس کی طرح ہوتا ہے جس کو دھو کر صاف کیا گیا ہو۔(۴)

اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک روایت کے مطابق یہ حالت زیارت کی ابتدا میں ہی حاصل ہو جاتی ہے اور اگلے مراحل میں زائر کی تطہیر کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مناجات الٰہی کے مرحلے تک پہنچتا ہے، خداوند عالم زائر سے فرماتا ہے : میرے بندے مجھ سے جو مانگنا چاہے مانگ لے میں عطا کروں گا، اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ نماز زیارت پڑھنے کے بعد ایک فرشتہ زائر کے پاس آ کر کہتا ہے :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے سلام کے بعد فرمایا ہے : تمہارے گذشتہ گناہ معاف ہو گئے ہیں، پس تم اپنے عمل کو جاری رکھو۔

چوتھا پہلو :

حضرت امام حسینؑ کا زائر دوسرے لوگوں کی نجات کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، چنانچہ سیف تمار سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جہنم کی سزا پانے والے سو افراد کے حق میں زائر کی شفاعت قبول ہوگی ہے(۱) اور دیگر روایات میں ہے : زائرین سے کہا جائے گا کہ جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔(۲)

پانچواں پہلو :

انسان کا ہر عمل ختم ہو جاتا ہے چاہے اس کا ثواب بہت زیادہ کیوں نہ ہو، لیکن زیارت حضرت امام حسینؑ کا عمل قیامت تک باقی رہے گا، صفوان نے حضرت امام جعفر صادقؑ

سے روایت کی ہے : جب کوئی شخص زیارت حسین علیہ السلام کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، جب وہ آپؑ کی زیارت کر لیتا ہے تو منادی کہتا ہے : تمہارے گناہ معاف ہو گئے ہیں اپنے عمل کو جاری رکھو اور جب زائر واپس جاتا ہے تو یہ فرشتے اس کو گھر تک چھوڑنے جاتے ہیں اور اس کو الوداع کہنے کے بعد بھی وفات تک اس سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں اس کے بعد وہ روزانہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاتے رہتے ہیں جس کا ثواب زائر کو ملتا ہے۔ (۳)

چھٹا پہلو :

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام ایسے امور کا بھی باعث بنتی ہے جو انسان سے سرزد ہونا ناممکن ہوتے ہیں جیسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج ادا کرنے کا ثواب جس کا ذکر بہت سی روایات میں کیا گیا ہے، ان میں سے ایک موسیٰ بن قاسم حضرمی کی روایت ہے، جنھوں نے کہا : جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور عباسی کی خلافت کے ابتدائی دور میں نجف اشرف لے گئے، مجھ سے مخاطب ہو کر آپؑ نے فرمایا: اے موسیٰ شاہراہ کے نزدیک جا کر قادسیہ کی طرف دیکھتے رہو، ایک شخص اس طرف سے آئے گا اس سے کہہ دینا کہ رسول اللہؐ کی اولاد میں سے ایک شخص تجھے بلا رہا ہے، میرے پاس لے آنا، موسیٰ کہتے ہیں : میں شدید گرمی میں شاہراہ کے نزدیک کھڑا رہا، اور اس شخص کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا، قریب تھا کہ میں آپؑ کی نافرمانی کرتے ہوئے واپس چلا جاؤں، اچانک میں نے دور سے کسی کو آتے ہوئے دیکھا، ایک شخص اونٹ پر سوار آ رہا تھا، جب وہ نزدیک پہنچا تو میں نے آپؑ کے پیغام سے اس کو آگاہ کیا اس نے اطاعت کی اور میرے ساتھ چل دیا آپؑ کے نزدیک پہنچ کر وہ اونٹ کو بٹھا کر آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا، میں خیمے میں کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنتا رہا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : تم کہاں سے

آئے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا : یمن کے دور دراز علاقے سے آ رہا ہوں، آپؑ نے فرمایا : فلاں شہر سے؟ وہ بولا: ہاں، آپؑ نے پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو؟ عرض کرنے لگا: زیارت امام حسینؑ کی غرض سے آیا ہوں۔ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے علاوہ کوئی اور قصد نہیں ہے؟ عرض کیا: ہاں میں اس لئے آیا ہوں کہ آپؑ کی زیارت کروں، آپؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھوں، آپؑ کو سلام عرض کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کی طرف واپس چلا جاؤں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اس (زیارت) میں تجھے کیا نظر آتا ہے؟ اس یمنی شخص نے عرض کیا: جان، مال اور اہل عیال و اولاد اور معیشت میں برکت اور حاجت روائی نظر آتی ہے آپؑ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی کچھ فضیلت بیان کروں؟ وہ عرض کرنے لگا: یابن رسول اللہ ارشاد کیجئے فرمایا: بے شک حضرت امام حسینؑ کی زیارت پیغمبر اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک بار حج کرنے کے برابر ہے، اس پر اس نے تعجب کا اظہار کیا، آپؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم بلکہ رسول خدا ﷺ کے ہمراہ دو حج ادا کرنے کے برابر ہے، وہ ایک بار پھر متعجب ہوا تو آپؑ اضافہ فرماتے گئے یہاں تک کہ فرمایا حضور اکرمؐ کے ہمراہ تیس حج ادا کرنے کا ثواب ہے۔(۱)

ساتواں پہلو:

زیارت حضرت امام حسینؑ سے انسان اس مقام تک پہنچ سکتا ہے جو اپنی جگہ ناممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ زائر کا حج، خود حضور اکرم ﷺ کا ادا کردہ حج بن جاتا ہے، اور یہ مفہوم زیارت میں آیا ہے، چنانچہ آگے حضرت عائشہ سے کی گئی روایت میں اس کا ذکر ہوا۔(۲)

آٹھواں پہلو :

خداوند عالم نے قسم کھائی کہ زائر کو مایوس نہ کرے، جس طرح حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں قتل ہوئے تو آپؑ

پیاسے اور مضطر و غمگین تھے، اس موقع پر خداوند عالم نے قسم کھائی کہ اگر کوئی مضطر، غمگین، گناہگار، پیاسا یا کوئی دکھی اور بیمار آپؑ کے مرقد مقدس کے پاس جا کر دعا کرے اور آپؑ کو وسیلہ قرار دے تو اس کا غم و اضطراب دور کر دے گا، اس کی حاجت پوری کر دے گا، اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اس کے رزق میں اضافہ کرے گا۔(۱)

نواں پہلو :

زیارت حضرت امام حسینؑ کی ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی زائر روضۂ اقدس میں رات کو جاگتا رہے اور دن کو رنج و تکلیف میں مبتلا رہے تو خداوند عالم اس کی طرف ایسی نظر سے دیکھے گا جس کی وجہ سے زائر کے لئے بہشت واجب ہو جائے گی۔(۲)

دسواں پہلو:

زیارت میں کچھ خاص اثرات بھی ہیں ان میں عمر اور رزق میں اضافہ شامل ہے اور زیارت عرفہ میں کہا گیا کہ زیارت عقائد حقہ میں دل کے اطمینان کا باعث بنتی ہے اور یہ تمام اثر سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ تمام اعمال کا انحصار اسی بات پر ہے ان میں یہ اثرات بھی شامل ہیں کہ زیارت تمام برائیوں کو دور اور بری موت کو دفع کرتی ہے۔(۴) زیارت امام حسینؑ کو پیغمبر اکرم ﷺ کی ضمانت میں دے دیتی ہے، پندرہ روایات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جس نے حضرت امام حسینؑ یا آپؑ کے والد گرامی، مادر گرامی اور برادر بزرگوار کی زیارت کی، حضور اکرم ﷺ اس بات کی ضمانت دیں گے کہ آپؐ قیامت کے دن اس زائر سے ملاقات کریں گے اور اس دن کی مشکلات سے اس کو نجات دلائیں گے۔(۵)

گیارہواں پہلو :

زیارت حضرت امام حسینؑ کے حیرت انگیز فضائل ہیں، ان میں سے ایک فضیلت یہ

ہے کہ آج کے دور میں آپؑ کی زیارت، ائمہ اطہارؑ کی زندگی میں ان کی زیارت کرنے سے افضل ہے، مثلاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی زیارت کے لئے جاتے اور ان سے گفتگو کا شرف بھی حاصل کرتے، تو وہ زیارت آج کے دور میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے افضل نہ ہوتی، چنانچہ ابن ابی یعفور سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا:

آپؑ کی زیارت کے شوق سے میں زحمت و مشقت برداشت کر کے آپؑ کی خدمت میں پہنچا ہوں، آپؑ نے فرمایا: خدا سے شکوہ نہ کرو، کیوں اس کی زیارت کے لئے نہیں گئے جس کا حق تم پر میرے حق سے بھی زیادہ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ: یہ بات میرے لئے اس بات سے زیادہ گراں گذری کہ آپؑ نے فرمایا تھا: خدا سے شکوہ نہ کرو، میں نے عرض کیا: وہ کون ہے جس کا حق میرے اوپر آپؑ سے زیادہ ہے، امامؑ نے فرمایا: وہ حسین بن علیؑ ہیں، اگر تم ان کی زیارت کے لئے جاتے اور دعا کرتے اور اپنی حال کی شکایت کرتے تو اچھا ہوتا۔(۱)

ان فضائل میں سے ایک حیران کن فضیلت یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خود زائرین سے ملنے جاتے تھے، حمران کہتے ہیں: میں روضۂ اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر کے گھر واپس آیا تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام محمد بن علی بن عبداللہ بن علی کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے حمران جس نے قرب خدا حاصل کرنے کے لئے شہدائے آل محمدؐ کی قبور کی زیارت کی وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جائے گا جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔(۲)

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے حیرت انگیز فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ زائرین حسین علیہ السلام کی نسبت خدا کی رحمت کے لحات کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے۔ روایت میں روزانہ رحمت خدا کے لحات کا ذکر کرنے کے بعد آیا ہے خدا اس خاص نظر رحمت کے ذریعے قبر حسین علیہ السلام کی زیات کرنے والے، اس کے گھر والوں اور روز قیامت جن کی وہ

شفاعت کرے گا چاہے وہ کوئی بھی ہوں اگرچہ مستحق جہنم کیوں نہ ہو، ان سب کے گناہوں کو معاف کرے گا زیارت حسینؑ کے حیرت انگیز فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زائرین کے بہشت میں داخلے کی کچھ خصوصیات ہیں وہ دوسرے لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(۲)

اور ہر شئے آپؑ کے زائرین سے مس ہو کر تبرک ہونا چاہتی ہے، اور وہ زائرین کی طرف دیکھتی ہے اور اس کی طرف دیکھ کر خیر وخوبی کی امید کرتی ہے اس قصد سے کہ زائر نے آپؑ کے مرقد مطہر کو دیکھا ہے۔(۴)

ان حیران کن فضائل میں یہ فضیلت بھی شامل ہے کہ متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی لوگوں کے سامنے تمام فضائل زیارت بیان نہیں ہوے ہیں، چنانچہ روایت صحیح میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں کو حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے تمام فضائل کا علم حاصل ہو جائے تو وہ فرط شوق سے مر جائیں گے۔(۵)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر لوگوں کو فضیلت زیارت حسینؑ سے اچھی طرح سے آگاہی حاصل ہو تو وہ دور دراز کے علاقوں سے آپؑ کے روضے کی طرف بچوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں سے چل کر آ جاتے۔(۶)

باب دوئم:

آنحضرت علیہ السلام کی زیارت کی خاص فضیلت

اس فضیلت کو اس کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے علیحدہ طور پر بیان کرنا چاہیے۔ اور اس کو بیان کرنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے۔

نیک اعمال کے ثواب اور ان کی خصوصیات کے بارے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب دواؤں کی خصوصیات کی طرح اور ان میں سے ہر ایک کی راہ میں موانع بھی ہیں جو اس کے فوائد واثرات کو روک دیتے ہیں، لیکن یہ اس کی افادیت کو ختم نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر انگبین کا سرکہ، قاطعِ صفرا ہے، لیکن کبھی جسم میں پائے جانے والے ایک مانع کی وجہ سے وہ صفرا کو ختم نہیں کرتا، مثلاً کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے سرکہ یہ اثر نہیں دکھا سکتا۔ یا اس سے قبل یا بعد میں کھانے والی غذا کی کوئی قسم اس کے اثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ اس کے باوجود اس کو قاطع صفرا کہتے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال کی خصوصیات ہیں، کیونکہ ہر اثر انداز ہونے والی خاصیت کے سامنے ایک ایسا مانع ہے جو کبھی اس خاصیت کو مکمل طور پر ختم کر دیتا ہے یا کبھی اس کے اثرات کو کم کر دیتا ہے۔

اس لئے حشر کے دن لوگوں کے حالات مختلف ہوں گے، چنانچہ بعض لوگ اپنے ایمان اور اعمال کی وجہ سے احتضار کی ابتدا میں ہی عذاب سے رہا ہو جائیں گے، بعض لوگ عذاب احتضار کے بعد رہائی حاصل کریں گے اور کچھ لوگوں کو برزخ میں کچھ تکلیف دی

جائے گی اس کے بعد نجات حاصل ہو جائے گی، اور کچھ لوگوں کو محشر کی ابتداء میں یا اس کے دوران یا اس کے بعد تکلیف اُٹھا کر عذاب سے رہا کیا جائے گا اور بعض افراد جہنم میں داخل ہونے کے بعد نجات پائیں گے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایمان زائل ہونے کی وجہ سے ابد تک جہنم میں رہیں گے، خدا ایسے انجام سے بچائے اور یہ بات تمام اعمال اور نیکیوں میں پائی جاتی ہے۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد یہ جان لو کہ زیارت حسینؑ میں ایک خاص فضیلت ہے جو تمام فضائل سے بلند و برتر ہے، کیونکہ کہ زائر کے اندر اگر اس کے اثرات کو زائل کرنے والا کوئی مانع موجود ہو تب بھی وہ زیارت کے تمام اثرات کو ختم نہیں کر سکتا، بلکہ کم از کم شخص کی نجات کی حد تک اس کا اثر باقی رہے گا، کیونکہ اس میں نجات و فلاح کے بے شمار طریقے اور موارد ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی ایک میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو کسی اور تاثیر رکھنے والے پہلو سے نجات کا راستہ نکل آئے گا اس طرح اگر کہیں کوئی اور رکاوٹ پیدا کرنے والا پہلو سامنے آئے تو نجات دلانے والا کوئی اور اثر ظاہر ہو سکتا ہے۔

اس کی وضاحت یوں کر سکتے ہیں کہ انسان کو نجات دلانے والے نیک اعمال میں سے ہر ایک کا اثر خداوند عالم نے برزخ یا آخرت کے کسی خاص مقام تک محدود کر رکھا ہے، لہٰذا اگر اس کے مقررہ مقام پر، ان اثرات کو زائل کرنے کا کوئی مانع آڑے آ جائے تو وہ اثر بالکل ختم ہو جائے گا اور دوسرے کسی مرحلے میں جہاں انسان کو نجات کی ضرورت ہو وہ اپنا اثر نہیں دکھا سکتا۔

لیکن زیارت حسینؑ کے اثرات ایک خاص مقام پر ختم نہیں ہوں گے، اور اگر انسان کے گناہ کسی مرحلے پر اس کی نجات کے سلسلے میں زیارت کے اثرات کی راہ میں حائل ہو جائیں تو یہ اثرات احتضار موت سے لے کر روز قیامت تک جہاں مغفرت پانے والوں اور عذاب پانے والوں کو بہشت یا جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا کسی اور کٹھن مقام پر انسان کے کام آئیں گے اگر حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت میں نقل کی گئی

روایات کو مدنظر رکھیں اور مجموعی طور پر ان روایات کے مفہوم کا جائزہ لیں تو یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔اور ایک روایت میں اس مطلب کی تاکید کی گئی ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے اس مطلب کو اس وقت بیان کی جب اربعین کے دن زیارت حضرت امام حسینؑ کی غرض سے کربلا پہنچے اور مخصوص انداز میں آپؑ کی زیارت کی جس کا ذکر اپنی جگہ کیا جائے گا، جابرؓ نے زیارت کی فضیلت بیان کی ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر زائر حسینؑ یا محبّ حسینؑ کے قدم کسی مرحلے میں گناہوں کی وجہ سے ڈگمگانے لگیں تو کسی اور مقام پر وہ ثابت قدم ہو سکتا ہے۔(۱)

اس بات کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر زائر کو زیارت کے فوائد و ثمرات حاصل ہو جائیں تو وہ اس دنیا سے اس طرح جائے گا کہ جس طرح وہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو، یا کہ وہ زائرین کے لئے مخصوص اعلیٰ درجات تک پہنچا ہو یا وہ اعلیٰ علیین میں کرّوبی فرشتوں کے مقام پر فائز ہوا ہو یا اسی طرح کا کوئی اونچا مقام اس کو حاصل ہوا ہو، کتنا خوش نصیب ہے وہ، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت حاصل ہو سکتی ہے؟

اور اگر زائر میں گناہوں کی وجہ سے کوئی مانع ہو جس کے سبب وہ ان اعلیٰ مراتب کو حاصل نہ کر سکے اور گناہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائے، تو اس بات کی امید کی جا سکتی ہے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے سبب نجات پائے اور اگر اس کے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے اس سے بھی تاخیر ہو جائے تو اس بات کی امید ہے کہ زائر کی استعداد و صلاحیتوں کے حساب سے آپؑ برزخ کے زمانے میں اس سے ملنے تشریف لائیں گے، اور اگر نجات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کی شدت کی وجہ سے اس سعادت سے بھی وہ محروم رہ جائے تو قیامت کبریٰ کے دن پیغمبر اکرمؐ جبرئیل امینؑ کے ساتھ زائرین حسینؑ کو ڈھونڈنے تشریف لائیں گے جن کی پہچان پیشانی پر نور کی مہر سے ہو جائے گی، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ بہترین شہید (امام حسینؑ) کے مرقد کے زائر ہے، اس وقت آپؐ جبرئیلؑ کے ساتھ زائر کا بازو پکڑ کر، لے جائیں گے اور قیامت کے عذاب اور تکلیفوں سے اس کو نجات

دلائیں گے۔(۱)

اور اگر زائر کی یہ سعادت اس سے چھن گئی ہو اور گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے پیشانی کی وہ علامت اور تحریر مٹ گئی ہو اور وہ محشر میں سرگرداں پھر رہا ہو تب بھی کسی اور طریقے سے اس کی نجات کی امید کی جا سکتی ہے، کیونکہ قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا: آل محمدؐ کے چاہنے والے کہاں ہیں، اس پر ایک گروہ اٹھ کھڑا ہوگا جس کی تعداد کے بارے میں خدا کے سوا کسی کو بھی علم نہیں اس کے بعد پھر آواز دی جائے گی: حسین بن علی علیہ السلام کے زائرین کہاں ہیں، اس پر ایک گروہ اٹھ جائے گا ان سے کہا جائے گا جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لو اور بہشت میں داخل ہو جاؤ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے گا یہاں تک کہ کوئی اس سے کہے گا: میں ایک دن تمہارا احترام کیلئے کھڑا ہوا تھا، زائر اس کا ہاتھ بھی تھام لے گا اور کوئی اس کو منع نہیں کر سکے گا۔(۲)

اور اگر اس شخص میں یہ خاصیت بھی نہ ہو اور وہ اس بات کے قابل بھی نہ ہو کہ کوئی دوسرا اس کا ہاتھ تھام لے تب بھی ایک اور ندا کے ذریعے اس کی نجات کا امکان پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن منادی آواز دے گا حسین بن علی علیہ السلام کے زائرین کہاں ہیں؟ اس آواز کو سن کر بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جن کی تعداد خدا کے سوا کسی کے علم میں نہیں ہے۔

ان لوگوں سے سوال کیا جائے گا: قبر حسینؑ کی زیارت سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہم رسول خداؐ سے عقیدت، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کی محبت کے سبب اور آنحضرتؑ پر پہنچنے والی تکالیف پر ترس کھا کر آپؑ کی زیارت کے لئے گئے تھے ان کو ندا دی جائے گی: یہ محمدؐ، علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ حاضر ہیں آ کر ان سے مل لو اور رسول اللہؐ کے پرچم تلے آ جاؤ، جو علیؑ کے ہاتھ میں ہے، اس پر وہ جا کر اس جھنڈے کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔(۱)

مصنف کہتے ہیں: اے گناہگارو، اگر زائرین حسینؑ ہو اور تمہاری وہ حیثیت نہیں ہے کہ حضور اکرمؐ جبریل امینؑ کے ساتھ تشریف لا کر تمہاری بازوؤں کو پکڑ کر لے جائیں یا تم کسی اور کے ہاتھ کو تھام کر بہشت میں داخل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے ہو تو اس آواز پر لبیک کہو اور اس جھنڈے تلے چلے جاؤ چاہے تم کو سب سے آخری قطار میں جگہ ملے اور اگر تم لوگوں میں یہ صلاحیت موجود نہ ہو اور گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتے ہو تب بھی حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے اثرات سے مایوس نہ ہوں، بلکہ روز محشر رونما ہونے والے کسی اور واقعے کے دوران نجات پانے کی امید رکھو جو سب سے بڑی امیدوں میں سے ہے۔ اور اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت فاطمہ زہراؑ ایک خاص انداز میں محشر میں داخل ہوں گی، آپؑ ایک خاص لباس میں ہوں گی جس کا نام لباس کرامت ہے جو آبِ حیات میں گوندھ کر بنایا گیا ہوگا (۱)۔ اور اس لباس پر ہزار بہشتی لباس ہوں گے جن پر سبز رنگ کی تحریر ہوگی، آپؑ کے سر مبارک پر نور الٰہی ایک گنبد کی صورت میں چمک رہا ہوگا، جس کا ظاہر باطن کے اندر سے اور باطن ظاہر سے عیاں ہوں گا۔ اور اس پر نور کا ایک تاج ہوگا جس کے ستر ستون ہوں گے، اور ہر ستون پر در اور یاقوت جڑے ہوں گے، اور یہ ستاروں کی طرح چمک دمک رہے ہوں گے۔

خاتون محشرؑ ایک خاص انداز میں ایک بہشتی اونٹنی پر سوار ہوں گی جس کے پاؤں سبز زمرد سے بنے ہوئے ہوں گے اور اس کی دم مشک سے بنی ہوگی اور اس کی آنکھیں سرخ یاقوت کی بنی ہوں گی (۱)، آپؑ کی سواری کی لگام اور عماری بھی مخصوص ہوں گی، جہاں تک لگام کا تعلق ہے یہ یاقوت سے بنی ہوگی، جس کی لمبائی دنیوی اندازے سے ایک فرسخ ہوگی (۲) اور ساربان جبریلؑ ہوں گے، جو لگام کو پکڑ کر اونچی آواز سے پکار اٹھیں گے: (اے اہل محشر) اپنی آنکھیں بند کر دو تا کہ فاطمہ بنت محمدؐ یہاں سے گذر جائیں، اور آپؑ کی عماری سونے کی بنی ہوگی، آپؑ کے استقبال کے لئے بارہ ہزار ایسی حوریں آئیں گی جو اس سے قبل نہ کسی کے استقبال کے لئے گئی ہوں گی اور نہ ہی بعد میں جائیں گی، یہ سب ایسی

بہشتی سواریوں پر سوار ہوں گی جن کے بال یاقوت کے کے بنے ہوں گے لگام مروارید سے اورزین موتیوں کے بنے ہوں گے اوران پر ریشم کے تکئے ہوں گے سواریوں کی رکاب زبرجد کی بنی ہوگی، ان میں سے ہر حور کے ہاتھ میں نور کا ایک مجمر ہوگا اوران کے سر پر جواہر کے تاج ہوں گے (۳)۔

پھر حضرت مریمؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ آپؑ کے استقبال کے لئے آئیں گی، اس کے بعد آپؑ کی والدہ حضرت خدیجہؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ استقبال کے لئے آئیں گی، ان فرشتوں کے ہاتھوں میں تکبیر کے جھنڈے ہوں گے اور پھر حضرت حوا اور حضرت آسیہ ستر ہزار حوروں کے ساتھ آپ کا استقبال کریں گی۔ (۴)

روز محشر حضرت فاطمہؑ کی اس مجلس کی بھی ایک خاص کیفیت ہوگی، چنانچہ آپؑ کے لئے روشنی کا ایک منبر رکھا جائے گا جس کی سات سیڑھیاں ہوں گی، ان سیڑھیوں کے درمیان ملائکہ کی قطاریں لگی ہوں گی۔ (۱)

اس وقت جو چیزیں حضرت فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ہوں گی وہ بھی مخصوص ہوں گی، متعدد روایات میں کہا گیا ہے آپؑ خون میں رنگے ہوئے کپڑے لے کر تشریف لائیں گی اور بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ اپنے ساتھ خون میں لت پت حضرت امام حسینؑ کی قمیص لائیں گی۔ (۲)

روز محشر حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرف سے حضرت امام حسینؑ پر پہنچنے والے مظالم بیان کرنے کا انداز بھی خاص ہوگا، آپؑ محشر کے دن آ کر خداوند عالم سے عرض کریں گی: خدایا میں حسن و حسین کو دیکھنا چاہتی ہوں اس موقع پر حضرت امام حسینؑ کو ایسی حالت میں دکھایا جائے گا کہ آپؑ کے بدن مطہر پر سر مبارک نہیں ہوگا (۳) اور رگوں سے خون جاری ہوگا جب خاتون محشرؑ یہ منظر دیکھیں گی تو فریاد کرتے ہوئے (۴) اپنے آپ کو سواری سے نیچے گرا دیں گی۔ (۵)

روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: فاطمہؑ کی فریاد سن کر میں بھی فریاد کروں گا

اور ہماری فریاد سن کر ملائکہ بھی چیخ اٹھیں گے۔(۱)

بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ روز محشر حضرت امام حسین خود حاضر ہوں گے ایسی حالت میں کہ اپنے سر مبارک کو ہاتھ میں لئے ہوں گے، اور جب حضرت فاطمہ زہرا آپ کو اس حالت میں دیکھیں گی تو ایسی فریاد کریں گی جس کو سن کر تمام اہل محشر جن میں مقرب فرشتے، پیغمبرانِ الٰہی اور مؤمنین اومؤمنات شامل ہیں سب رونے لگیں گے اس موقع پر حضرت فاطمہؑ خون حسینؑ کا قصاص لینے کے لئے آپؑ کی قمیض کو ہاتھ میں اٹھا کر عرض کریں گی: خدایا یہ میرے بیٹے کی قمیض ہے۔

مصنف کہتے ہیں: یہ کیفیت حضرت امام حسین کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ قیامت کا دن دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا کا دن ہے، لیکن صرف حضرت امام حسین اس حالت میں آئیں گے کہ آپؑ کے بدن پر سر نہیں ہوگا اور رگوں سے خون ٹپک رہا ہوگا بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں شہادت کے وقت آپؑ کی حالت ہوگئی تھی۔

یہی امر حضرت زہراؑ کا دل جلنے کا سبب ہوگا ستم بالائے ستم یہ کہ قمیض تلواروں، تیروں اور نیزوں کے وار سے چھلنی ہوگی، حتی کہ آپؑ کے جسم اطہر سے اس کو اتار دیا گیا تھا اور یہ ان زخموں سے زیادہ تکلیف دہ تھا (یہ ساری باتیں یاد کر کے خاتون محشرؑ فریاد کرنے لگیں گی)۔

اس وقت خداوند عالم قاتلانِ حسین، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے جو اپنے باپ دادا کے اعمال سے راضی ہوں گے مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے انتقام لے گا، چنانچہ ان کو کئی مرتبہ قتل کیا جائے گا، اور جہنم سے ایک کالا شعلہ نکل آئے گا جو ان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے گا جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پروں میں سمیٹتے ہیں اور ان کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔(۲)

ان مواقع سے گذرنے کے بعد خاتون محشرؑ کو شفاعت کا ایک خاص مقام حاصل ہوگا جس کی ہمیں ضرورت ہے، اور اس بارے میں ہم نے حدیث بیان کی تھی۔

اس وقت حضرت زہرا علیہا کو ندا دی جائے گی: اے فاطمہ جو چاہو طلب کرو، اس

وقت آپؑ پکار اٹھیں گی خدایا میرے چاہنے والے، اس پر خداوند عالم کہے گا: میں نے ان کو معاف کیا، بی بی فرمائیں گی، خدایا میرے بیٹے کے چاہنے والے اللہ تعالیٰ کہے گا: میں نے ان کو بھی بخش دیا، آپؑ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گی: میرے شیعوں کے چاہنے والے خداوند عالم فرمائے گا: آگے بڑھیے جو آپؑ کی پناہ میں آئے وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا، اس کے بعد حضرت فاطمہ بہشت کی طرف گامزن ہوں گی اور وہ سب آپؑ کے ساتھ ساتھ جنت میں جائیں گے۔(۱)

پس اے لوگو جنہوں نے خاتون جنتؑ کے فرزند کی زیارت کی ہے اور ان پر گریہ و بکا میں آپؑ کا ساتھ دیا ہے، اگر تمہارے اندر وہ قابلیت نہیں تھی کہ رسول خداؐ تمہارے ہاتھوں کو تھامیں یا پہلی ندا کے ساتھ تم میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی تو تم اس مقام پر مشکلوں میں مبتلا نہیں رہو گے، جہاں فاطمہ زہراؑ شفاعت کے لئے موجود ہوں گی۔ جب مخدرہ عصمتؑ پکار اٹھیں گی: میرے چاہنے والے یا میرے بیٹے کے چاہنے والے تم لوگ ان میں شامل ہو گے اور اگر ان میں شامل نہ ہو سکو تو وہ فرمائیں گی میرے شیعوں کے چاہنے والے، ان میں تم لوگ شامل ہو گے اور اگر ان میں بھی شمولیت نصیب نہ ہوئی تو جب اللہ تعالیٰ حضرت زہراؑ کو مخاطب قرار دے کر فرمائے گا: جو آپؑ کی پناہ میں آجائے وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا، ضرور ان لوگوں میں تمہارا شمار ہوگا، اور حضرت زہراؑ میں گریہ و بکا حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق امور کا اہتمام ہے، لہٰذا مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں جب تم زائرین حسینؑ ہو تو قیامت میں پڑے رہو گے اور جب حضرت فاطمہؑ بہشت کی طرف چل پڑیں گے تو تم لوگ ان کے ساتھ جانے سے رہ جاؤ گے۔

اور اگر کثرتِ گناہ کی وجہ سے تم ڈرتے ہو کہ اس مرحلے پر بھی تمہیں نجات نہیں ہو سکتی اور اس بات کا امکان موجود ہو کہ تم محشر میں پڑے رہو گے اور خدا نہ کرے یقیناً واصلِ جہنم ہو جاؤ گے تب بھی مایوس نہ ہونا، اس لئے کہ یقیناً حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائیں گے اور تمہیں جہنم سے نجات دلائیں گے اور یہ زائر حسین علیہ السلام کے لئے آخری مرتبہ آپؑ کی زیارت کا

موقع ہے، چنانچہ ایک روایت میں آپؐ سے نقل کیا گیا ہے: جس نے میری زیارت کی، میں موت کے بعد اس سے ملوں گا اور اگر اس کو جہنم میں پاؤں تو اس کو جہنم سے نکال لوں گا۔(۱)

اور یہ نجات کا آخری مقام ہے ان زائرین کے لئے جو کمترین درجے پر فائز ہیں اور ان کے گناہ بہت زیادہ ہیں۔

تیسرا باب :

زائرین کو حاصل ہونے والی خصوصی صفات

یہ صفات زیادہ ہیں۔

o ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ خداوند عالم حاملین عرش اور مقرب فرشتوں پر فخر ومباہات کرتے ہوئے فرماتا ہے: دیکھو قبر حسینؑ کی زیارت کرنے والے کس شوق سے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔(۱) اس روایت کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے۔

o اور ایک صفت یہ ہے کہ زائر حسینؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف خداوند عالم رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔(۲)

o زائر حسینؑ ہونا یا آپؑ کی زیارت کثرت کے ساتھ کرنا، حضرت امام حسینؑ سے محبت کی دلیل ہے۔(۳)

o زائر حسینؑ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن کو خداوند عالم عرش سے مخاطب قرار دے گا۔(۴)

o زائر حسینؑ کا نام دس روایت کے مطابق علیین کے زمرنے میں لکھا جائے گا۔(۱)

o زائر حسینؑ کی ایک صفت یہ ہوگی کہ وہ بہشت میں رسول خدا ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ ہوگا اور ایک ہی دستر خوان پر ان کے ساتھ کھانا کھائے گا۔(۲)

o اگر زائر حسینؑ شقی و بدبخت ہوگا تو اس کو سعید اور خوشبخت میں تبدیل کیا جائے

گا۔(۳)

○ زائر حسینؑ اکر وبیوں اور ملائکہ کے سرداروں میں شمار کیا جائے گا۔(۴)

○ زائر حسینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ کا مددگار ہوگا کیونکہ آپؑ روزانہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں۔(۵)

○ زائر حسینؑ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ اس کے اعضائے بدن، چہرے سے لے کر گالوں، آنکھوں اور دل تک سب حضرت امام جعفر صادقؑ کی دعاؤں کے مقام ہیں، چنانچہ آپؑ سجدے میں روتے ہوئے فرماتے تھے: خدایا ان چہروں پر رحم کر جو ضریح حسینؑ سے چھوئے ہیں، اور ان آنکھوں پر رحم فرما جن سے (غم حسینؑ میں) آنسو بہتے ہیں اور ان دلوں پر رحم فرما جو ہمارے لئے (یا ہماری آواز پر رحم فرما جو ہماری خاطر اٹھی ہے۔(۶)

○ زائر حسینؑ کو یہ خاص صفت بھی حاصل ہوگی کہ وہ خدا کے پاس حضرت امام جعفر صادقؑ کی امانت بن جائے گا۔

چنانچہ آپؑ کثرت سے فرمایا کرتے تھے: خدایا میں (زائرین حسینؑ کے) اجسام کو تیرے سپرد کر دیتا ہوں تو ان کو حوض کوثر پر پیاس کے وقت مجھے لوٹا دینا(۷)۔

○ زائر حسینؑ، روایات کے مطابق اللہ اور اس کے رسول بھی زائر ہونگے۔(۸)

○ روز قیامت زائرین حسینؑ کو حاصل مخصوص عزت وتکریم کو دیکھ کر ہر وہ شخص جس کو ایک خاص درجہ و مقام حاصل ہوگا وہ بھی تمنا کرے گا کہ کاش میں بھی زائر امام حسینؑ ہوتا۔(۱)

چوتھا باب: اس مخصوص اجر اور مخصوص صفت کے بارے میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے سبب حاصل ہوں گے اور بہتر ہے کہ ان کو علیحدہ طور پر بیان کیا جائے۔

جہاں تک مخصوص اور عجیب اجر کا تعلق ہے، وہ اجر ہے جو معتبر اسناد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ایک روایت میں ذکر کیا گیا ہے، اس روایت کو شیخ صدوق ؒ، سید ابن طاؤس ؒ، کفعمی ؒ

اور مصنف المزار الکبیر نے نقل کیا ہے، روایت کا نچوڑ یہ ہے کہ نیک اعمال لکھنے والے فرشتے زائر حسینؑ کے لئے اس وقت سے نیکیاں لکھنا شروع کر دیتے ہیں جب وہ زیارت کا ارادہ کر لیتا ہے اور قیامت تک لکھتے رہیں گے۔ (۲)

اور زیارت صرف حکم و مصداق کے رو سے نیک عمل نہیں ہے بلکہ یہ حقیقتاً جاری رہنے والے نیک اعمال میں شمار ہوتی ہے۔ اور اس کے اثرات صدقۂ جاریہ یا کسی اور نیک عمل کے ذیلی اثرات کی طرح مصداق کے پہلو کے حامل نہیں بلکہ یہ حقیقتاً بہترین باقیات الصالحات میں سے ہے اور یہ ان خاص صفات کے علاوہ ہے جو زائر کو حاصل ہیں حتیٰ کہ اس کے ساتھ موت کے فرشتے کا بھی خاص برتاؤ ہوتا ہے۔ اور عقل دنگ رہ جانے والی زیارت کی فضیلتوں میں ایسی سولہ فضیلتیں ہیں جن میں سے ہر فضیلت سو فضیلتوں سے برتر ہے، ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ زیارت کے الفاظ میں سے ہر لفظ کے عوض زائر کو خدا کی رحمت کا ایک حصہ مل جاتا ہے (۱) اور حیران کن بات یہ ہے کہ یہ تمام زائر کے اجر و ثواب میں سے کچھ حصہ ہیں اور یہ زیارت شریفہ وہ ہے جو مندرجہ ذیل عجیب روایت میں نقل کی گئی ہے، مفضل یا جابر جعفی سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے سوال کیا: تمہارے گھر اور روضۂ حسینؑ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپؑ پر میرے ماں باپ قربان، ایک یا کچھ دنوں کا فاصلہ ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تم حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں ایک خوشخبری دے دوں؟ کیا تمہیں زیارت حسینؑ کے بعض ثواب بیان کر کے تمہیں خوش کر دوں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں آپؑ کے قربان جاؤں، اس پر آپؑ فرمانے لگے: تم میں سے کوئی شخص جب زیارت حسینؑ کے سفر کی تیاری کرنے لگتا ہے تو آسمان کے رہنے والے خوشی کا اظہار کرنے لگتے ہیں جب وہ سواری پر بیٹھ کر یا پیدل اپنے گھر سے نکلتا ہے تو خداوند عالم چار ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ گھر سے لے کر روضۂ امام حسینؑ تک اس پر درود بھیجتے رہیں۔

پھر آپؑ نے مفضل (یا جابر جعفی) سے مخاطب ہو کر فرمایا: جب روضۂ اقدس پر پہنچو تو

دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور ان الفاظ کا ورد کرو، تمہارے لئے ہر لفظ کے ساتھ رحمتِ خدا کا کچھ حصہ ملے گا روای کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: وہ الفاظ کیا ہیں، آپؑ نے فرمایا (زیارت کے) یہ الفاظ پڑھو۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ نُوحٍ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ اِبْرَاهِیمَ خَلِیلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُوسٰی کَلِیمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عِیسٰی رُوحِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیبِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ وَصِیِّ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ الْحَسَنِ الرَّضِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الشَّهِیدُ الصِّدِّیقُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْوَصِیُّ الْبَارُّ التَّقِیُّ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلَی الْاَرْوَاحِ الَّتِی حَلَّتْ بِفِنَائِکَ وَاَنَاخَتْ بِرَحْلِکَ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلَائِکَةِ اللّٰهِ الْمُحْدِقِینَ بِکَ اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتَ الزَّکٰوةَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَبَدْتَ اللّٰهَ مُخْلِصاً حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِینُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔"

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: پھر (ضریح اقدس کی طرف چلو) ہر قدم کے بدلے جو تم اٹھاتے یا رکھتے ہو تمہیں اس شہید کا ثواب ملے گا جو راہ خدا میں خاک وخون میں غلطاں ہوا ہو۔

اور جب ضریح اقدس پر حاضر ہو جاؤ تو ضریح کو ہاتھ سے پکڑ کر کہو، اَلسَّلَامُ علیکَ یا حُجة اللّٰه فی سمائه وارضه (سلام ہو آپ پر اے خدا کے آسمان اور زمین میں اس کی حجت) اس کے بعد نماز پڑھو، مرقد حسینؑ کے نزدیک پڑھی جانے والی نماز کی ہر رکعت کا ثواب ایک ہزار حج ایک ہزار عمرہ، ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرنے اور کسی پیغمبر مرسلؑ کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہزار مرتبہ جہاد کرنے کے برابر ہے، اور جب ضریح حسین علیہ السلام

سے فارغ ہو کر واپس جانے لگو تو ایک منادی ندا دے گا اور اگر اس کی باتوں کو سن لو گے تو عمر بھر روضۂ حسین علیہ السلام میں رہنے کے لئے دل کرے گا وہ آواز دے گا: اے خدا کے بندے مبارک ہو تمہیں نعمت مل گئی ہے تم نے سلامتی حاصل کی ہے، تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں اپنا عمل جاری رکھو۔

اور اگر اسی رات یا اسی دن کو یا اسی سال میں وفات پائے تو خدا اس کی روح کو قبض کرے گا اور اگر وہ زندہ رہے تو فرشتے اس کے ساتھ ساتھ ہوں گے، اور اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہیں گے اور اس پر درود بھیجتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچے گا، اس وقت فرشتے خداوند عالم سے عرض کریں گے: خدایا تیرا یہ بندہ تیرے رسول کی بیٹی کے فرزند کی زیارت سے اپنے گھر لوٹا ہے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ان کو ندا آئے گی: اس کے گھر ٹھہر جاؤ اور میری تسبیح وتقدیس میں مصروف ہو جاؤ، اور اس کا ثواب روز قیامت تک اس کی نیکیوں میں لکھتے جاؤ۔(۱)

جہاں تک زائر حسین علیہ السلام کی اس مخصوص صفت کا تعلق ہے، بہتر ہے اس کا بیان علیحدہ طور پر کیا جائے، اور وہ صفت روایت میں اس طرح بیان ہوئی ہے: ''جس نے حسینؑ کی زیارت کی، اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی۔(۲)

اور یہ اشارہ ہے خدا سے قربت اور ترقی وکمال کی طرف اور اس صفت سے بڑھ کر زائر کی ایک صفت ہے کہ زیارت حسین علیہ السلام کے ذریعے انسان خدا کی زیارت کرتا ہے، روایت میں کہا گیا ہے کہ خدا ہر جمعے کی شب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتا ہے (۱)، اور جس نے جمعے کی شب آپؑ کی زیارت کی ایسا ہے کہ اس کو بھی خدا کی طرف سے امام حسینؑ کی زیارت اور امام حسینؑ کی طرف سے خدا کی زیارت کا ثواب ملے گا اور زیارت خدا سے مراد خدا کی خاص رحمت ہے، لہٰذا انسان کو زیارت کے وقت حاصل ہونے والی جس نے زیارت کے ذریعے اس رحمت تک رسائی حاصل کر لی وہ اس سے محروم نہیں رہ سکتا، اور اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس رحمت سے اس کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور بندے کی

طرف سے خدا کی زیارت کا مطلب خدا سے قربت کی انتہا ہے اور اگر یہ دو سعادتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو اس کو رحمتِ الٰہی میں شامل ہونے کا خاص موقع حاصل ہو جائے گا۔

ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کی طرف دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے وہ بہت زیادہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو جائے۔(۲)

لہٰذا یہ تین باتیں ہوئیں ایک خدا کی زیارت، دوسری خدا کے ساتھ زیارت کرنا اور تیسری بات خدا کی طرف دیکھنا اور اس سے مراد وہ بلند ترین درجات ہیں جن کا مخلوق خدا کی طرف سے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے تصور کیا جا سکتا ہے، اسی لئے اس صفت کے لئے ہم نے ایک علیحدہ باب قرر کیا۔

پانچواں باب:

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے خصوصی احکام

اور یہ احکام بہت ہیں، ان میں سے ایک ہے کہ جو بھی واجب یا مستحب عمل ہو خوف او ڈر کے مقام پر وہ ساقط ہو جاتا ہے، لیکن زیارت کے بارے میں متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساقط نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ بحار الانوار وغیرہ کتب میں معتبر اسناد کے ساتھ معاویہ ابن وہب سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ خوف و ہراس کی وجہ سے زیارت امام حسین علیہ السلام کو ترک نہ کرنا، اس لئے کہ جو بھی زیارت کو ترک کرے، زائر حسینؑ کی قبر کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے یا قیامت کے دن زائر کے مقام کو دیکھ کر حسرت پیدا ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ: کاش میں قبر حسینؑ کے پاس رہ جاتا اور آپؑ کی زیارت کی حالت میں مجھے موت آ جاتی۔(۱)

ایک اور روایت میں محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ان سے فرمایا: کیا تم قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یابن رسول اللہؐ میں خوف و ہراس کی حالت میں جا رہا ہوں، فرمایا: جتنا زیارت کا خوف زیادہ ہوگا، اتنا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ اور جو بھی ہماری خاطر خوف و ہراس برداشت کر کے زیارت کے لئے جائے گا، خداوند عالم اس دن، اس کو خوف سے محفوظ رکھے گا جس دن لوگ اٹھیں گے، اور ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور حضور اکرمؐ اس کی زیارت کے لئے آ کر، اس کے لئے دعا کریں گے اور وہ خدا کی نعمتوں اور فضل و کرم کے ساتھ

لوٹے گا اور اس کو، کوئی گزند نہیں پہنچے گا ایک اور روایت میں اصم بن بکیر نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آپؑ سے عرض کیا، میں ارجان کا رہنے والا ہوں، میرا دل بہت چاہتا ہے کہ آپؑ کے جد امجد حضرت امام حسینؑ کی زیارت کروں، لیکن جب میں زیارت کی نیت سے نکلتا ہوں، اس وقت تک میرا دل سلطان اور اس کے کارکندوں کے خوف سے گھبراتا رہتا ہے جب تک واپس نہ آؤں۔

آپؑ نے فرمایا: اے بن بکیر کیا تم پسند کرتے کہ خدا تمہیں ہماری راہ میں خوف وہراس کا شکار ہوتا ہے، خدا اس کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیتا ہے۔ اور وہ امام حسینؑ کے ساتھ عرش کے نیچے ہمکلام ہوگا اور وہ روز قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا جب سب لوگ سختی میں مبتلا ہوں گے، اور فرشتے اس کو قوت بخشیں گے، اور اس کے دل کو بشارت وخوشخبری کے ساتھ تسکین پہنچائیں گے۔

ارجان شیراز کے جنوب میں واقع ہے۔

چھٹا باب :

زیارت کی شرائط اور شرعی آداب کے بارے میں

جہاں تک شرائط زیارت کا تعلق ہے، بہت سی روایات کے مطابق، اہم ترین شرط خلوص نیت ہے، فخر ومباہات، دکھاوا یا شہرت کی خاطر نہیں بلکہ قرب خدا حاصل کرنے کے لئے کرنی چاہئے۔ نیز پیغمبر اکرمؐ کو صلہ دینے یا سید الشہداؑ اور پر رحم کی خاطر زیارت نہیں کرنی چاہیے۔

اور حضرت امام حسینؑ کی معرفت کے مراتب میں فرق کے لحاظ سے زیارت کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں لہٰذا آپؑ کے حق کی معرفت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔(۱)

رہ گئے آداب زیارت: بحار الانوار، ثواب الاعمال، تہذیب اور کامل الزیارات میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی زیارت کے لئے جاؤ تو غمگین، و مضطرب، غبار آلود اور بھوکے پیاسے ہو کر زیارت کرو، (۲) اس لئے کہ آپؑ کو غمزدہ، و مضطرب غبار آلود اور بھوکے پیاسے شہید کر دیا گیا تھا۔(۳)

اور آپؑ نے فرمایا: مجھے بتایا گیا کہ کچھ لوگ زیارت حسینؑ کے لئے جاتے وقت اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہیں جس میں حلوہ اور لذیذ کھانے رکھتے ہیں جب کہ وہ اپنے اعزہ و اقارب کی قبور پر حاضر ہوتے وقت ایسی چیزیں نہیں لے جاتے۔(۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر الصادقؑ نے ایک شخص کو مخاطب

قرار دے کر فرمایا: تم زیارت کے دوران اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں، آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے ماں باپ کی قبور پر حاضر ہوتے ہو تو ایسا نہیں کرتے اس شخص نے آپؑ سے سوال کیا: (زیارت کے دوران) کیا کھا سکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: دودھ یا لسی کے ساتھ روٹی کھاؤ۔(۲)

کامل الزیارات میں معتبر اسناد کے ساتھ مفضل سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا: کبھی تمہارا زیارت کے لئے جانا، نہ جانے آپؑ سے عرض کیا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کے اس کلام سے میری کمر ٹوٹ گئی، اس کے جواب میں حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنے ماں باپ کی قبور پر حاضر ہوتا ہے تو وہ غمگین اور افسردہ ہوتا ہے لیکن حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے وقت اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہو، زیارت حسینؑ ایسی حالت میں نہیں بلکہ غمگین و مضطرب حالت میں کرنی چاہیے۔(۳) اور آداب زیارت میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی کیفیت زیارت بھی شامل ہے، چہلم کے دن جابر کی زیارت حسینؑ کی کیفیت بعد میں بیان کی جائے گی جس میں اہم ترین زیارت آب فرات میں غسل شامل ہے۔

ساتواں باب :

زیارت حسین ؑ ترک کرنے کے اثرات

یہ اثرات بہت ہیں۔

پہلا اثر: حلبیؒ نے حضرت امام جعفر الصادق ؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے زیارت حسینؑ ترک کی، جبکہ وہ اس کو انجام دے سکتا تھا وہ عاق رسول خداؐ آئمہ اطہارؑ ہوگا۔(۱)

دوسرا اثر: عبدالرحمن بن کثیرؒ نے حضرت امام جعفر الصادق ؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی عمر بھر حج ادا کرتا رہے لیکن حسین بن علیؑ کی زیارت نہ کرے، اس نے رسول اللہؐ کے حقوق میں سے ایک حق کو ادا نہیں کیا ہے۔(۲)، ایک اور روایت میں آیا ہے: اگر کوئی شخص ہزار بار حج کے لئے جائے لیکن قبر حسینؑ کی زیارت نہ کرے، اس نے خدا کے حقوق میں سے ایک حق ادا نہیں کیا ہے۔(۳)

تیسرا اثر: محمد بن مسلمؒ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں میں سے جس نے قبر حسینؑ کی زیارت نہیں کی اس کے ایمان و دین ناقص ہیں(۴)، اس عبارت کے ساتھ متعدد دیگر روایات نقل کی گئی ہیں۔

چوتھا اثر: زیارت حسینؑ ترک کرنا، آپؑ پر ظلم روا رکھنا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات نقل کی گئی ہیں، ان میں سے ایک روایت حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرا باپ حسینؑ پر قربان، کہ اس کو کوفے کے عقب میں قتل کریں گے، گویا

میں دیکھ رہا ہوں، کہ جنگل کے جانور اس کی طرف اپنی گردنیں کر کے صبح تک رو رہے ہیں، اور جب یہ واقعہ رونما ہو جائے تو خبردار اس پر جفا نہ کرنا یعنی زیارت حسینؑ ترک کر کے حسینؑ پر جفا نہ کرنا(۱)۔ اس بارے میں بھی بہت سی روایات منقول ہیں۔

پانچواں اثر: علی بن میمون صائغ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ ہمارے شیعوں میں سے بعض لوگ ایک سال تک بلکہ دو سال یا اس سے زیادہ عرصے تک زیارت حسینؑ کے لئے نہیں جاتے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، ایسا ہی ہے یا ابن رسول اللہؐ میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو طویل عرصے تک زیارت نہیں کرتے آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنی قسمت میں کمی کی ہے اور وہ خدا کے اجر اور جنت میں رسول خداؐ کی قربت میں رہنے سے دور ہو گئے ہیں۔

راوی نقل کرتا ہے: میں نے پوچھا اگر ان میں سے کوئی، کسی اور شخص کو زیارت کے لئے بھیجے تو اس کا اجر پائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اجر پائے گا لیکن اگر وہ بذات خود زیارت کے لئے جائے تو بہتر ہو گا اور خدا کے نزدیک اس کا زیادہ ثواب ہو گا(۲)۔

اس طرح کی اور بھی روایات ملتی ہیں جن میں زیادہ سے زیادہ تین سال تک ترک زیارت کی بات کی گئی ہے۔

چھٹا اثر: ترک زیارت حسینؑ عمر میں کمی کا باعث بنتا ہے، اس کا اظہار بہت سی روایات میں کیا گیا ہے، اور بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ ترک زیارت حسینؑ کے اثر سے انسان کی عمر میں سے یقیناً ایک سال کم ہو گا۔(۱)

ساتواں اثر: زیارت حسینؑ ترک کرنے والا اگر جنت میں داخل ہو جائے تو اس کا مقام دیگر مؤمنین سے پست تر ہو گا۔(۲)

اور ایک روایت کے مطابق وہ اہل بہشت کا مہمان ہو گا۔(۳)

اور چنانچہ سابقہ روایت میں کہا گیا ہے کہ تارک زیارت، جوار پیغمبر خدا ﷺ سے

دور ہوگا۔(۴)

آٹھواں اثر: زیارت حسین ؑ کو ترک کرنے والا شیعہ نہیں ہوگا، چنانچہ ایک روایت میں اس کی واضح دلیل ملتی ہے۔(۵)

نواں اثر: اگر کوئی شخص توہین اور سبکی کی بنیادوں پر زیارت حسین ؑ کو ترک کرے تو وہ جہنمی ہوگا۔(۶)

(بلکہ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اس کا اطلاق عام ہے) لہٰذا علامہ محمد باقر مجلسیؒ اور محمد تقی مجلسیؒ دونوں یہ نظر رکھتے ہیں کہ استطاعت و قدرت کی صورت میں عمر میں ایک بار زیارت حسین علیہ السلام واجب ہے۔(۷)

آٹھواں باب :

خاص مواقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت

یاد رکھو کہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت ایک نیک عمل ہے، جس کو جی میں آئے کم انجام دے اور جو چاہے اس کو زیادہ انجام دے، اور زیارت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک عام یا مطلق زیارت ہے جو تمام اوقات میں پڑھی جا سکتی ہے، اور اس پر ان تمام خصوصیات کا اطلاق ہوتا ہے اور تمام فضائل کی حامل ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا۔

دوسری قسم کی زیارات خصوصی زیارات ہیں جو خاص اور معین اوقات میں پڑھی جاتی ہیں، جن کی فضیلت معین اوقات وایام کی وجہ سے عام ومطلق زیارات سے زیادہ ہے جب کہ وہ ان سے زیادہ تصور نہیں کی جاتیں اور اس طرح کی زیارات سے تقریباً تمیں ہیں جو خاص اوقات وایام سے متعلق ہیں اور اجر کے لحاظ سے ان کا مخصوص ہونا ثابت ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کا ایک خصوصی اثر ہوتا اور ہر ایک ایک خاص فضیلت کی حامل ہوتی ہے، ہم ان میں سے ہر ایک زیارت کو بیان کرتے وقت ان کے مخصوص اثرات وخصوصیات کا بھی ذکر کریں گے۔

پہلی مخصوص زیارت ہر جمعہ کے دن ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو روضۂ اقدس امام حسینؑ سے ایک دن یا اس سے زیادہ دنوں کے فاصلے پر ہیں اگر وہ لوگ اس زیارت کو ترک کریں تو انہوں نے سخت جفا کی ہے(۱) اس زیارت کی خصوصیات میں سے ایک یقیناً زائر کے گناہوں کی مغفرت ہے، نیز ا اس کے دل میں دنیا کی کوئی حسرت نہیں رہے گی اور

اس کی جگہ بہشت میں حضرت امام حسینؑ کے نزدیک ہوگی، چنانچہ داؤد بن (ابی) یزید کی اس روایت میں مذکور ہے جنہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے۔

دوسری زیارت ہر مہینے میں ایک مرتبہ ہے، حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جو ہر ماہ ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت پڑھتا ہے، اس کے لئے ایک لاکھ شہداء کا ثواب ہے(۲)، اور جو شخص روضۂ اقدس کے قریب میں رہتا ہے، اسے مہینے میں ایک بار زیارت کو جانا چاہیے(۳)، اور روضے سے نزدیک ہوتے ہوئے اگر کوئی ایک ماہ سے زیادہ زیارت ترک کرے، اس کے بارے میں خود آپؑ نے اپنی نسبت جفا کار کا نام دیا ہے یعنی اس نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جفا کی ہے اس کا ذکر عقبہؒ سے نقل کی جانے والی روایت میں ہے۔(۴)

تیسری مخصوص زیارت: ہر سال دو مرتبہ زیارت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ امیر شخص کے لئے سال میں دو مرتبہ زیارت کرنا ایک مسلمہ حق ہے(۵)

چوتھی مخصوص زیارت: ایک اور روایت میں کہا گیا ہے سال میں تین مرتبہ زیارت کرنا چاہیے(۶)

پانچویں: ہر سال ایک مرتبہ زیارت ہے، پندرہ احادیث میں کہا گیا ہے کہ وہ غریب شخص جو زیارت کے لئے جا سکتا ہے، اس پر سال میں ایک مرتبہ زیارت کرنا حق ہے، اگر وہ ایک سال زیارت کے لئے نہ جائے تو یہ حسینؑ پر کی جانے والی جفاؤں میں پہلی قسم کی جفا ہوگی۔(۸)

چھٹی زیارت ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو کربلا سے دور ہیں، اور وہ تین برسوں میں ایک مرتبہ زیارت ہے، ایسے اگر تین برسوں سے زیادہ زیارت کو نہ جائیں تو عاق رسولؐ ہوں گے۔(۹)

ساتویں مخصوص زیارت بعض روایات کے مطابق ہر عید کے دن کی زیارت ہے اور

اس میں نوروز یوم بعثت محمدؐ و آل محمدؐ کے ایام ولایت وغیرہ شامل ہیں۔

آٹھوں مخصوص زیارات : مختلف مہینوں سے متعلق زیارات ہیں، ہم ہر ماہ کی زیارت علیحدہ بیان کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک زیارت کے لئے بہت زیادہ فضائل بیان کئے گئے ہیں، لیکن ہم مخصوص زیارت کی خصوصیات ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ماہ رجب میں چار یا پانچ خصوصی مواقع ہیں: پہلی تاریخ کی رات اور دن پندرہ رجب کی رات، اور پندرہواں دن (۲)، ان ایام کی زیارت کی مخصوص فضیلت میں سے ایک حد سے زیادہ ثواب ہے چنانچہ زائر کے تمام گناہ معاف کئے جائیں گے، جس طرح کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور پہلی تاریخ کی زیارت میں ایک خصوصیت دوسری زیارات کی نسبت زیادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے زائر کے گناہوں کو بخش دینا اپنے اوپر واجب کیا ہے۔ (۳)

ماہ شعبان میں تین مخصوص زیارات کے مواقع ہیں: تیسری تاریخ کا دن، پندرہ شعبان کے رات اور دن، ان زیارات کی مخصوص فضیلت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروںؑ کے ساتھ مصافحہ ہے جن میں اولوالعزم پیغمبرؑ بھی شامل ہیں۔ (۴)

اور اگر کوئی شخص مسلسل تین برسوں تک پندرہ شعبان کو زیارت کرے تو گناہوں کی بخشش میں اس کا خاص اثر ہوگا۔ (۵)

اور نیمۂ شعبان کی زیارت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ منادی زائر کی مغفرت کے لئے اول شعبان سے ہی ندا دیتا رہے گا۔ (۶) اور ماہ رمضان میں دس مخصوص مواقع ہیں:

اوّل: عام طور پر ماہ رمضان میں زیارت حسینؑ ہے، چنانچہ ابن الفضلؒ نے روایت کی ہے: حضرت امام جعفر الصادقؑ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے قبر حضرت امام حسینؑ کی ماہ رمضان میں زیارت اور راستے میں وفات پائی، اس سے حساب کتاب نہیں کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (۱)

دوسری، تیسری اور چوتھی مخصوص زیارات اول رمضان المبارک کی رات، پندرہ

رمضان کی رات اور رمضان کی آخری تاریخ کی رات کی زیارت ہیں، ان کا ذکر حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول ایک روایت میں ہوا ہے۔(۲)

اور رمضان المبارک میں زیارت حسینؑ کے چودیگر مخصوص مواقع میں تین شبہائے قدر اور ان دنوں کے مخصوص مواقع شامل ہیں۔

بہت سی روایت میں کہا گیا ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو عرش سے ساتویں آسمان تک ایک منادی ندا دیتا ہے: خداوند عالم اس شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو قبر حسینؑ کی زیارت کرتا ہے۔(۳)

اور ماہ شوال کی مخصوص زیارات عید الفطر کی رات اور دن کی زیارت ہیں ان زیارات کی مخصوص فضیلت یہ ہے کہ زائر کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔(۴)

اور ماہ ذی الحجہ میں زیارت حسینؑ کے آٹھ مخصوص مواقع یہ ہیں: شب و روز عرفہ (نویں ذی الحجہ) عید قربان کی رات اور عید کا دن اور ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں، اور ہل اتی کا یوم نزول اور یوم مباہلہ و روز عید غدیر(۱)، اس بنا پر ہر عید کا دن آپؑ کی زیارات کے لئے مخصوص ہے۔ اور روز عرفہ زیارت حسینؑ کی خاص فضیلت یہ ہے کہ خداوند زائر کو صدیق یعنی سچے اور کروبی کے ناموں سے موسوم کرتا ہے۔

اور خود زیارت حسینؑ کا ثواب امام زمانہ (ع) کی معیت میں ادا کردہ ہزار حج اور رسول اللہؐ کے ہم رکاب ہو کر ادا کیے جانے والے ہزار عمروں کے برابر ہے اور دس لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے، نیز اراہ خدا میں دس لاکھ گھوڑوں پر سوار کر کے لوگوں کو راہ خدا میں جہاد کے لئے بھیجنے کے برابر ہے۔(۲) اور غسل زیارت کے بعد اٹھانے والے ہر قدم کے عوض سو حج کا ثواب ملتا ہے۔(۴) چنانچہ پہلے بیان کیا گیا تھا۔

عید قربان کے دن زیارت حسینؑ کا ثواب یہ ہے کہ زائر ایک سال تک تمام برائیوں سے محفوظ رہتا(۵) اور اس گذشتہ وآئندہ کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(۶)

اور محرم کے مہینے میں شب عاشور اور کی مخصوص زیارات ہیں اور بعید نہیں کہ تیرہویں محرم

کے دن کی زیارت بھی مخصوص زیارات میں شامل ہے، کیوں کہ یہ آپؑ کا روز دفن ہے۔

زیارت عاشور کی خاص فضیلت یہ ہے کہ زائر شہدا کے زمرے میں شامل ہوتا ہے اور وہ خون حسینؑ میں غلطاں ہو کر محشور ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص شب عاشور حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرے اور آپؑ کی ضریح اقدس کے نزدیک رات گذارے اور روضۂ اقدس میں لوگوں کو پانی پلائے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے عاشور کے دن لشکر حسینؑ کو پانی پلایا ہو۔(۱)

اور ماہ صفر کی مخصوص زیارت بیس تاریخ کی زیارت ہے جو چہلم شہدائے کربلا کی مناسبت سے زیارت اربعین کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس دن آپؑ کی زیارت کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ یہ ایمان کی علامتوں میں سے ایک ہے۔(۲)

یہاں پر ایک سوال پیش آتا ہے کہ ان میں سے کونسی مخصوص زیارت بہتر ہے۔ مصنف کہتے ہیں: میں نے ان زیارات میں سے ہر ایک کی فضیلتوں کو غور سے دیکھا تو مجھے ان میں بعض ایسی خصوصیات نظر آئیں جو ایک طرح کی نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے۔ اگر ان میں سے ہر ایک کو مدنظر رکھیں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ دوسری زیارات میں سے افضل ہے۔

اور بعض روایات کے مطابق نیمۂ شعبان کی زیارت یا نیمۂ رجب (۳) دیگر مخصوص زیارات سے افضل ہیں اور ہوسکتا ہے ایک خاص پہلو کے پیش نظر ایسا ہو۔

اور اگر تمام فضائل کو مدنظر رکھیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عرفہ کی زیارت اور زیارت عاشورہ افضل ہیں۔

کیوں کہ زیارت عاشورہ کی ایک فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ زائر قیامت کے دن خون حسینؑ میں نہلا کر محشور ہوتا ہے اور اس کا شمار شہدا میں ہوتا ہے اور یہ تمام فضائل میں بہترین ہے، حتیٰ کہ ہزار حج اور رسول اکرمؐ کی معیت میں ادا کئے جانے والے ایک لاکھ حج سے بھی یہ بہتر ہے کیوں کہ زیارت عاشور کی خصوصیت میں اس خصوصیت کے علاوہ ایک اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ زیارت حسینؑ، خدا کو عرش پر زیارت کرنے کے برابر ہے۔(۱)

نواں باب:

زیارت حسینؑ کے بدلے ملنے والی عطائیں

یہ عطائیں خداوند کے فضل وکرم سے ملتی ہیں کہ زیارت کی فضیلت فوت نہ ہو اور ان کی متعدد اقسام ہیں۔

پہلی قسم: زیارت حسینؑ کے لئے نائب مقرر کرنا ہے، چاہے شخص اپنے وطن سے کسی کو نائب قرار دے کر، کربلا بھیجے یا کربلا میں ہی کسی کو اپنی طرف سے زیارت کرنے کے لئے مقرر کرے، اس صورت میں بھی اس کو زیارت کا ثواب ملتا ہے، تاہم اگر وہ خود چل کر زیارت کے لئے جائے تو بہتر ہے۔(۲)

دوسری قسم: زیارت حسینؑ کے لئے سامان فراہم کرنا، چاہے کسی ایسے شخص کے لئے زیارت کا خرچہ دے جو اس کا نائب نہ ہو، اصل بات اسباب زیارت فراہم کرنا اور اس کے لئے زادِ راہ، سواری وغیرہ تیار کرنا ہے۔ زائر حسینؑ کے لئے جن پر زائر کے سفر کا انحصار ہے، روایات کے مطابق اس عمل سے بھی زیارت کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

تیسری قسم: دور سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرنا، اور یہ اجر وثواب کے لحاظ سے نزدیک سے زیارت کرنے کے برابر ہے۔(۲)

یہ عمل اس شخص کے لئے ترک کی وجہ سے ہونے والی جفا کو ختم کرنے کا باعث ہے، جو زیارت کے لئے نہیں جا سکتا ہے۔

اور فضیلت کے لحاظ سے دور سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے چند طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر کی چھت پر جائے زیارت کی نیت سے۔

پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھے اس کے بعد سر کو آسمان کی طرف اٹھائے اور حضرت امام حسینؑ کے روضے کی طرف رخ کرکے کہے:

"اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا اَبَا عَبدِ اللّٰہِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَابنَ رَسُولِ اللّٰہِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ"۔ (۳)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ زیارت حسینؑ کی نیت سے اپنے گھر کے بلند ترین مقام پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور روضۂ امام حسینؑ کی طرف انگلی کے اشارے کے ساتھ سلام کرے۔ (۴)

"السلام علیک یا ابا عبد اللّٰہ، السلام علیک یابن رسول اللّٰہ، السلام علیک ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ"

تیسرا طریقہ: زائر کو چاہیے کہ وہ غسل زیارت کرے، اور اپنے بہترین اور پاکیزہ کپڑے پہن کر ایک بلند مقام پر چلا جائے یا صحرا کی طرف نکلے اور قبلہ رخ ہو کر یا روضۂ امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہے:

"اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا مَولَایَ وَابنَ مَولَایَ وَسَیِّدِی وَابنَ سَیِّدِی اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا مَولَایَ یَا قَتِیلَ ابنَ القَتِیلِ، وَالشَّہِیدَ ابنَ الشَّہِیدِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ، اَنَا زَائِرُکَ یَابنَ رَسُولِ اللّٰہِ بِقَلبِی وَلِسَانِی وَجَوَارِحِی، وَاِن لَم اَزُرکَ بِنَفسِی وَالمُشَاہَدَۃِ فَعَلَیکَ السَّلامُ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا وَارِثَ آدَمَ صَفوَۃِ اللّٰہِ وَوَارِثَ نُوحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ وَوَارِثَ اِبرَاہِیمَ خَلِیلِ اللّٰہِ وَوَارِثَ مُوسٰی کَلِیمِ اللّٰہِ وَوَارِثَ عِیسٰی رُوحِ اللّٰہِ وَکَلِمَتِہِ وَوَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیبِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَنَبِیِّہِ وَرَسُولِہِ وَوَارِثَ اَمِیرِ المُؤمِنِینَ وَصِیِّ رَسُولِ اللّٰہِ وَخَلِیفَتِہِ وَوَارِثَ الحَسَنِ بنِ عَلِیٍّ وَصِیِّ اَمِیرِ

الْمُؤْمِنِيْنَ، لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَكَ وَجَدَّدَ عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَكُلِّ سَاعَةٍ، أَنَا يَا سَيِّدِي مُتَقَرِّبٌ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى جَدِّكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَإِلَىٰ أَبِيْكَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِلَىٰ أَخِيْكَ الْحَسَنِ وَإِلَيْكَ يَا مَوْلَايَ عَلَيْكُمْ سَلَامُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهُ بِزِيَارَتِي لَكَ بِقَلْبِي وَلِسَانِي وَجَمِيْعِ جَوَارِحِي، فَكُنْ يَا سَيِّدِي شَفِيْعِي لِقَبُوْلِ ذٰلِكَ مِنِّي وَأَنَا بِالْبَرَاءَةِ مِنْ أَعْدَائِكَ وَاللَّعْنَةِ لَهُمْ وَعَلَيْهِمْ أَتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَيْكُمْ أَجْمَعِيْنَ فَعَلَيْكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهُ وَرَحْمَتُهُ"

اس کے بعد ذرا سا بائیں طرف مڑ کر حضرت علی اکبرؑ کی طرف متوجہ ہو جائے جو اپنے والد گرامی کے پائے مبارک کی طرف مدفون ہیں اور اسی طریقے سے آپؑ کو سلام کرے۔

اس کے بعد اپنی دینی و دنیوی حاجات خدا سے طلب کرے، پھر چار رکعت نماز زیارت پڑھے، بہتر آٹھ رکعت نماز زیارت ہے، یا چھ یا چار اور کمترین دو رکعت ہیں۔ اس کے بعد قبلے کی طرف منہ کرے اور آپؑ کی ضریح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر کہو:

"أَنَا مُوَدِّعُكَ يَا مَوْلَايَ وَابْنَ مَوْلَايَ وَسَيِّدِي وَابْنَ سَيِّدِي وَمُوَدِّعُكَ يَا سَيِّدِي وَابْنَ سَيِّدِي يَا عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ وَمُوَدِّعُكُمْ يَا سَادَاتِي يَا مَعْشَرَ الشُّهَدَاءِ فَعَلَيْكُمْ سَلَامُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهُ وَرِضْوَانُهُ"۔ (۱)

چوتھا طریقہ پس زائرین سے ملاقات ہے اور ان کا استقبال ہے روایات کے مطابق اس عمل سے بھی آپؑ کی زیارت کا ثواب ملتا ہے۔ (۲)

دسواں باب:

زیارت حسینؑ سے متعلق خصوصی خطابات

آپؑ کی زیارت کے بارے میں بعض مخصوص خطابات ہیں جو دیگر آئمہ اطہارؑ اور انبیائے کرامؑ کی زیارت کے سلسلے میں نہیں پائے جاتے ہیں اوران کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم شہادت کے وقت آپؑ کو پہنچنے والے مصائب وآلام کے صفات سے آپؑ کو مخصوص کرنا جواس بات کی دلیل ہے کہ ان کے لئے ایک خاص فضیلت ہے۔

دوسری قسم آپؑ کی وہ خصوصیات ہیں جن کی نسبت خدا کی طرف ہے، مثلاً ثار اللہ، قتیل اللہ اور ذبیح اللہ۔ (۳)

تیسری قسم: آپؑ پر سلام کرتے وقت انبیائے کرامؑ کو ان کے نام وصفات کے ساتھ سلام کرنا چاہیے اور شاید اس کا راز یہ ہے کہ آپؑ تمام انبیائے کرامؑ کے مظہر ہیں، جس کا ذکر ہم انبیاء کرامؑ کے عنوان کے ذیل میں کریں گے۔

چوتھی قسم: آپؑ کو تلبیہ کے ساتھ پکارنا ہے، چنانچہ بعض ماثورہ زیارت میں آپؑ کے سلام کے بعد کہتے ہیں: لَبَّیْکَ یَادَاعِیَ اللّٰہِ اور اس کو سات مرتبہ دہرانا چاہیے۔ (۱)

اور آپؑ کو لبیک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ اپنے نانا رسول اللہؐ کے بعد جو داعی اول ہیں خدا کی طرف دعوت دینے والے ہیں، آپؑ کے جد امجد نے لوگوں کو اسلام اور شہادتین کی دعوت دی اور خدا کی نصرت وخلق میں خوف پیدا کرنے کے ذریعے، نیز فرشتوں کی مدد اور

شیر خدا حضرت امام علیؑ کی تلوار اور آپ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرنے والے بعض صحابہ کرام کی مدد سے آپ نے اسلام وشہادتین کی تبلیغ فرمائی اور حضرت امام حسینؑ اسلام کی طرف دعوت دینے والے دوسرے داعی ہیں، آپ نے ایمان اور امام برحق و ائمہ راشدینؑ پر اعتقاد کی طرف دعوت دی اور اس دعوت کا ذریعہ آپ کی شہادت ومظلومیت اور آپ پر طاری ہونے والی مخصوص کیفیات تھیں، لہٰذا ایسے داعی کو قول وفعل دونوں سے لبیک کہنا چاہیے اسی لیے آپ کی زیارت کے موقع پر لبیک کہنا مستحب قرار پایا ہے۔

جہاں تک سات مرتبہ لبیک کہنے کا تعلق ہے، اس کے کئی اسباب ہیں: پہلا سبب یہ ہے کہ حالات کے مطابق جواب دینا چاہیے ہیں کیوں کہ اجابت جسم اور اس کے اعضاء ہاتھوں، زبان، کانوں اور آنکھوں کے ذریعے نیز دل سے اور قلبی ارادہ و رغبت اور چاہت سے ہونی چاہیے اور ہر بار لبیک کہنا ان میں سے ایک ذریعے کے حوالے سے ہے، چنانچہ زیارت کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات مرتبہ لبیک یا داعِیَ اللّٰہِ کہنے کے بعد کہتے ہیں اگر آپ کے استغاثے کا جواب میرے جسم نے نہیں دیا، اور جب آپ نے نصرت کے لئے پکارا اس وقت میری زبان نے جواب نہیں دیا تو میرے دل کانوں اور آنکھوں نیز میرے ارادے اور چاہت ومحبت نے آپ کو لبیک کہا ہے۔

یعنی میرے دل نے آپ کی محبت کے ذریعے، میرے کانوں نے آپ کے مصائب سن کر اور میری آنکھوں نے آپ پر گریہ کے ذریعے آپ کا جواب دیا ہے اور میری توجہ آپ کے عمل کو پسند کرنے کے ذریعے اور میرا جسم جو آپ کی طرف آرہا ہے، نیز میری زبان آپ پر سلام بھیجنے کے ذریعے جواب دے رہی ہے۔

سات مرتبہ لبیک کہنے کی دوسری وجہ سات مقامات پر آپ کی صدائے استغاثہ کا جواب دینا بھی ہے۔

پہلی مرتبہ آپ نے مسجد الحرام سے جاتے وقت ایک خطبے میں نصرت کے لئے لوگوں کو پکارا، آپ نے فرمایا: جو اپنی جان خدا کی راہ میں اور ہماری نصرت کے لئے نچھاور کرنا

چاہتا اور خدا سے ملنے کا شوق رکھتا ہے میرے ساتھ چل پڑے اس لئے کہ میں صبح یہاں سے نکل رہا ہوں (۱)۔

دوسری بار آپؑ نے مکہ سے نکلتے ہوئے ان چار افراد کے جواب میں نصرت طلب کی جن میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ تھا وہ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر جو آپؑ کو عراق کی طرف سفر کرنے سے روکنے کے لئے آئے تھے آپؑ نے ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ طور پر جواب دیتے ہوئے فرمایا: مجھے ایسی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جس کو ہر حالت میں انجام دینا ہے، اس کے بعد آپؑ نے ان لوگوں کو اپنی نصرت کی دعوت دی، جس کے جواب میں عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دو بیٹوں (عون و محمدؑ) فرزندان حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام کو آنحضرتؑ کے ساتھ روانہ کیا اور عرض کیا: میں بھی جلد آپؑ سے ملوں گا۔(۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا سے ڈرو اور میری نصرت ترک نہ کرو انہوں نے ایک عذر بیان کر کے الوداع کہا، اس کے بعد عرض کیا، یا ابا عبداللہؑ مجھے وہ جگہ دکھایئے جس کو ہمیشہ رسول خداؐ بوسہ دیتے تھے، آپؑ نے سینہ مبارک کو کھولا، عبداللہ بن عمر نے آپؑ کے قلب مطہر کے بالائی حصے کو چوما اور رو کر الوداع کہا۔(۲)

تیسرا موقع حضرت امام حسینؑ مکہ سے کربلا تک کے راستے میں لوگوں پر حجت تمام کرنے کی غرض سے جس سے ملتے، اس کو اپنی مدد کے لئے پکارتے تھے، کبھی آپؑ اپنی زبان مطہر سے ان کو دعوت دیتے تھے اور کبھی پیغام نصرت بھیجتے تھے، لیکن لوگ آپؑ کے اصحاب کی قلیل تعداد کو دیکھ کر کسی نہ کسی کا بہانہ بناتے تھے، کچھ لوگ تجارتی سامان اور لین دین کی بنا پر معذرت کرتے تھے اور بعض لوگ بیوی بچوں کی مجبوری کا عذر پیش کرتے تھے اور بعض افراد بعد میں ملحق ہونے کا وعدہ کرتے تھے۔

اور بعض لوگوں کو جب معلوم ہوتا تھا آپؑ کسی منزل پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں تو اپنا راستہ بدل دیتے تھے تاکہ حضرتؑ ان سے نصرت طلب نہ کریں۔ چنانچہ فزارہ اور بجیلہ کے

بعض باشندوں سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: حج کے بعد ہم حضرت امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، ہم آپؑ کے ساتھ ساتھ چلتے لیکن آپؑ کے ساتھ ایک ہی منزل پر پڑاؤ ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے، اور جب بھی آپؑ پانی کے ایک کنویں سے پانی لیتے تھے ہم دوسرے کنویں کی طرف جاتے تھے اور اگر آپؑ کے ساتھ ایک ہی منزل پر پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو جاتے تو ہم اس جگہ سے پرے اپنا پڑاؤ ڈالتے تھے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپؑ ہم سے نصرت طلب کریں۔(۱)

مصنف کہتے ہیں: اگر تم اس حالت پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا یہ آپؑ پر پہنچنے والے عظیم ترین مصائب میں سے ہے اور اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ دور سے آپؑ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتے تو راستے سے ہٹ جاتے اور دوسری طرف چلے جاتے تھے تا کہ حضرتؑ ان لوگوں کو پر اپنی نصرت کی ذمہ داری نہ ڈالیں، جس طرح کوفہ کے بعض باشندوں کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔(۲)

اور اس سے بڑھ کر عبید اللہ بن حر جعفی کا قول ہے، جب آپؑ قصر بنی مقاتل کے مقام پر پہنچے تو دیکھا وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے، آپؑ نے فرمایا: یہ خیمہ کس کا ہے؟ کہا گیا کہ یہ عبید اللہ جعفی کا خیمہ ہے، آپؑ نے حکم دیا: اس کو میرے پاس بلوائیں آپؑ کے قاصد نے عبید اللہ جعفی سے کہا حسین بن علیؑ تجھے بلا رہے ہیں، وہ کہنے لگا: اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہ راجعُون، خدا کی قسم میں کوفہ سے اس لئے نکلا ہوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ حسینؑ کے کوفے میں داخل ہوتے وقت میں شہر میں رہوں، خدا کی قسم میں چاہتا تھا کہ میں ان کو نہ دیکھوں اور نہ ہی وہ مجھے دیکھیں۔

جب آپؑ کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تو آپؑ خود اٹھ کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اس کے بعد آپؑ نے عبید اللہ جعفی کو نصرت کی دعوت دی، اس موقع پر اس نے اپنی بات دہرائی اور معذرت کر لی۔ آپؑ نے فرمایا: اے شخص تم ایک خطاء کار اور گناہگار ہو، اگر تم اسی وقت اپنے کیے پر خدا سے توبہ نہیں کرو گے تو خداوند عالم تمہارا

مؤاخذہ کرے گا۔

میری مدد کرو، تا کہ میرے نانا خدا کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کریں، عبید اللہ جعفی نے کہا یابن رسول اللہ خدا کی قسم اگر آپؑ کی نصرت کروں تو سب سے پہلے آپؑ کے قدموں میں اپنی جان قربان کردوں گا، لیکن مجھ سے درگذر کیجئے اور یہ میرا گھوڑا آپؑ کے لئے حاضر ہے، خدا کی قسم میں کبھی اس پر سوار نہیں ہوا ہوں، حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اب جب تم میری مدد نہیں کرتے ہو تو ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم ہماری آواز نہ سن سکو، اور ہمارے دشمن کا بھی ساتھ مت دو اس لئے کہ اگر کوئی ہم اہل بیتؑ کی بے کسی کی فریاد سننے کے بعد ہمارا جواب نہ دے اس کو خدا منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینکے گا۔(۱)

حضرتؑ اٹھ کر اپنے خیمے چلے گئے، عبید اللہ جعفی آپؑ کی شہادت کے بعد پچھتائے اور ندامت میں کچھ اشعار کہے(۲)۔

راہ کربلا میں نصرت و مدد کے لئے آپؑ کی باتوں کا اثر کسی پر نہیں ہوا سوائے زہیر بن القین (۳) کے، وہ فزارہ و بجیلہ کے لوگوں کے ہمراہ تھے جو آپؑ کے نزدیک پڑاؤ ڈالنے سے اجتناب کرتے تھے، ایک منزل پر پہنچ کر ان لوگوں نے حضرتؑ سے فاصلے اپنا پڑاؤ ڈالا، ان لوگوں نے روایت کی ہے: ایک دن ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایسے میں حضرت امام حسینؑ کا قاصد آیا، اور سلام کے بعد زہیر بن القین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، اے زہیر بن القین مجھے حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، وہ تمہیں بلا رہے ہیں، ہم میں سے ہر ایک نے اپنا لقمہ نیچے رکھ دیا اور ہم حیران ہو کر بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اس موقع پر زہیر کی بیوی نے جس کا نام سعید ابن طاؤسؒ کے مطابق دیلم یا دلہم بنت عمرو تھا زہیر سے مخاطب ہو کر کہا: سبحان اللہ، فرزند رسولؐ تجھے بلا رہے ہیں اور تم نہیں جا رہے ہو؟ جا کر دیکھو کیا کہتے ہو پھر واپس آ جاؤ۔ اس پر زہیر اٹھے اور امامؑ کے پاس چلے گئے، کچھ دیر کے بعد زہیر خوشی کے ساتھ واپس آئے، ان کا چہرہ نور سے چمک

رہا تھا زہیر نے اپنے خیمے کو سامان سمیت حضرت امام حسینؑ کی طرف لے جانے کا حکم دیا اور اپنی بیوی سے کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں تم اپنے خاندان کے پاس چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہوں اور اپنی جان ان پر قربان کردوں، اس کے بعد زہیر نے بیوی کو اپنے چچا زاد بھائیوں کے سپرد کیا تا کہ اس کو اس کے خاندان تک پہنچادیں، زہیر کی بیوی اٹھی اس نے رو کر زہیر کو الوداع کیا اور کہا: میں تمہاری خیر چاہتی ہوں، میری خواہش ہے کہ تم قیامت کے دن رسول اللہؐ کے پاس مجھے مت بھولنا زہیر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا: جو بھی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتا اس سے یہ میری آخری ملاقات ہے لیکن میں یہاں پر ایک روایت نقل کرتا ہوں، ہم نے سمندر کے راستے جہاد کیا، خدا نے ہمیں فتح و نصرت عطا کی بہت سارا مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا، سلمان فارسیؓ نے ہم سے کہا: کیا تم اس فتح اور غنیمت پر خوش ہو؟ ہم نے کہا: ہاں ہم خوش ہیں، سلمانؓ نے کہا: جب بھی جوانان بہشت کے سردار حضرت امام حسینؑ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرنے کا موقع میسر آئے تو اس سے زیادہ خوش ہو جاؤ پھر زہیر بولے: میں تم لوگوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر زہیر حضرت سید الشہداءؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور اس وقت تک انہوں آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا جب تک کربلا میں شہادت کے بلند درجے پر فائز نہ ہوئے۔ (۱)

طلب نصرت کا چوتھا موقع بصرہ کے عمائدین کی طرف نصرت کے لئے حضرت امام حسینؑ کا خط لکھنا ہے۔ قاصد حسینؑ کا نام سلمان اور اس کی کنیت ابورزین تھی، اور خط کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

یہ خط حسین بن علی کی طرف سے شرفائے بصرہ اور اس کے عمائدین کے نام ہے، میں تم لوگوں کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ ان دونوں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کر دیا گیا ہے اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے اگر تم میری دعوت کو

قبول کرتے اور میرے حکم کی پیروی کرتے ہو تو میں رشد و ہدایت کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں، والسلام

جب حضرت امام حسینؑ کا خط اہل بصرہ کو ملا یزید بن مسعود نہشلی نے بنی تمیم بنی حنظلہ اور بنی سعد قبیلوں کے افراد کو جمع کیا خطبہ پڑھا اور وعظ و نصیحت کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہا:

یہ حسین ابن علی فرزند رسول خداؐ صاحب شرافت و نجابت اور تدبیر و عقل ہیں، جن کے فضائل بیان کرنے سے زبان قاصر ہے آپؑ علم کے بے کراں سمندر ہیں (۲)، اور وہی اس امر (رہبری) کے لئے اولیٰ ہیں، ایمان، عمر، قدمت اور رسول اللہؐ سے قرابت کے لحاظ سے، آپؑ چھوٹوں پر رحم کرتے اور بڑوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں، آپؑ ہی اس قوم کے بہترین رہبر و ملت کے امام ہیں جن کی اطاعت واجب ہے اور خدا کی حجت آپؑ پر تمام ہیں، آپؑ ہی وعظ و ارشاد کے اہل ہیں، تم لوگ واقعہ جمل میں (حضرت علیؑ کے خلاف خروج کر کے) گناہ کے مرتکب ہوئے ہو، لہٰذا فرزند رسولؐ کی نصرت کے ذریعے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لو۔

ان لوگوں نے یزید بن مسعود کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے روانگی کی تیاری کی لیکن روانہ ہونے سے پہلے آپؑ کی شہادت کی خبر ملی حضرت امام حسینؑ نے پانچویں مرتبہ خط کے ذریعے کوفہ کے ان عمائدین کو نصرت و مدد کی دعوت دی جن کے بارے میں آپؑ سمجھتے تھے کہ وہ آپؑ کے ہمنوا ہیں نصرت و مدد کی دعوت دی۔

خط کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے حسین ابن علی کی طرف سے سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وال اور مؤمنین کی جماعت کے نام۔

امّا بعد، تم لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی حیات طیبہ میں فرمایا تھا: جس نے

ایسے حاکم جور کو دیکھا جو حرام خدا کو حلال قرار دے، عہد خداوندی کو توڑے، سنت رسول خداؐ کا مخالف ہو، خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم وستم کا رویہ اپنائے اور اس کو کوئی نہ روکے قول یا فعل کے ذریعے خدا یقیناً اس کو، اس (حاکم جور) کے اعمال وکردار میں شریک قرار دے گا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ خدائے رحمان کی اطاعت سے روگرداں ہوئے ہیں وہ دل کھول کر برائیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور خدا کی حدود وقیود کو پھلانگ رہے ہیں، مسلمانوں کے مال وجائیداد کو ہڑپ کر رہے ہیں، انہوں نے خدا کے حرام کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام قرار دیا ہے اور بیشک رسول اللہؐ سے قرابت کی وجہ سے اس امر (خلافت) کا حقدار ہوں۔ اور تم لوگوں کے خطوط مجھے ملے اور تمہارے قاصد میرے پاس آئے کہ تم نے میری بیعت کی ہے (مجھے یقین ہے) تم مجھے اپنے حال پر نہیں چھوڑ گے اور مجھے رسوا نہیں کرو گے، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو یقیناً تم نے ہدایت پالی اور تمہاری ذات میری طرح اور تمہارے بیوی بچے میرے بیوی بچوں کی طرح ہوں گے اور تم نے میری پیروی کی ہے، اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے اور اپنے عہد وپیمان توڑو گے اور بیعت واپس لو گے جو میری قسم تم لوگوں سے بعید نہیں جیسا کہ تم نے میرے باپ بھائی اور میرے چچازاد (مسلم) کے ساتھ کیا، اور مغرور وہ ہے جو تمہاری وجہ سے مغرور ہو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنی قسمت تباہ کر لی ہے اور جو سیدھے راستے سے منحرف ہو گیا اس نے اپنا نقصان کیا اور خدا تم سے بے نیاز ہے۔

والسلام

اس کے بعد آپ نے خط کو لپیٹ دیا اور اس پر مہر لگا کر قیس بن مسہر صیداوی کے حوالے کیا، جب وہ کوفے کے قریب پہنچے، حصین بن نمیر تمیمی نے ان کا راستہ روکا اور اس کو گرفتار کر کے تلاشی لینا چاہی اس موقع پر قیس نے آنحضرتؑ کے خط کو پارہ پارہ کیا۔ (۱)

حصین بن نمیر نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد ملعون کے پاس بھیجا، قیس کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا، اس ملعون نے پوچھا: تم کون ہو؟ قیس بولے: میں امیر المومنین علی بن

ابیطالبؑ اور آپؑ کے فرزند حسینؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔

ابن زیاد نے پوچھا: تم نے خط کو کیوں پھاڑا؟ قیس بولے: تاکہ اس کے مضمون سے تم واقف نہ ہو سکو، ابن زیاد نے پوچھا: خط کس کا تھا اور کس کے نام لکھا گیا تھا، قیس نے کہا: حسین ابن علی علیہ السلام کی طرف سے کوفہ کے بعض لوگوں کے نام تھا جن کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں۔

اس پر ابن زیاد غصے سے آگ بگولا ہو کر بولا: خدا کی قسم جب تک ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤ گے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، یا یہ کہ تم منبر پر جا کر حسین بن علیؑ، ان کے باپ اور بھائی پر (نعوذباللہ) لعنت کرو، ورنہ میں تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا، قیس بولے: جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے میں ان کے نام نہیں بتاؤں گا، رہا حسین بن علیؑ، ان کے باپ اور بھائی پر نفرین بھیجنے کی بات تو میں قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ منبر پر گئے پھر خدا کی حمد وثنا کے بعد پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کے آل پر درود بھیجا، اور علیؑ و اولاد علیؑ پر درود ورحمت بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور بنی امیہ کے سرکش لوگوں پر بھی اول سے آخر تک لعنت بھیجی۔

اس کے بعد قیس نے کہا: لوگو میں تمہاری طرف سے حسین بن علی علیہ السلام کا قاصد ہوں تحقیق حسین بن علی علیہ السلام بندگان خدا میں سب سے بہتر ہیں وہ فاطمہؑ دختر رسول خداؐ کے فرزند ہیں اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں، میں منزل حاجر پر ان کو چھوڑ کر آیا ہوں ان کی طرف چل پڑو۔

ابن زیاد ملعون نے قیس کو محل کی چھت سے نیچے گرانے کا حکم دیا چنانچہ ان کے ہاتھوں کو باندھ کر محل کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا قیس کی ہڈیاں چور ہو گئی تھیں لیکن ابھی وہ سانس لے رہے تھے کہ عبد الملک بن عمیر لخمی نامی شخص نے ان کا سر قلم کر دیا لوگوں نے اس کی ملامت کی تو کہا: میں اس کو تکلیف سے نجات دلانا چاہتا تھا۔(۱)

چھٹا موقع وہ ہے جب حضرت امام حسینؑ نے آپؑ کے مد مقابل لڑنے کے لئے تیار

ہونے والے لشکر سے نصرت طلب کی اور یہ اتمام حجت کے لئے تھا سب سے پہلے آپؑ نے حر اور ان کے لشکر کو اس وقت مدد کے لئے پکارا جب ان لوگوں نے آپؑ کا راستہ روک کر واپس جانے سے منع کیا اور دوسری مرتبہ چھٹی محرم کی رات کو آپؑ نے ابن سعد ملعون سے بھی نصرت طلب کی۔

جہاں تک حر کا تعلق ہے جب لشکر حر آپؑ سے ملے تو ان لوگوں کو آپؑ نے پانی پلایا وہ لوگ بھی آپؑ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، حر آپؑ کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوا، حضرت امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کا حکم دیا، اور حجاج نے اذان دی، جب نماز جماعت کے لئے اقامت پڑھی گئی تو آنحضرت اپنے خیمے سے برآمد ہوئے اس وقت آپؑ ازار اور ردا پہنے ہوئے تھے، پاہائے مبارک میں نعلین تھیں، آپؑ اپنی تلوار ٹیکتے ہوئے آئے لوگوں نے آپؑ کا استقبال کیا، آپؑ نے حمد و ثنا الٰہی کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو میں تمہاری طرف اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے اور تمہارے قاصد میرے پاس نہ آئے کہ آپؑ ہماری طرف آیئے، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، شاید خدا آپؑ کے ذریعے سے ہم کو ہدایت و حق پر جمع کردے، اگر تم اپنی بات پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں، تم اپنے عہد کی پابندی کرو اور اپنے وعدوں پر عمل کرو تا کہ میں مطمئن ہوسکوں، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرے آنے پر خوش نہیں ہو تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

آپؑ کا خطاب سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے ایک لفظ بھی نہیں بولا، آپؑ نے موذن کو اقامت پڑھنے کا حکم دیا، اس نے نماز جماعت کے لئے اقامت پڑھی، حضرتؑ حر سے فرمایا: کیا تم اپنے ساتھیوں کو علیحدہ نماز پڑھانا چاہتے ہو؟ حر نے عرض کیا: نہیں بلکہ آپؑ نماز پڑھایئے اور ہم آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضرت امام حسینؑ نے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر آپؑ اپنے خیمے آئے آپؑ کے اصحاب وہاں جمع ہوئے اور حر اس مقام پر چلے گئے جہاں سے وہ آئے تھے، اور اپنے

خیمے میں داخل ہوئے، اور ان کے پانچ سو ساتھی وہاں آ کر جمع ہوئے دوسرے افراد اپنی ان صفوں میں واپس چلے گئے جہاں سے وہ آئے تھے، ان میں سے ہر ایک نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ہاتھوں میں لے لیں اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے انہی کے سائے میں بیٹھ گئے۔

پھر عصر کا وقت داخل ہونے پر حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو نماز کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا، اصحاب تیار ہوئے اس کے بعد آپؑ نے اپنے منادی کو عصر کی نماز کے لئے اعلان کا حکم دیا، اذان و اقامت کے بعد آنحضرتؑ آگے بڑھے اور لوگوں نے آپؑ کی اقتدا میں نماز عصر پڑھی، سلام نماز کے بعد آپؑ نے مجمع کی طرف رخ کر کے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو، اگر تم خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو تو خدا کی خوشنودی حاصل کرو گے ہم آل محمدؐ ہیں اور اس امر (امت مسلمہ کی قیادت) کے لئے ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو آج اس منصب کے جھوٹے دعویدار بنے بیٹھے ہیں اور تم لوگوں پر جور و ستم کے ذریعے فرمانروائی کر رہے ہیں، اگر تم ہمیں پسند نہیں کرتے اور ہمارے حق کے معترف نہیں ہو اور آج تم اس رائے کے مخالف ہو جو تمہاری طرف سے مجھے وصول ہونے والے خطوط اور تمہارے قاصدوں کی باتوں سے ظاہر ہوتی تھی تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

اس پر حر عرض کرنے لگا: خدا کی قسم مجھے معلوم ہی نہیں کہ یہ خطوط کیا ہیں اور یہ قاصد کون ہیں جن کا تذکرہ آپؑ فرما رہے ہیں۔

حضرتؑ نے اپنے ایک صحابی (عقبہ بن سمعانؓ) سے فرمایا: وہ دو تھیلے لادو جن میں ان لوگوں کے خطوط بھرے ہوئے ہیں، چنانچہ عقبہ خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے لائے اور خطوط حر کے سامنے پھیلا دیئے حر نے عرض کیا: ہم ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں جنہوں نے آپؑ کو خط لکھے ہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جہاں آپؑ سے مل جائیں اس وقت تک آپؑ کا ساتھ نہ چھوڑیں جب تک آپؑ کو کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش نہ کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس سے موت تمہارے لئے زیادہ نزدیک ہوگی۔(۱)

جہاں تک عمر ابن سعد لعین سے نصرت طلب کرنے کا تعلق ہے حضرت امام حسینؑ نے اس کے پاس کسی کو یہ کہہ کر بھیجا کہ تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات تمہارے اور میرے لشکر کے درمیان کے مقام پر مجھ سے ملو(۱)۔ عمر بن سعد ملعون بیس افراد کو لے کر خیمے سے نکلا، اسی طرح آپؑ بھی بیس اصحاب کی معیت میں تشریف لے گئے جب دونوں ملے تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو وہاں سے دور ہونے کا حکم دیا وہ چلے گئے صرف آپؑ کے بھائی عباسؑ اور بیٹے علی اکبرؑ رہ گئے، عمر بن سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو چلے جانے کا کہا، صرف اس کا بیٹا حفص اور اس کا غلام وہیں رہے۔ آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر اے ابن سعد تم اس خدا سے نہیں ڈرتے جس کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے؟ تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے میں کس کا بیٹا ہوں ان لوگوں (بنی امیہ) کو چھوڑ دو اور میرا ساتھ دو، یہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ عمر بن سعد ملعون بولا: میں ڈرتا ہوں کوفے میں میرے گھر کو تباہ و برباد نہ کر دیں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے کھیت پر قبضہ نہ کر لیں۔ امامؑ نے فرمایا: میں حجاز میں اپنی جائیداد میں سے اس سے بہتر تمہیں دوں گا۔ عمر بن سعد بولا: میرے گھر والے کوفہ میں ہیں، ان کے بارے میں ڈرتا ہوں، حضرتؑ نے فرمایا: میں ان کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر عمر بن سعد ملعون خاموش ہو گیا اور وہ کچھ بھی نہیں بولا حضرت امام حسینؑ یہ فرماتے ہوئے واپس تشریف لائے تمہیں کیا ہوا ہے؟ خدا بہت جلد تمہیں بستر میں ہلاک کر دے گا اور روز محشر تمہارے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ تم عراق کی گندم میں سے تھوڑی سی مقدار کے علاوہ نہیں کھا سکو گے۔

ابن سعد نے آپؑ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: جو، گندم سے زیادہ کفایت کرتا ہے۔(۱)

ساتویں مرتبہ حضرت امام حسینؑ نے اس وقت نصرت طلب کی جب میدان کربلا میں آپؑ کا محاصرہ کیا گیا، گھوڑوں اور افراد کی تعداد تیس ہزار تک پہنچی، ان لوگوں نے آپؑ پر پانی بھی بند کر دیا، اس وقت حبیب بن مظاہرؓ نے آپؑ کی خدمت میں جا کر عرض کیا: یا بن

رسول اللہ! یہاں سے نزدیک بنی اسد کی ایک بستی ہے، کیا اس بات کی اجازت دیں گے میں ان کے پاس جا کر ان کو آپ۔ کی مدد کے لئے بلاؤں؟ شاید دشمن کو دفع کرنے میں وہ کام آسکیں! آپؑ نے فرمایا: میری طرف سے اجازت ہے۔

حبیب بن مظاہرؓ رات کی تاریکی میں چھپ کر ان کے پاس گئے جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ بھی بنی اسد سے ہیں تو انہوں نے حبیبؓ سے کہا: تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ حبیبؓ نے کہا: میں تمہارے پاس خیر و نیکی کے پیغام کے ساتھ آیا ہوں میں تمہیں تمہارے نبیؐ کے فرزند کی نصرت کی دعوت دینے آیا ہوں اس لئے کہ آپؑ مومنین کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ ہیں جن میں سے ہر ایک، ایک ہزار آدمی سے بہتر ہے جو کبھی ذلت قبول نہیں کریں گے، اس وقت آپؑ عمر بن سعد لعین کے محاصرے میں ہیں، اور تم لوگ میرے قبیلہ و برادری سے تعلق رکھتے ہو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، آج فرزند رسولؐ کی نصرت و مدد میں میری اطاعت کرو تم کو دنیا میں عزت و شرف اور آخرت میں خیر و ثواب ملے گا، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی فرزند دختر رسولؐ کے ساتھ خدا کی راہ میں قتل نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ اعلیٰ علیین میں رسول خداؐ کے ساتھ ہوگا۔

ان میں سے ایک شخص اٹھا جس کا نام عبداللہ بن بشیر تھا، وہ کہنے لگا: میں سب سے پہلے اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں، اس نے رجز پڑھی اور نصرت حسینؑ پر آمادگی کا اظہار کیا، اس کے بعد دیگر افراد نے بھی آمادگی کا اظہار کیا جن کی تعداد نوے تک پہنچ گئی وہ سب نصرت حسینؑ کے لئے اٹھے، اس دوران بستی کا ایک فرد عمر بن سعد لعین کے پاس گیا اور اس کو حالات کی اطلاع دی، عمر بن سعد نے اپنے لشکر میں سے ایک شخص کو جس کا نام ازرق بن حرث صداوی تھا چار سو، سواروں کے ساتھ بنی اسد کی بستی میں بھیجا، ادھر بنی اسد کے لوگ رات کی تاریکی میں نصرت حسینؑ کے لئے تیار ہو کر حبیب بن مظاہرؓ کے ساتھ لشکر حسینی کی طرف رواں دواں تھے کہ دریائے فرات کے کنارے وہ لشکر ابن سعد سے ملے اس موقع پر دونوں طرف کے لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ان کے درمیان سخت جنگ چھڑ گئی،

حبیب بن مظاہرؓ نے ازرق کو مخاطب کر کے کہا: وائے ہو تم پر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو، یہ شقاوت وظلم ہمارے ساتھ کسی اور کو کرنے دو۔

ازرق نے واپس جانے سے انکار کیا بنی اسد کو معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے بھاگ کر وہ اپنی بستی میں گئے۔ اس کے بعد وہ ابن سعد ملعون کے خوف سے رات کی تاریکی میں بستی چھوڑ کر چلے گئے۔(۱)

حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر سارا واقعہ سنایا حضرت نے فرمایا: لا حول و لاقوۃ اِلّا باللّٰہ (۲)

یہ آخری موقع تھا کہ امامؑ نے لوگوں کو نصرت کے لئے پکارا اس کے بعد آپ مایوس ہو گئے اور معلوم ہوا کوئی بھی ان کی مدد کرنے والا نہیں ہے، اور یہ بھی جان لیا کہ وہ جہاد جس کے ذریعے فتح ونصرت اور دشمن پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے آپ کے ذمے سے ساقط ہو گیا ہے۔

اس کے بعد آپ اس مخصوص جہاد کی تیاری کرنے لگے جو قتل کیے جانے کی غرض سے جہاد کیا جاتا اور اور جنگ لڑی جاتی ہے۔

آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا تا کہ ان کو بتایا جائے کہ آپ کی نصرت کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور فتح ونصرت حاصل کرنے اور غلبہ پانے کے لئے ممکنہ جہاد کی ذمہ داری اٹھ گئی ہے اور اس طرح کی کوئی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی ہے آپ اُٹھ کر خطاب کرنے لگے اس حال میں کہ آپ کا دل ٹوٹ گیا تھا اور مایوسی کے عالم میں امیدیں ختم ہو گئی تھیں، آپؑ فرمانے لگے:

امر واقعہ کو تم نے دیکھ لیا بے شک دنیا بدل گئی ہے (منہ موڑ چکی ہے) اور اس کی خوبیاں ختم ہو گئیں ہیں، آپ نے خطبہ جاری رکھا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اب مجھے کسی کی طرف سے نصرت ومدد کی امید نہیں رہی، بلکہ میں لوگوں کی نصرت سے مایوس ہو گیا ہوں سب نے مجھ سے روگردانی کی ہے، تم میں سے کسی پر میرے ساتھ فتح ونصرت اور دشمن پر

کامیابی و غلبے کے امکان کی غرض سے جہاد کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔
بلکہ خداوند عالم نے قتل ہونا میرے اور میرے ساتھیوں کے مقدر میں لکھا ہے لہٰذا جو بھی میرے ساتھ قتل ہونا پسند کرتا ہے، میرے ہاتھ پر بیعت کرلے اور جو ایسا نہیں چاہتا وہ اس رات کی اس تاریکی میں چلا جائے ان لوگوں کو میرے علاوہ کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔

اس موقع پر آپؑ کے اصحاب میں سے ہر ایک نے عجیب انداز میں تقریریں کیں، جس کی تفصیل شہداء کے باب میں آئے گی اس موقع پر اصحابؓ نے ایک بار پھر آپؑ سے بیعت کی۔(۱)

تیسری وجہ :

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے دوران سات مرتبہ لبیک کہنا، آپؑ کی طرف سے سات مرتبہ خاص اُمور سے متعلق استغاثہ کے لئے پکارنے کا جواب ہے جن کا کسی نے جواب نہیں دیا تھا۔

پہلا خاص امر: آپؑ نے اپنے اہل و عیال اور اصحاب کو پانی پلانے کا مطالبہ کیا۔(۲)

دوسرا موقع : آپؑ نے خواتین اور بچوں کو پانی پلانے کی درخواست کرتے ہوئے فرمایا: ان کا قصور کیا ہے (یہ تو تمہارے ساتھ نہیں لڑیں گے)۔(۳)

تیسرا خاص موقع: آپؑ نے صرف شیر خوار علی اصغرؑ کو پانی پلانے کا مطالبہ کیا، آپؑ نے فرمایا: کوئی ہے جو اس بچے کو پانی کا ایک گھونٹ پلائے؟

اس کے بعد آپؑ نے س بات پر اکتفا کیا کہ وہ لوگ خود بچے کو پانی پلائیں، چنانچہ ابن سعد لعین نے کہا: اس شیر خوار کو پانی پلاؤ (حرملہ کو تیر چلانے کا حکم دیا)۔(۱)

چوتھا خاص موقع : امامؑ نے لشکر کوفہ و شام کو شیعہ آل ابی سفیان قرار دیتے ہوئے مخاطب فرمایا کہ وہ اہل حرم کو لوٹنے سے باز رہیں، آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنے حملے کا ہدف

قرار دو اور میرے اہل حرم کو چھوڑ دو(۲)

پانچواں خاص موقع: آپؑ نے ایک بار پھر یزیدی لشکر کی جانب سے اہل حرم کو لوٹنے کا کام کچھ دیر کے لئے موخر کرنے کے مطالبے کے ساتھ فرمایا: میرے قتل کے بعد جو چاہو کرلو۔(۳)

چھٹی مرتبہ حضرت نے اس وقت دشمن کو پکارا، جب آپؑ زمین پر گرے ہوئے تھے آپؑ نے ان سے مطالبہ کیا کہ اہل حرم کو نہ لوٹیں اور خیام کو آگ نہ لگائیں۔ اس لئے کہ آپؑ نے شمر کو یہ کہتے ہوئے سنا: آگ لگاؤ تا کہ میں خیموں کو ان میں موجود لوگوں سمیت جلا دوں، اس موقع پر حضرتؑ نے شمر کو مخاطب کر کے فرمایا اے ذی الجوشن کے بیٹے کیا تم ہو جو آگ منگوار ہے ہو میرے اہل حرم کو جلانے کے لئے؟(۴)

ساتویں مرتبہ حضرتؑ نے آخری سانس لیتے ہوئے ایک بوند پانی کے لئے پکارا اور اسی حالت میں آپؑ کا سر مبارک بدن سے جدا کیا گیا۔(۵)

اور چونکہ امامؑ کے ان استغاثوں کا کسی نے جواب نہیں دیا ہے اس لئے کہ آپؑ کے چاہنے والوں کو چاہیے کہ ان استغاثوں کی تعداد کے مطابق لبیک کہیں، تا کہ ان کو، ان حالات میں آپؑ کے استغاثے کا جواب دینے کا ثواب مل جائے اگر وہ دل میں اس بات کا تصور کرلیں۔

چوتھی وجہ:

یہ ایک عجیب وجہ ہے، حضرتؑ کی زیارت کے دوران سات مرتبہ لبیک کہنے کا مطلب آپؑ کی ان صدہائے استغاثہ کا جواب دینا ہے جو سات مواقع پر مختلف حالات میں آپؑ نے بلند کی تھیں، اپنی حالت زار کو دیکھ کر لوگوں کی روگردانی ان کی بے رخی اپنے اضطراب بے وطنی اور بے کسی کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر اس کے کہ لوگوں سے کوئی چیز مانگیں، جس کو حضرتؑ نے "واعیہ" کا نام دیا ہے، ان استغاثوں کے خاص اثرات ہیں ان میں سے ہر

ایک خاص محرکات واثرات کے باعث بنا اور ان کی وجہ سے کئی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور حالات میں خاص تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

لہٰذا ان استغاثوں پر کان دھرتے رہو اس لئے کہ آپؑ کی صدا ہائے استغاثہ آج بھی آپؑ کے چاہنے والوں کے کانوں تک پہنچتی ہیں اور اگر استغاثے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں تو ان کو کان کھول کر سنو اور خدا کی طرف دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہو خدا تم پر رحمت بھیجے۔

اس سلسلے کا پہلا استغاثہ وہ ہے جب آپؑ کے لشکر کا یزیدی لشکر سے آمنا سامنا ہوا تو خداوند عالم نے حضرتؑ پر فتح ونصرت نازل کی اور فتح کے جھنڈے آپؑ کے سر مبارک پر لہرانے لگے اور (آپؑ کو شہادت وفتح میں سے ایک کا انتخاب کرنے کا حکم ہوا تو) آپؑ نے لقائے الٰہی کو فتح ونصرت پر ترجیح دی(۱)، پھر آپؑ نے اتمام حجت کے لئے صدائے استغاثہ بلند کی (۲)، جس نے خاص انداز میں اصحاب حسینؑ کی ہمت باندھی اور ان کے عزم وارادے کو پختہ کیا۔ ان میں انقلابی دگرگونی پیدا ہوئی، چنانچہ وہ بے اختیار راہ خدا میں شہید ہونے کے لئے اضطراب وبکا کی حالت میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوگئے اس کا ذکر ہم شہدا کے باب میں کریں گے۔

لہٰذا تم بھی شہداء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہو: میرے مولا اگر شہداء کربلا کی طرح میرا جسم آپؑ کے استغاثے کا جواب نہیں دے سکا اور میری زبان آپؑ کی طلب نصرت کی آواز پر لبیک نہ کہہ سکی تو میرا دل ان کے عمل کی چاہت میں اور میری آنکھیں آپؑ پر گریہ کے ذریعے لبیک کہہ رہی ہیں، چنانچہ زیارت میں کہا گیا اگر تم نے اس طرح لبیک کہا تو دوسری صدائے استغاثہ سنو جب جنگ چھڑ گئی اور آپؑ مشکلات میں مبتلا ہوئے تو آپؑ نے آواز استغاثہ بلند کی، جب اصحاب شہید ہونے لگے تو خواتین مضطرب ہوئیں اور آپؑ ملول ہوگئے تو آپؑ نے بلند آواز میں پکارا: کوئی ہے جو ہم سے دشمن کے شر کو دور کرے؟ اس آواز نے اس خواتین کو متاثر کیا جو آپؑ کے ہمراہ تھیں خواتین کی ہمت بندھی اور انہوں اپنی

اولاد، شوہروں اور بھائیوں کو راہ خدا میں قربان کیا یہی نہیں بلکہ ان میں سے بعض خود شہید ہو گئیں اس کا ذکر ہم شہدائے کے باب میں کریں گے۔

اور اس صدائے استغاثہ نے بوڑھی عورتوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا، انہوں نے حضرتؑ کی آواز پر لبیک کہے ہوئے اپنی جان سے عزیز افراد یعنی اپنے جوان بیٹوں کو اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کو راہ خدا میں قربان کر دیا تو اے زائر حسینؑ! جب تم زیارت کے لئے جاتے ہو اور اس حالت کا ذہن میں تصور کرتے ہو تو کیا تمہارے اندر بھی جوش و ولولہ پیدا نہیں ہوتا اور کیا یہ سزاوار نہیں کہ تم پہلی صدائے استغاثہ کا جواب پہلے لبیک کی صورت میں دو اور لبیک یا داعی اللہ اگر آپؑ کی آواز استغاثہ کا جواب میرا بدن نہیں دے سکا، اور میری زبان آپؑ کی آواز نصرت پر لبیک نہ کہہ سکی تو میرا دل جواب دے رہا ہے اے زائر اگر تم نے حضرتؑ کی دوسری صدائے استغاثہ کا جواب دیا ہے تو سنو تیسری آواز اٹھ رہی ہے:

تیسری صدائے استغاثہ: جب تمام اصحاب شہید ہوئے اور آپؑ بے کس ہو گئے تو لقائے الٰہی کی غرض سے خیمے سے نکل کر لشکر یزید کے سامنے کھڑے ہوئے اس وقت آپؑ گھوڑے پر سوار تھے، آپؑ نے دائیں طرف دیکھا کوئی نظر نہیں آیا بائیں طرف دیکھا تو کوئی نہیں تھا اور دیکھا کہ سامنے اصحاب اور اہل بیتؑ کے شہدا زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور پیچھے خیمہ گاہ میں آپؑ کے اہل و عیال اور بچے بے یار و مددگار ہیں تو اس وقت آواز دی: کوئی ہے جو خدا کی خوشنودی کی خاطر ہماری آواز پر لبیک کہے؟ کوئی مدد کرنے والا ہے جو خدا کے نزدیک ہماری نصرت سے ثواب کا مستحق بنے؟ (۱)

یہ صدائے استغاثہ آپؑ کے ساتھ موجود خواتین کے صبر و قرار چھیننے میں اتنی مؤثر رہی کہ وہ ہم آواز ہو کر نالہ و فریاد کرنے لگیں جب ان کی آواز حضرتؑ کے کانوں تک پہنچی تو آپؑ خیمے کی طرف واپس آئے اور فرمایا: چپ رہو، دشمنوں کو مجھے طعنہ دینے کا موقع نہ دو، ابھی تمہارے لئے رونے کے بہت سے مواقع آنے والے ہیں۔ (۱)

اس صدائے استغاثہ سے آپؑ کے ساتھ موجود خواتین فریاد کرنے لگیں، جس سے

آپؑ مشکل میں مبتلا ہوئے اور ان کو چپ کرانے کے لئے واپس آنا پڑا لہٰذا کیا یہ مناسب نہیں کہ تم بھی اس صدائے استغاثہ پر لبیک کہتے ہوئے گریہ وزاری کرو، کیونکہ حضرتؑ اس پر خوش ہوں گے اور اس سے آپؑ کا دل بہل جائے گا آپؑ کی اس صدائے استغاثہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زبان سے: لبیک یاداعی اللّٰہ اور جب حضرتؑ پر حالات سخت سے سخت تر ہو گئے اور مصیبتیں یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگیں تو آپ زمین پر گر پڑے۔

اس وقت آپ نے چوتھی بار صدائے استغاثہ بلند کی اس آواز نے سید سجادؑ کو بھی تڑپا دیا چنانچہ آپؑ بستر بیماری سے اٹھے، جب کہ آپؑ بیمار تھے اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے اور آپؑ پر جہاد واجب نہیں تھا، لیکن استغاثے کی اس آواز نے سید سجادؑ پر ایک خاص اثر چھوڑا، آپؑ نے ایک عصا ہاتھ میں اٹھایا اور اس حالت میں خیمے سے باہر نکلے کہ تلوار زمین پر کھینچی جا رہی تھی، حضرت ام کلثومؑ آپؑ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑیں: بیٹے واپس آؤ، حضرت سجادؑ فرمانے لگے: پھوپھی اماں مجھے اجازت دیجئے کہ فرزند رسولؐ کے قدموں میں جہاد کروں، حضرت امام حسینؑ نے آواز دی: ام کلثومؑ اسے روکئے کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین آل محمدؐ کی نسل سے خالی ہو جائے، چنانچہ ام کلثومؑ نے آپؑ کو واپس بلا لیا۔(۱)

تو اس چوتھی مصیبت کے وقت صدائے استغاثہ حسینؑ پر لبیک کہنے میں جلدی کرو اس لئے کہ آپ پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور ایک بار پھر آپؑ نے آواز دی اور پانچویں صدائے استغاثہ بلند ہوئی۔

آپؑ نے پانچویں صدائے استغاثہ اس وقت بلند کی جب آپؑ زخموں سے چور چور زمین پر پڑے ہوئے تھے، اس بار آپؑ کی آواز سے بچے متاثر ہوئے اور خیموں سے دو بچے آپؑ کی مدد کے لئے نکلے۔

ان میں سے ایک بچہ کے کانوں میں دو عدد گوشوارے تھے، وہ جب خیمے سے نکلا تو سہما ہوا تھا اور دائیں بائیں طرف دیکھتا جا رہا تھا اور جب وہ خیموں سے ذرا فاصلے پر پہنچا تو

ہانی بن ثبیت ملعون نے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی اور موقع پر ہی شہید کیا، اس کی ماں اس کی طرف خاموشی سے دیکھ رہی تھی، جیسے وہ مدہوش ہو گئی ہو۔(۲)

دوسرا بچہ جو حضرتؑ کی صدائے استغاثہ سن کر خیمے سے نکلا وہ عبداللہ بن الحسنؑ تھے اس وقت ان کی عمر ۱۱ سال تھی، جب انہوں نے اپنے چچا کو زمین پر پڑا ہوا مدد کے لئے پکارتے دیکھا تو ان کی مدد کے لئے خیمے سے نکلے۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنی بہن کو پکارا، بہن اسے روک لو وہ روکنا چاہتی تھیں کہ عبد اللہؑ بولے: خدا کی قسم میں اپنے چچا کو اس حال میں نہیں چھوڑوں گا، یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور حضرت امام حسینؑ کا دفاع کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک ظالم نے ان کا ہاتھ کاٹا اور وہ شہید ہو گئے اس کی تفصیل اہل بیتؑ کے باب میں آئے گی۔

اور اے زائر اگر تم نے پانچویں مرتبہ آپؑ کو لبیک کہا ہے تو جلدی کرو، چھٹی صدائے استغاثہ سننے کے لئے۔(۱)

چھٹی صدائے استغاثہ حضرتؑ نے اس وقت بلند کی جب آپؑ زمین پر پڑے تھے اور دشمن آپؑ کو قتل کرنے کی تیار کرنے لگے اس بار صدائے استغاثہ حسینؑ نے آپؑ کی بہن زینبؑ کو مضطرب کیا اور فریاد کرتے ہوئے قتل گاہ کی طرف جانے پر مجبور کیا، کہتے ہیں کہ آپؑ پا برہنہ اور سر برہنہ خیمے سے نکلیں، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ زینب کبریٰ علیہا ابن سعد ملعون سے مدد مانگنے لگیں، آپؑ نے فرمایا: اے پسر سعد کیا یہ مناسب ہے کہ اباعبداللہ شہید ہو جائیں اور تم دیکھتے رہو؟ یہ حالت دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون بھی رونے لگا، اس کے آنسو داڑھی پر جاری ہوئے لیکن اس نے منہ پھیر لیا اے زائر چھٹی آواز پر لبیک کہو، اس لئے کہ حضرت امام حسینؑ نے اس وقت یہ آواز دی تھی جب آپؑ مشکل میں پڑے ہوئے تھے اور مصائب و آلام اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔(۲)

ساتویں صدائے استغاثہ سب سے عظیم تھی جو شہادت عظمیٰ کے وقت ایک خاص انداز میں خاص عبارت کے ساتھ خاص طریقے سے اور خاص وقت اور سخت حالت (شہادت)

میں بلند ہوئی تھی۔ اس آواز نے دیگر صدائے استغاثہ صرف چند مخصوص لوگوں کو متاثر نہیں کیا بلکہ یہ تمام مخلوقات عالم میں اثر کر گئی اور ان کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، اس نے پوری کائنات کو اور زمین و آسمان کے اندر اور درمیان میں پائی جانے والی اشیاء کو لرزہ کر رکھ دیا، اس کو سن کر ہر شے اپنی پناہگاہ سے باہر نکل آئی اور ہر ثابت چیز حرکت میں آ گئی حتیٰ کہ عرش الٰہی، اس کے اردگرد، اور اوپر نیچے تمام اطراف لرزنے لگے، بہشت و دوزخ اور ان میں موجود لوگ حرکت میں آ گئے اور ہر وہ چیز جو نظر آتی تھی یا مخفی تھی وہ لرزنے لگی (۱)۔ ان خصوصیات کی تفصیل باب شہادت میں بیان کی گئی ہے اور اس کو زبان و قلم سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تو اے زائر حضرت امام حسینؑ کی ساتویں صدائے استغاثہ کا جواب ساتویں لبیک کے ذریعے دیتے ہوئے کہو: لبیک داعی اللہ اگر آپؑ کی صدائے استغاثہ کا جواب میرا جسم نہیں دے سکا تو اس وقت آپ کا جواب میں اپنے دل، کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور جسم کے دیگر اعضاء و جوارح کے ذریعے اور نالہ و فریاد، آہ و فغاں، گریہ و زاری، اور چیخ و پکار کے ذریعے اور اپنے حالات کی دگرگونی اور اپنے پورے وجود کے ذریعے آپ کا جواب دے رہا ہوں۔ (۲)

اور جب تم ان سات صداہائے استغاثہ کے جواب میں سات بار لبیک کہو تو اس وقت ان حالات کو مدنظر رکھو جن سے حضرت امام حسینؑ دوچار ہوئے تھے تو جان لو ہر بار استغاثے کا جواب دیتے ہو لبیک کہتے ہو تو تمہارے لبیک کے جواب میں بھی تم لبیک کی آواز سنو گے اور تمہارے ہر جواب استغاثہ کا جواب ملے گا۔

اور تمہارے سات مواقع ایسے ہیں جن میں تم سات مرتبہ لوگوں کو مدد کے لئے پکارو گے لیکن کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا، اور تمہاری آواز سننے والا کوئی نہیں ہوگا ہاں اگر تم حضرت امام حسینؑ کو جواب دو گے اور اس تفصیل کے مطابق جس کو ہم نے بیان کیا آپؑ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہو گے تو حضرتؑ بھی تمہاری آواز کا جواب دیں گے بلکہ تمہارے سات استغاثہ کے مواقع پر تمہاری مدد کو پہنچ گے اور تمہاری آواز کا جواب دیں گے بلکہ تمہارے سات استغاثے کے مواقع پر تمہیں لبیک کہیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور

تمہیں ہلاکت سے نجات دلائیں گے۔

پہلی بار انسان مرض الموت کے وقت مدد کے لئے پکارتا ہے (اذا بلغت التراقی وقیل من راق ○ وظن انه الفراق ○ والتفت الساق بالساق (۱)

اس حالت میں تم اپنے رشتے داروں، باپ دادا، اولاد، اعزہ واقارب، دوست احباب اور اطباء کو اپنی مدد کے لئے پکارو گے لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکے گا، لیکن اگر تم نے خدا کی طرف دعوت دینے والے (حضرت امام حسینؑ) کو لبیک کہا ہے تو امید ہے وہ تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں گے بغیر کسی استغاثے کے اور حضرت تمہارے لئے امان فراہم کریں گے، بلکہ تمہارے جواب میں اس طرح لبیک کہیں گے جو سچا جلد نجات دلانے والا اور تمہارے لئے مفید ہوگا (۱)

دوسری بار تم اس وقت لوگوں کو مدد کے لئے پکارو گے جب تم برہنہ حالت میں ذلیل و خوار اور اپنی پشت پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے قبر سے نکلو گے اور حسرت کی نگاہوں سے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھو گے اس وقت کوئی ایسا شخص نظر نہیں آئے گا جو تمہاری مدد کر سکے لیکن اگر تم نے خدا کی راہ میں شہید ہونے والے (حضرت امام حسینؑ) کی آواز پر لبیک کہا ہے تو امید ہے آپؑ تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں اور ہو سکتا ہے تم دیکھو گے وہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں یا آپؑ کے نانا رسول اللہ ﷺ کو دیکھو جو جبریل امینؑ کے ساتھ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں تا کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے جائیں، اس وقت تمہیں دائیں بائیں طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (۲)

تیسری بار تم لوگوں کو اس دن مدد کے لئے پکارو گے جو پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگا۔ اس دن تمہیں سخت پیاس لگے گی اور تمام دن لوگوں کے سر پر سخت دھوپ پڑتی رہے گی اس دن کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا اور اگر تم نے ساقی کوثر کے بیٹے کو پیاس کی شدت کی حالت میں یاد کر کے لبیک کہا ہے تو وہ روز قیامت پیاس کے وقت تمہاری پکار کا جواب ضرور دیں گے اور تمہیں پانی کا ایسا گھونٹ پلائیں گے جس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے

کی۔(۱)

چوتھی بار تم لوگوں کو پکارو گے جب تمہارے دشمن تمہارا محاصرہ کریں گے اور تم سے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے تو تم ان سے بھاگ جاؤ گے بلکہ تم اپنے بھائی اور ماں باپ سے بھی فرار کرو گے جو لوگوں میں سب سے زیادہ تمہارے چاہنے والے ہیں، اس وقت تم مدد کے لئے پکارو گے، اور تم ہر ایک سے دلبرداشتہ ہو جاؤ گے اور ماں باپ سے بھی فرار ہونے کے بعد تم حیران ہو جاؤ گے کہ کس سے مدد لی جائے تو اگر تم نے صاحب مصیبت عظمیٰ کی آواز پر لبیک کہا ہے تو امید ہے وہ اس وقت تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے خلاف شکایت کرنے والوں اور حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ تمہاری صلح صفائی کرائیں گے حتی کہ تمہارے ماں باپ کے ساتھ۔(۲)

پانچویں مرتبہ تمہیں مدد کی ضرورت اس وقت پڑے گی جب خدا کا حکم آئے گا مجرمین کے لئے کہ وہ اہل تقویٰ سے الگ ہو جائیں (وامتازوا الیوم ایها المجرمون) اور ہر مجرم کو امتیازی نشان دیا جائے گا تو زائر امام حسین علیہ السلام کی پیشانی پر لگی ہوئی نور حسینی کی مہر خدا کے حکم سے مجرمین کو ملنے والے نشان کو مٹانے اور استغاثے سے محروم ہونے سے بچنے کا باعث بنے گی۔(۳)

تمہاری پہلی صدائے استغاثہ : وہ ہوگی جب خدا اور عزو جل ملائکہ کو حکم دے گا کہ تجھے جہنم میں ڈال دیں یا جہنم کو حکم دے گا کہ تجھے لے لے، اس وقت امداد طلب کرنے سے زبان لاچار ہو جائے گی، اور اگر تو نے حضرت امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہا ہے تو امید ہے کہ اس وقت تمہاری پکار کا جواب دیں گے جو تمہاری قلبی توجہ سے اٹھے گی اگر چہ تم زبان پر جاری نہ کر سکو گے ساتویں مرتبہ اس وقت تم پکارو گے جب خدا نخواستہ جہنم میں داخل ہو جاؤ گے اس وقت تم کبھی جہنم کے پہریداروں کو پکارو گے، کبھی (موت کے) فرشتے سے امداد طلب کرو گے اور کبھی ان متکبر و مغرور لوگوں سے استغاثہ کرو گے جو جہنم میں پڑے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری مدد کو نہیں آئیں گے۔ بلکہ یہ پکار تمہارے عذاب میں اضافے کا باعث بنے گی۔

جہنم کے پہریداروں سے تم ایک دن (عذاب میں) کمی کرنے کی التجا کرو گے (موت کے) فرشتے سے موت کی خواہش کا اظہار کرو گے اور جہنم کے متکبرین سے تم اس لئے استغاثہ کرو گے کہ وہ خدا سے تمہارے لئے کچھ کرنے کی التجا کریں، چاہیں ایک گھڑی کے لئے سہی تم سے عذاب کو اٹھائے یا عذاب کو بدل دے لیکن کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے زائرین سے ملنے کے لئے تشریف لائیں گے، اگر بعض مصلحتوں کی بنا پر اس وقت تک تم سے ملنے کے لئے نہیں آئے تھے تو اس لمحے تم سے ملنے ضرور آئیں گے یا بعض اثرات کی خاطر جن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔

اور آپ کی تشریف آوری سے آگ ٹھنڈی ہو جائے گی، اس طرح ہر قسم کا عذاب تم سے اٹھا لیا جائے گا اور امامؑ تجھے اپنے ساتھ جنت الفردوس میں لے جائیں گے۔

حضرت امام حسینؑ کے اعضائے مبارک کی زیارت

پانچویں قسم:

ان خطابات کی ہے جو حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے وقت آپؑ سے مخصوص ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کے اعضائے مبارک میں سے ہر ایک پر علیحدہ سلام کہا جائے کبھی چہرۂ انور پر اور کبھی لبہائے مبارک پر اور کبھی دندان مطہر پر اور کبھی محاسن شریف پر سلام کہتے ہیں' کبھی آپؑ کے خون مطہر پر، کبھی سینہ مبارک یا پشت اطہر پر، کبھی قلب مبارک پر اور کبھی جگر اقدس پر سلام کہتے ہیں اور اس کیفیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کے ہر عضو پر سلام کہنے کی متعدد وجوہات ہیں، مثلاً آپؑ کے سر مطہر پر سلام کہتے کبھی کہتے ہیں سلام ہو اس پر جس کو نیزے سے اٹھایا گیا' کبھی کہتے ہیں اس پر سلام ہو جس کو نیزے پر چڑھایا گیا اور کبھی کہتے ہیں سلام ہو اس پر جس کو پشت سے کاٹا گیا اور کبھی کہا جاتا ہے، وہ سر جس کو مجلس (یزید) میں رکھا گیا اور کبھی کہتے ہیں وہ سر جس کو لٹکا دیا گیا تھا۔ اور آپؑ کے گلوئے مبارک پر سلام کہتے وقت کہا جاتا ہے: وہ گلہ جس کو نحر کیا گیا اور کبھی کہتے ہیں، وہ گلہ جس کو کاٹا گیا اور کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ گلہ جس پر تلوار چلی تھی۔

اور آپؑ کے بدن اطہر پر سلام کہتے وقت کبھی کہتے ہیں: وہ جسد جو خاک پر پڑا رہا، اور کبھی کہتے ہیں وہ جسد جس کو خون میں غلطاں کر دیا گیا، اور کبھی کہا جاتا ہے وہ جسد جو عریان پڑا رہا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے وہ تن: جس پر بے انتہا زخم لگے تھے، اور یہ بھی کہتے ہیں وہ بدن جس کو پارہ پارہ کر دیا گیا اور کبھی کہتے ہیں (اس بدن پر سلام ہو) جس کو گھوڑوں کی

ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔

اور اس کیفیت کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے کئی اسباب تھے مثلاً جب کہتے ہیں: اس پر سلام ہو جس کو لٹکا دیا گیا تھا تو کبھی کہا جاتا ہے اس کو درخت پر لٹکا دیا گیا تھا، کبھی دروازۂ شام میں آویزاں کیا گیا تھا اور ایک مرحلے پر یزید کے محل کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تھا۔

اور جب کہتے ہیں اس پر سلام ہو جو زمین پر رکھا گیا تھا تو کبھی کہا جاتا ہے ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا، اور کبھی ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا اور کبھی خولی کے تنور میں اور کبھی مسیحیوں کے عبادت خانے میں رکھا گیا اور کبھی گھوڑے کے گلے میں ڈال دیا گیا تھا۔

ان تمام سلام کا راز یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک مصیبت، حضرت امام حسینؑ کی طرف سے خداوند عالم کے حکم کے سامنے ایک خاص قسم کی تسلیم کی عکاسی کرتی ہے جو انبیاءؑ و اولیاءؑ میں سے ہے کہ خدا کی طرف سے اس کے بدلے ایک خاص رحمت قرار دی جائے اور سلام سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم نے جو چیز آپؑ کے لئے مقرر کی ہے وہ آپؑ کے حوالے کرے اور سلام کو اس شخص کے لئے حرم امن قرار دے جو آپؑ سے متوسل ہو جائے اور آپؑ کا دامن پکڑ کر اپنا شفیع قرار دے اور آپؑ سے عہد و تعلق رکھے اور یہی انبیاءؑ و اولیاءؑ پر سلام کے مفاہیم میں سے ایک ہے۔

سلام کی ایسی کیفیت میں ایک بڑی امید پائی جاتی ہے، جب ہم اس کیفیت کے ساتھ آپؑ کے اعضائے مبارک پر سلام کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر گریہ کرتے ہیں تو امید ہے، ہر ایک سلام کی وجہ سے اپنے جسم پر گناہوں کی جو آگ ہم نے لگائی ہے اور اپنے پورے وجود کو گناہوں میں غرق کیا ہے ان میں سے آگ کا ایک شعلہ ہم بجھا سکیں گے۔

گیارھواں باب :

شہادت سے قبل آپؑ کی زیارت کرنے والوں کی خصوصیات

(شہادت سے قبل، اس کے بعد اور تدفین سے پہلے آپؑ کی زیارت کرنے والوں کی خصوصیات کے بارے میں دو نکتے بیان کیے جاتے ہیں:)

پہلا نکتہ : وہ زائرین جنہوں نے شہادت سے قبل آپؑ کی زیارت کی، ان کی چند قسمیں ہیں:

اوّل : ملائکہ چنانچہ حضرت امام جعفر الصادقؑ کی ایک روایت میں نقل کیا گیا ہے" ملائکہ نے میرے جد امجد (حضرت امام حسینؑ) کے کربلا پہنچنے سے ایک ہزار سال قبل کربلا کی زیارت کی

دوئم : انبیائے کرام، چنانچہ صحیح حدیث میں کہا گیا ہے کہ کوئی نبی نہیں تھا مگر یہ کہ اس نے کربلا کی زیارت کی ہے، اس سے قبل کی برج امامت کا ماہ منیر اس میں مدفون ہو جائے۔

سوئم : کشتی نوحؑ اور غالیچہ سلیمانؑ جو کربلا سے گزرے تھے، اسماعیلؑ کی بھیڑ بکریاں اور وہ ہرنیاں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے گفتگو کی تھی، ان سب نے مخصوص طریقوں سے کربلا کی زیارتؑ کی ہے، جن کی تفصیل ہم نے مجالس گریہ وبکا کے ضمن میں

بیان کی ہے۔

چہارم : آپؑ کے وہ اصحاب جنہوں نے شہادت کی تیاری کر کے اپنی جانیں آپؑ کے قدموں میں نچھاور کیں ان میں سے ہر ایک نے ایک خاص طریقے سے آپؑ کی زیارت کی، ان میں سے بعض سوار ہو کر اور کچھ اصحاب پیدل آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں سلام کہتے تھے: "السلام علیک یااباعبداللہ السّلامؑ علیک یابن رسول اللہ" اس کے جواب میں آپؑ فرماتے تھے: "وعلیک السلام، جاؤ ہم بھی بعد میں تم سے آملیں گے۔

اور اس زیارت کا راز یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ فیض شہادت حاصل کرنے سے پہلے اپنی زندگی میں آپؑ کی زیارت کا فیض بھی حاصل کر سکیں۔

اور بعض شہدا کی زیارتوں میں ایک خاص بات تھی مثلاً عبداللہ اور عبدالرحمٰن جو دو بھائی تھے اور ان کا تعلق قبیلۂ غفار سے تھا، یہ دو بھائی، جب آپؑ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے کھڑے ہو کر دور سے سلام کیا، آپؑ نے فرمایا: آگے آؤ، وہ نزدیک آئے اور عرض کرنے لگے: سلام ہو آپؑ پر، ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپؑ کے قدموں میں قتل ہو جائیں، یہ کہہ کر دونوں رونے لگے۔

امامؑ نے فرمایا: وعلیکما السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ، اسی طرح دو جابری برادران امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور آپؑ کے نزدیک آ کر زار زار رونے لگے، آپؑ نے فرمایا: اے میرے بھتیجو کیوں روتے ہو؟ امید ہے کچھ لمحوں کے بعد تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی انہوں نے عرض کیا: قسم خدا کی ہماری جان آپؑ پر فدا ہوں، ہم اپنے حال پر نہیں رو رہے ہیں بلکہ آپؑ کے حال پر گریہ کر رہے ہیں، اس لئے کہ دشمنوں نے آپؑ کا محاصرہ کر رکھا ہے ہم آپؑ کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اس ہمدردی کے بدلے اور اپنی جانوں کو مجھ پر قربان کرنے کے بدلے خدا تم دونوں کو متقین کو دی جانے والی بہترین جزا دے اور اس طرح کی خاص

زیارت کی خصوصیت پانے والوں میں حضرت علی اکبرؑ بھی ہیں، آپؑ نے جہاد و مقابلے کے بعد جب زمین پر گرے تو اپنے والد گرامی کی زیارت کی، عرض کیا "یا ابتاہ علیکَ منّی السّلام" اس زیارت میں وقت، کیفیت اور جواب کے لحاظ سے ایک خصوصیت تھی، جہاں تک وقت کا تعلق ہے آپؑ نے سلام میں زمین پر گر پڑنے کے وقت تک تاخیر کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے شہدا جب جہاد کا ارادہ کرتے تو امامؑ کی خدمت میں جاتے تھے۔

اس وقت آپؑ خیموں کے نزدیک بیٹھے ہوتے یا کھڑے ہوتے اور وہ حسب معمول جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اپنی زندگی میں سلام کرتے تھے تا کہ زیارت کا ثواب حاصل کر سکیں، لیکن جب حضرت علی اکبرؑ نے ارادۂ جہاد کیا تو امامؑ خود آپؑ کے ساتھ چل پڑے اور اپنی جگہ پر قرار نہیں پائے تا کہ آپؑ کو سلام کریں۔

جہاں تک "السّلامُ علیک" کے بجائے "علیکَ السلام" کہنے کا تعلق ہے۔ یہ سلام، سلام وداع اور آخری سلام تھا، سلام تحیت نہیں تھا۔

رہی سلام کے جواب کی خصوصیت، وہ یہ ہے کہ امامؑ نے حضرت علی اکبرؑ کے اس سلام کا جواب نہیں دیا، اس کی دو وجوہات تھیں اول یہ کہ یہ تحیت کا سلام نہیں تھا، جس کا جواب ضروری ہے۔

دوئم یہ کہ (حضرت علی اکبرؑ کے) سلام کو سننے کے بعد آپؑ پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ آپؑ کی پوری قوت جاتی رہی اور آپؑ کا حال غیر ہوگیا آپؑ نے صرف یہی فرمایا: بیٹے تجھے قتل کر دیا گیا، اس کی تفصیلی حالت میں بعد میں بیان کی جائے گی انشاءاللہ۔

دوسرا نکتہ: ان زائرین سے متعلق جنہوں نے آپؑ کی شہادت کے بعد اور تدفین سے قبل آپؑ کی زیارت کی۔

شہادت کے بعد سب سے پہلے جس نے آپؑ کی زیارت کی وہ خداوند عالم ہے وہ اس طرح کہ اس وقت خدا نے آپؑ کی طرف خاص عنائتیں کیں۔

اس کے بعد رسول خداؐ ہیں، جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کے نزدیک آ کر آپؑ کو

اس جام سے سیراب کیا، جس کے بارے میں آپؑ کے بیٹے حضرت علی اکبرؑ نے خبر دی تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی شہادت سے قبل وہ جام رسول خداؐ کے دست مبارک میں تھا اور شہادت کے بعد فوراً اس سے آپؑ کو پلایا اور اگر رسول اللہؐ آپؑ کی زیارت کو آئے تھے تو یقیناً حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ بھی آپؑ کے ساتھ آئے تھے۔

اس کے بعد فتح و نصرت پر مامور فرشتے آپؑ کی زیارت کو آئے اور ان کو حکم ملا کہ آپؑ کی قبر مطہر کے نزدیک رہ کر روز قیامت تک زیارت میں مصروف رہیں، اس کی تفصیل ملائکہ کے عنوان میں بیان کی گئی۔

اس کے بعد ذوالجناح نے آپؑ کی زیارت کی، پھر دن کو پرندوں نے زیارت کی اور صحرا کے وحشی جانوروں نے رات میں آپؑ کی زیارت کی اسی طرح جنات اور ان کی عورتوں نے بھی زیارت کی، ان میں سے ہر ایک نے اپنے خاص انداز میں آپؑ کی زیارت کی۔

(زندہ) انسانوں میں سب سے پہلے حضرت امام حسینؑ کی زیارت حضرت سید الساجدینؑ اور حضرت زینب کبریٰؑ سمیت دیگر اسیران اہل بیتؑ نے کی جن میں گیارہ چھوٹے بچے بھی شامل تھے یہ تمام زائرین جمع ہو کر آپؑ کی زیارت کو آئے ان تمام آداب زیارت کی رعایت کے ساتھ جن کا ذکر ہم نے آداب زیارت میں کیا ہے۔ یعنی غبار آلود، بھوکے پیاسے، غمگین، گریہ وزاری اور آہ وفغاں کرتے ہوئے، ننگے پاؤں، بلکہ ننگے سر یعنی بے مقنع و چادر اور ان میں سے بعض نے گردنوں میں طوق اور بازوؤں میں رسن، بندھے ہوئے امامؑ کی زیارت کی۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے شہادت کے وقت جزدی زیارت کی تھی، جب حضور اکرمؐ آپؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو زیارت کے بعض آداب وہ بجا نہ لاسکے، جیسے آب فرات سے غسل اور زیارت کے لئے وضو۔ لیکن اس کے بدلے انہوں نے شہید کربلا کے خون سے تیمم کیا اپنے چہروں اور ہاتھوں پر خون حسینؑ سے مسح کیا

(۱) بحار الانوار ج۹۸ ص ۵۰ محمد علی ابن مسعود کی نوادر احادیث کے ضمن کی ۱۳۳ ویں حدیث

اور یہ عمل آپ قرأت میں غسل سے زیادہ فضیلت رکھتا تھا۔ نقل کیا گیا ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ پر سلام سے شروع ہوئی اور آخر میں آپؑ پر سلام کہا گیا اس میں زیارت زینب کبریٰؑ نے پڑھی، اور اہل بیتؑ کے دیگر افراد آپؑ کے ساتھ ساتھ دہراتے گئے، اس موقع پر حضرت امام زین العابدینؑ سے زیارت کا کوئی جملہ نقل نہیں ہوا ہے اور اس کا سبب شاید یہ ہوگا کہ آپؑ بیمار تھے، گردن اطہر پر طوق پڑا ہوا تھا اونٹ سے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور آپؑ پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ بدن مطہر سے جان نکلتے نکلتے رہ گئی تھی، چنانچہ آپؑ کی پھوپھی حضرت زینب کبریٰؑ نے آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر آپؑ کو تسلی دی اس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی، اس لئے آپؑ نے حسب معمول یعنی اپنے والد گرامی کو مخاطب کرکے سلام پیش کیا اور اہل بیتؑ کے دوسرے افراد نے یہ عمل انجام دیا، تاہم دشمنوں نے ان کو زیارت مکمل کرنے نہیں دی، بلکہ سواریوں کو تیار کرکے زبردستی ان کو شہداء کے اجساد مطہر سے جدا کیا، اور ان کو سواریوں پر بٹھا کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

بارھواں باب

وہ زائرین جنہوں نے دفن کے بعد سید الشہدا علیہ السلام کی زیارت کی

ان لوگوں کی کئی اقسام ہیں :

ان میں سے بعض زائرین روز قیامت تک شب و روز زیارت میں مصروف ہیں وہ ملائکہ کا خاص گروہ ہے جن کا ذکر ہم نے کیا۔

اور بعض ایسے زائرین ہیں جو ہمیشہ ایک خاص وقت میں زیارت کرتے ہیں : خداوند عالم جو مقام اور چلنے سے بے نیاز ہے اور حالات کی تبدیلی کا اثر اس پر نہیں ہوتا ہر شب جمعہ آپؑ کی زیارت کرتا ہے یعنی اپنی خاص رحمتیں آپؑ پر نازل کرتا ہے۔

انبیائے کرامؑ و اولیاء خدا بھی ہر شب جمعہ آپؑ کی زیارت کرتے ہیں۔ تمام انبیائے کرامؑ ہر سال پندرھویں شعبان کی رات اور شب قدر آپؑ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور جبرائیلؑ و میکائیلؑ خاص اوقات میں آپ علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں۔

اس نشاط (دنیوی) میں جس نے سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے، آپؑ تین دن بعد بنی اسد کے ایک گروہ کے ساتھ شہدا کی تدفین کے لئے آئے تھے جس کی تفصیل بعد میں خصوصی تدفین و تجہیز کے عنوان میں بیان کریں گے۔

حضرت سید الساجدین علیہ السلام نے قبر مطہر کو ہموار کرنے کے بعد اپنے والد گرامی قبر مطہر پر

ایک خاص انداز میں ہاتھ رکھ کر سلام کہا جس کی تفصیل اسی عنوان میں آئے گی۔

حضرت سید الساجدینؑ کے بعد ان قبائل نے امامؑ کی زیارت کی جو کربلا کے اردگرد رہائش تھے، حتی کہ روایت کی گئی ہے ایک یا دو سال کے اندر ایک لاکھ ایسی عورتوں نے آپؑ کی زیارت کی جو بانجھ تھیں (یا بچے پیدا نہیں کر سکتی تھیں) (۱)

حضرت امام حسینؑ کی تدفین کے چند روز بعد عقبہ بن عمرو بھی آپؑ کی زیارت کو آئے، کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں جس نے حضرت امام حسینؑ کا مرثیہ کہا، وہ آئے اور قبر مطہر پر کھڑے ہو کر مرثیہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے کہ

مَرَرْتُ علی قبرِ الحسین بکربلا ففاض علیہ من دُموعی غزیرھا

(میں کربلا میں قبر حسینؑ پر پہنچا تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ گیا)

اور سب سے پہلے دور کے مقام سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو آنے والے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے، ان کی زیارت کا ایک خاص انداز تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر ہم کریں گے۔ انشاء اللہ

بعد میں خداوند عالم نے آپؑ کی محبت و مودت کی آگ لوگوں کے دلوں میں بھڑکائی چنانچہ بنی امیہ کے دور میں شیعیان علیؑ اطراف و اکناف سے آپؑ کی زیارت کو آنے لگے، ان ملعونوں نے ان کو زیارت سے منع کیا اور اس کام کے لئے پہرے بٹھائے اور زائرین کو قتل کرنے اور پھانسی دینے کا حکم دیا آپؑ کی زیارت کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے لیکن اس سے زائرین کی تعداد میں اضافہ ہونے کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

یہاں تک کہ عباسی خلیفہ متوکل کا دور آیا، جو خاص طور پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور آپؑ کی اولاد سے شدید دشمنی رکھتا تھا، چنانچہ اس نے لوگوں کو زیارت حضرت امام حسینؑ کو جانے سے سخت منع کیا۔ لیکن جب دیکھا اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تو مرقد مطہر کو مسمار کرنے کا حکم دیا اور جب اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو قبر مطہر کا نشان مٹانے اور روضۂ اقدس کو کھیت میں تبدیل کر کے وہاں ہل چلا کر پانی سے سینچنے کا حکم دیا، لیکن حضرت امام حسینؑ کی

خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ جس ملعون نے قبر مطہر کو منہدم کر کے اس کا نشان مٹایا اور کھیت میں تبدیل کر کے پانی بہا دیا تھا، اسی نے دوبارہ مرقد مطہر کی تعمیر کا حکم دیا اور لوگوں میں اعلان کروایا جو بھی حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو جائے گا، اس کو اجازت ہے اخبار و روایات کی رو سے اس واقعے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عباسی خلیفہ ملعون متوکل نے جو اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید دشمنی و عناد رکھتا تھا، اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ مرقد مطہر کو بنیادوں سے ڈھا کر اس کے نشانات مٹا دیئے جائیں اور روضۂ اقدس میں نہر علقمہ کا پانی چھوڑ دیا جائے، یہاں تک کہ اس کا کوئی نشان نہ رہے اور یہ بھی حکم دیا کہ اس بات کا کسی کو علم نہ ہو، پھر اعلان کیا جو بھی مرقد اطہر کی زیارت کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا، اس مقصد کے لئے اس نے اپنی فوج کے پہرے دار مقرر کیے اور ان کو تاکید کی ہر اس شخص کو قتل کریں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے، اس طرح کے لوگ اپنی ان کاروائیوں سے نور خدا کو بجھانا اور ذریت پیغمبر اکرمؐ کے آثار کو مٹانا چاہتے ہیں۔

یہ خبر ایک نیک صالح شخص تک پہنچی جس کا نام زید مجنون تھا، وہ ایک عاقل و دانا انسان تھے لیکن مجنون اس لئے کہلاتے تھے کہ بحث و جدل میں سب پر غالب آتے اور ہمیشہ مخالفین کو لاجواب کر دیتے تھے اور جواب سے تھکتے نہیں تھے، اسی وجہ سے ان کو مجنون کا لقب دیا گیا تھا، جب انہوں نے سنا کہ حضرت امام حسینؑ کے مرقد منور کو منہدم کیا گیا ہے اور اس جگہ ہل چلایا گیا ہے تو ان پر گراں گذرا اور مصیبت میں مبتلا ہوئے اس وقت وہ مصر میں رہ رہے تھے۔

روضۂ اقدس حضرت امام حسینؑ کو کھیت میں تبدیل کرنے کی خبر سے زید مجنون کے غم و اندوہ میں حد سے زیادہ اضافہ ہوا وہ حالت جنون میں مصر سے نکلے اور خدا کی بارگاہ میں شکوہ و نالہ کرتے ہوئے حزن و ملال کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے کوفہ پہنچے، اس وقت بہلول دانا کوفہ میں تھے، جب زید مجنون ان سے ملے تو سلام کیا، بہلول نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: تم نے مجھے کیسے پہچانا جب کہ اس سے قبل تم نے مجھے دیکھا نہیں تھا، زید نے کہا: اے بھائی جان لو کہ مومنین کے دل ایسے لشکر کے افراد کی طرح ہیں جو بغیر کسی تعارف کے آپس

میں مکمل ہل جاتے ہیں اور بغیر کسی تازیے کے حقائق کو سمجھ لیتے ہیں۔

بہلول بولے: اے زید تم اپنے وطن سے بغیر کسی جانور اور سواری کے کیسے نکلے؟

کہا: واللہ میں شدت حزن وملال کی وجہ سے وطن سے نکلا ہوں جب میں نے سنا اس ملعون (متوکل) نے قبر حسینؑ پر ہل چلانے اس کی بنیادیں ڈھا دینے اور زوار حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آوارہ وطن ہو گیا ہوں میری زندگی تلخ ہو گئی ہے میرے آنسو بہنے لگے ہیں اور میری نیند حرام ہو گئی ہے بہلول بولے واللہ میری بھی یہی حالت ہے پھر کہا: اٹھو چلتے ہیں کربلا اور اولاد علی مرتضیٰؑ کی قبور کو دیکھتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر چلے یہاں تک کہ مرقد مطہر حضرت امام حسینؑ پر پہنچے، تو انہوں نے دیکھا قبر مطہر اسی حالت میں ہے اس کی شکل نہیں بدلی ہے اگر چہ روضے کو بنیادوں سے گرا دیا گیا تھا انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قبر مطہر میں پانی چھوڑنے کی کوششیں کرتے ہیں لیکن قدرت خدا سے پانی قبر کے اردگرد حیران گھومتا رہتا ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی قبر تک نہیں پہنچتا ہے جب پانی قبر کے نزدیک پہنچتا ہے تو قبر اذن خدا سے اونچی ہو جاتی ہے، زید مجنون نے متعجب ہو کر بہلول دانا سے کہا: دیکھو وہ لوگ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں لیکن خدا اپنے نور کو مکمل کرنا چاہتا ہے چاہے مشرکین پسند نہ کریں۔

(بہلول) بولے: متوکل بیس برسوں سے مرقد منور حضرت امام حسینؑ پر ہل چلانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن قبر اپنی حالت میں ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور پانی کا ایک قطرہ بھی قبر تک نہیں پہنچتا۔

ہل چلانے پر مامور شخص نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا: میں خدا اور محمد رسول خداؐ پر ایمان لاتا ہوں، میں حیران و پریشان ہوں اب خدا کی قسم صحرا کی طرف بھاگ نکلوں گا قبر حسینؑ فرزند دختر رسول خداؐ میں ہل نہیں چلاؤں گا۔ کیونکہ میں بیس برسوں سے یہاں خدا کی نشانیوں اور اہل بیت پیغمبرؐ کی کرامات کو دیکھ رہا ہوں پھر بھی مجھ پر اثر نہیں ہوتا اور میں عبرت حاصل نہیں کرتا تھا۔

یہ کہہ کر اس نے بیلوں کو کھول کر، ہل کو چھوڑ دیا اور زید مجنون کے نزدیک جا کر وہ کہنے لگا : اے شیخ تم کہاں سے آئے ہو؟ زید بولے : میں مصر سے آیا ہوں، کہا: یہاں کیوں آئے ہو؟ مجھے ڈر ہے تجھے قتل کر دیں گے، یہ سن کر زید نے روتے ہوئے کہا: جب میں نے مرقد حسینؑ پر ہل چلانے کی خبر سنی، تو مجھ پر شدید غم و اندوہ طاری ہوا وہ شخص زید کے قدموں میں گر کر اس کے پیر چومتے ہوئے کہنے لگا :میرے ماں باپ تجھ پر قربان، جب سے تم یہاں آئے ہو مجھ پر رحمت برسنے لگی اور میرا دل خدا کے نور سے منور ہوا ہے میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں، میں بیس برسوں سے اس زمین پر ہل چلا رہا ہوں، لیکن جب بھی مرقد حسینؑ کی طرف پانی چھوڑتا ہوں تو پانی قبر تک نہیں پہنچتا اور ان کے اطراف میں جمع ہو جاتا ہے قبر مطہر تک ایک بوند پانی نہیں پہنچتا، میں خواب غفلت میں تھا لیکن تمہارے یہاں آنے سے میں جاگ گیا ہوں اس شخص کی باتیں سن کر زید مجنون روتے ہوئے کچھ المیہ اشعار پڑھنے لگے جن کا مفہوم یہ ہے : اگر بنی امیہ نے فرزند دختر رسولؐ کو شہید کیا تھا تو بنی عباس آپؑ کی قبر کو شہید کر رہے ہیں، اور کیونکہ ان کے ہاتھ آپؑ تک نہیں پہنچ پاتے دل میں یہ حسرت لئے ہوئے ہیں کہ آپ۔ کو قتل نہیں کر سکے ہیں، اسی لئے آپؑ کے جسد مطہر کو گزند پہنچانا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر وہ شخص رویا اور کہا: اے زید تم نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کیا ہے اب میں سامرہ میں جا کر متوکل کو صورتحال سے آگاہ کروں گا چاہے وہ مجھے قتل کر دے یا چھوڑ دے زید نے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور اس امر میں تمہاری مدد کروں گا۔

جب وہ دونوں متوکل کے دربار میں پہنچے تو اس شخص نے آگے جا کر بیس برسوں کی مدت میں مرقد مطہر حضرت امام حسینؑ پر جو کچھ کرامات و شواہد دیکھے تھے ان سے متوکل کو آگاہ کیا اس بات سے اہل بیت رسولؐ کیلئے متوکل کے بغض و عناد میں اضافہ ہوا اور اس نے غصے میں آگ بگولا ہو کر اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا اس کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر منہ کے بل بازاروں میں گھسیٹا جائے پھر مجمع عام میں اس کو پھانسی دی جائے تا

کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور اہل بیت عظامؑ کا ذکر خیر نہ کر سکیں جب اس محب حسینؑ کو پھانسی دی گئی اور زید مجنون نے یہ حالت دیکھی، تو ان کے غم واندوہ میں اضافہ ہوا وہ غمگین ہو کر زار زار رونے لگے اور اس کے جنازے کو تختہ دار سے اتارنے کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی میت کو کوڑے کے ایک ڈھیر میں پھینک دیا گیا اس وقت زید اس محب حسینؑ کے جنازے کو اٹھا کر دریائے دجلہ کے کنارے لے گئے، اس کو غسل دیا گیا تکفین کی۔ نماز جنازہ پڑھائی اور سپرد خاک کیا، اس کے بعد تین دن تک اس کی قبر پر قرآن تلاوت کرتے رہے۔

ایک دن زید نے آہ وفغاں اور نوحہ و بکا کی آواز سنی، دیکھا کہ بہت سی عورتیں گریہ وزاری کرتے ہوئے گریباں چاک کرتے ہوئے اپنے چہروں کو نوچتے ہوئے آرہی ہیں اور مردوں کے حالات دگرگوں ہیں اور وہ ایک جنازے کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں، جنازے سے آگے بہت سے علم لہرا رہے ہیں، لوگوں کا اتنا ازدھام ہے کہ مرد اور عورتیں راستہ چل نہیں سکتی تھیں زید کہتے ہیں میں نے سوچا شاید متوکل مر گیا ہے، میں نے ایک شخص سے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے؟ تو اس نے کہا یہ متوکل کی کنیز کا جنازہ ہے یہ ایک کالی حبشی کنیز تھی جس کا نام ریحانہ تھا اور متوکل اس کو بہت چاہتا تھا۔

کنیز کی میت کی بڑی شان وشوکت کے ساتھ تدفین کا بندوبست کیا گیا، چنانچہ اس کو ایک نئی قبر میں سپرد خاک کیا گیا جس میں پھول بچھایا گیا اور قبر کو مشک وعنبر سے معطر کیا گیا اس کے بعد قبر پر ایک شاندار گنبد تعمیر کیا گیا۔

جب زید نے یہ حالت دیکھی تو وہ بہت غمگین ہوئے اور فرط جذبات سے چہرے پر مارتے ہوئے گریباں چاک کرنے لگے اور سر پر خاک ڈال کر فریاد کرنے لگے: آہ واویلا یا حسینؑ: آپؑ کو یکہ وتنہا کر کے غربت میں کربلا کے میدان میں پیاسے شہید کیا گیا، آپؑ کی خواتین، بیٹیوں اور بال بچوں کو اسیر کر لیا گیا، بچوں کو شہید کیا گیا لیکن آپؑ پر کوئی رونے والا نہیں تھا پھر بے غسل وکفن دفن کیا گیا، اس کے بعد آپؑ کی قبر پر ہل چلا گیا تا کہ آپؑ

کے نور کو بجھا دیں جب کہ آپؑ علی مرتضیٰؑ و فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں لیکن ایک حبشی کنیز کی موت پر اس طرح کا شاندار اہتمام کیا جاتا ہے جب کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کے فرزند پر عزاو گریہ کرنے والا کوئی نہیں، اسی طرح نوحہ و گریہ کرتے ہوئے زید پر غشی طاری ہوگئی، لوگ جمع ہو کر ان کو دیکھنے لگے، ان میں سے بعض کو ان پر ترس آیا...... ہوش میں آکر آگے آگے بہت سے علم لہرا رہے ہیں اور لوگوں کا ایک جم غفیر وہ کچھ اشعار پڑھنے لگے جن کا مفہوم اس طرح ہے :

حسین بن علیؑ کی قبر پر تو ہل چلایا جاتا ہے جب کہ اولاد زنا کی قبروں کی تعمیر کرتے ہیں امید ہے کہ دنیا میں ایک انقلاب آئے گا اور حقدار کو اس کا حق مل جائے گا خدا مفسدوں پر اور ان لوگوں پر لعنت کرے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں، اس کے بعد زید نے ان اشعار کو ایک ورق پر لکھ کر متوکل کے دربانوں میں سے کسی کو دیا جس نے یہ اشعار متوکل کو دیئے، متوکل ان اشعار کو پڑھ کر سخت بھپر گیا، اس نے زید کو پیش کرنے کا حکم دیا، جب زید کو لایا گیا تو انہوں نے متوکل کو وعظ و تنبیہ کی کچھ باتیں سنائیں جس پر برہم ہو کر اس نے زید کو قتل کرنے کا حکم دیا، جب زید کو متوکل کے روبرو کیا گیا تو اس نے زید سے تحقیرانہ انداز میں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ ابوتراب کون ہیں؟

زید بولے : خدا کی قسم تم خود ان کو جانتے ہو، ان کی فضیلت و کرامت اور حسب و نسب تم پر پوشیدہ نہیں ہیں اور کافر کے سوا ان کی فضیلت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور منافق کے سوا کوئی ان سے دشمنی نہیں رکھتا، اس کے بعد زید آپؑ کے فضائل و مناقب بیان کرنے لگے۔

متوکل نے زید کو قید کرنے کا حکم دیا، جب رات کی تاریکی چھا گئی اور متوکل سو گیا تو کسی منادی نے اس کو ندا دی جس نے اس کے پاؤں کو ہلا کر کہا : اٹھو اور زید کو قید سے رہا کرو ورنہ بہت جلد خدا تجھے ہلاک کر دے گا، متوکل سہما ہوا اٹھا، اس نے زید مجنون کو قید سے رہا کیا اور گراں قیمت خلعت سے نوازتے ہوئے ان سے کہا : جو چاہو مجھ سے مانگ لو میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔

تیرھواں باب :

آٹھواں عنوان : قرآن مجید سے متعلق آپؑ کی خصوصیات

اس باب کے (چھ) مقاصد ہیں :

پہلا مقصد : اس بارے میں ہے کہ آپؑ کا وجود مبارک کلام خدا کی طرح ہے۔

دوسرا مقصد : اس موضوع سے متعلق ہے کہ آپؑ شریک قرآن ہیں، اور خداوند عالم نے اس سلسلے میں آپؑ کو قرآن مجید کی خصوصیات اور صفات سے نوازا ہے۔

تیسرا مقصد : آپؑ کے سوگ میں اترنے والی قرآنی آیات سے متعلق ہے۔

چوتھا مقصد : اس بات سے متعلق ہے کہ خدا نے حضرت امام حسینؑ کو سورۂ فاتحہ کی خصوصیات عطا کی ہیں اور وہ سبع مثانی ہیں پورے جو قرآن مجید اور اس کی صفات کے برابر ہیں، نیز خدا نے آپؑ کو بسم اللہ کی خصوصیات سے نوازا ہے جو قرآنی سورتوں کا سرنامۂ کلام ہے۔

پانچواں مقصد : ایک لطیف و مقدس اور جامع مقصد ہے جس کا تعلق تمام قرآن مجید سے ہے۔

چھٹا مقصد : ایک منفرد مقصد ہے جس میں ہم قرآنی سورتوں کی ابتدا سے لے کر آخر تک ان باتوں کا ذکر کریں گے جن کا تعلق حضرت امام حسینؑ سے ہے۔

پہلا مقصد

آپؑ کا وجود مبارک کلام اللہ مجید کی طرح ہے۔

درحقیقت آپؑ قرآن اور حقیقی قرآنِ ناطق ہیں، آپؑ کا وجود مبارک قرآن مجید

کے وجود مبارک کی طرح ہے، آپؑ قرآن مجید کے شارح ہیں جو قرآنِ صامت ہے اور قرآن و امام حسینؑ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اور یہ وہ دو بھاری چیزیں ہیں جن کو رسول خداؐ نے اپنے پیچھے چھوڑا اور امت مسلمہ کے حوالے کیا تھا۔

امت کے ہاتھوں ودیعت کرنے سے متعلق حضرت امام حسینؑ کا مختلف پہلوؤں کے مدنظر ایک مخصوص مقام ہے چنانچہ آپؑ کو حضور اکرمؐ منبر پر لے گئے اور اصحابؓ کو مخاطب کرکے فرمایا: "لوگو یہ حسین بن علی ہے، اس کو پہچان لو اور دوسروں پر اس کو فضیلت دو۔" پھر آپؐ نے فرمایا: "خدایا میں اس (حسینؑ) کو تیرے اور اپنی امت کے نیک لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔"

لہٰذا حضرت امام حسینؑ تمام امت کے پاس نبی اکرمؐ کی امانت ہیں حتیٰ ان لوگوں کے پاس جو اس دور میں نہیں تھے اور ہمارے لئے بھی آپؑ رسول خداؐ کی امانت ہیں تو اے امت محمدؐ کے افراد ذرا دیکھو پیغمبر خداؐ کی اس امانت کی تم لوگوں نے کیسے حفاظت کی۔

دوسرا مقصد

تمام صفات، خصوصیات اور فضائل ہیں آپؑ قرآن مجید کے شریک ہیں۔

پہلے ان میں سے ہر ایک کی تفصیل جان لو، اس کے بعد اچھی طرح سے ان کی حضرت امام حسینؑ سے مطابقت پر غور کرو۔

قرآن مجید اسلام کی طرف لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور ہدایت و فرمان کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام حسینؑ لوگوں کو ایمان کی طرف ہدایت کرنے کا ذریعہ ہیں اس بات کو ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے، اسی طرح آپؑ خلفائے جور کے سامنے احتجاج کرنے اور آپؑ کے روز شہادت (عاشور) کی وجہ سے حق و باطل کے ماننے والوں کے درمیان تفریق اور ہدایت کی دلیل ہیں۔

قرآن مجید، شب قدر میں نازل ہوا (جس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں) اور حضرت امام حسینؑ کی شب ولادت میں بھی ملائکہ اور روح اپنے پروردگار کے اذن سے اس امر

کے لئے نازل ہوئے اور طلوع فجر تک سلامتی رہی اور اللہ نے جبرئیل امینؑ کی زبانی سلام تہنیت پہنچایا۔ قرآن مجید، اس شخصیت کی شفاعت کرتا ہے جو قرآن کی تلاوت کو جاری رکھے حضرت امام حسین علیہ السلام ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جو آپؑ کی زیارت کرتے اور آپؑ پر روتے ہیں۔

قرآن مجید اپنی فصاحت اور مفاہیم کے طرز و اسلوب کے لحاظ سے معجزہ ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے سر مبارک، بدن مطہر، خون مطہر اور تربت پاک کی وجہ سے معجزہ ہیں، چنانچہ ان میں سے ہر ایک سے مختلف مواقع پر کرامت ظاہر ہوتی رہتی ہیں قرآن مجید ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے اور اس کی آیات کا تکرار تھکانے والا نہیں ہوتا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا غم بھی ہر سال نیا ہوتا ہے اور ذکر مصیبت کی تکرار لوگوں کو تھکا نہیں دیتی۔

قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت دونوں عبادت ہیں، اسی طرح قرآن کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب بیان کرنا اور سننا، آپؑ کی مجلس عزا میں بیٹھنا، مجالس کا اہتمام کرنا اور آپؑ پر رونا، رلانا اور رونے والے سے مشابہت بھی عبادت ہے، آپؑ کی زیارت اور دور سے آپؑ کو سلام کرنا اور آپؑ کے زائرین سے ملنا اور آپؑ کے ساتھ شہادت کی تمنا کرنا بھی عبادت ہے، قرآن کے بارے میں کچھ احکام ہیں، اس کا احترام ضروری ہے اس کو لپیٹ کر نہیں رکھنا چاہیے۔ اس پر دھول نہیں پڑنی چاہیے اور قرآن کو پاکیزہ لوگوں کے علاوہ کوئی مس نہیں کر سکتا اور دنیوی سامان کی طرح قرآن کی خرید و فروخت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا احترام اس کے بارے میں بھی کچھ احکام ہیں، لیکن ان پر عمل نہیں کیا گیا، بلکہ آپؑ کی توہین کی گئی اور خاک و خون میں غلطاں کر دیئے گئے اور لوگوں نے آپؑ کو قتل کرنے کے ذریعے اپنے دین کو فروخت کر دیا اس کے بدلے معمولی سی قیمت

حاصل کی گئی اور رے کی حکومت حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا گیا جو ان کے ہاتھ نہ آئی۔

قرآن اللہ کی خاموش کتاب ہے۔

جب کہ حسینؑ قرآن ناطق ہیں۔

قرآن مجید کریم و شریف کتاب ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی کریم، شریف، مجید اور شہید ہیں۔

قرآن میں انبیاء کرامؑ کی حکایات ہیں، اس میں ان کے حالات اور جو کچھ ان پر مصائب پہنچے ہیں بیان کئے گئے ہیں۔

اور حضرت امام حسینؑ کے حالات میں ہر نبیؐ کی حکایت ملتی ہے اور یہ آشکارا طور پر ان کے حالات کے مطابق ہیں۔

قرآن مجید کی آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو ستھ (٦٦٦٦) ہے جب کہ حضرت امام حسینؑ کے بدن مطہر پر ظاہری طور پر ایک ہزار نو سو زخم تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے زخموں کی تعداد چار ہزار تھی اور اگر ہر زخم پر لگنے والی مزید زخموں کو گن لیا جائے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہونے کی وجہ سے پہنچنے والے زخموں کو بھی شمار کیا جائے تو آیات قرآنی کی تعداد کے برابر آپؑ کے بدن مطہر پر زخم لگے ہیں۔

قرآن مجید کے ١١٤ (ایک سو چودہ) مقامات پر "بسم اللہ" ہے، اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن مطہر پر تلواروں کے زخموں کی تعداد ١١٤ تھی قرآن مجید کے کئی جزء اور متعدد سورتیں ہیں اس کی بہت سی سطریں الفاظ و حروف، نقطے اور اعراب ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن مطہر پر بھی تلواروں کے زخموں کے سطریں، نیزوں کے اثر کے مطابق الفاظ اور تیروں کے نشانات کے حساب سے نقطے اور اعراب تھے قرآن

(١) "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"

مجید کی سورتوں کی چار قسمیں ہیں : طول (طویل سورتیں جیسے بقرہ اور آل عمران) لیکن (جن کی آیات کی تعداد ۱۰۰ ہے) مثانی (جو مئین والی سورتوں سے چھوٹی ہیں) اور مفصل (ایک قول کے مطابق سورتیں جو سورۂ محمدؐ کے بعد ہیں) حضرت امام حسینؑ کے جسم مطہر کے بھی چار حصے ہو گئے، پہلا حصہ سر مبارک ہے جو نیزے پر چڑھا کر (کوفہ و شام تک) لے جایا گیا اور بدن مطہر جو کربلا میں پڑا رہا جبکہ خون مطہر سے پرندوں کے پر رنگین ہو گئے اور کچھ سبز شیشی میں خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچا اور آپؑ کے جسم کے اطراف میں موجود چھوٹے اعضا، بدن اطہر سے جدا ہو کر صحرا میں بکھر گئے جن کو اعضائے مفصل کہہ سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے تیس پارے ہیں جن میں سے ہر ایک کو نصف کرنے سے قرآن ھشت پارہ بن جاتا ہے، لیکن حضرت امام حسینؑ پر معلوم نہیں اس قرآنی خصوصیت کی کس طرح مطابقت کروں۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے بتیس ناموں سے پکارا ہے، اسی طرح وہ اسمائے مبارک حضرت امام حسینؑ پر بھی صادق آتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ قران مجید کو خداوند عالم نے مبارک کا نام دیا اور کہا "ھٰذا ذِکرٌ مبارک" "(یہ ایک مبارک ذکر ہے) اسی طرح اس مقام کو جہاں حضرت موسیٰ سے گفتگو ہوئی تھی خدا نے بقعۂ مبارکہ کا نام دیا ہے اور آیۂ نور میں زیتون کے درخت کو مبارک قرار دیا ہے، حضرت عیسیٰؑ کو بھی مبارک کے نام سے پکارا گیا ہے "وجعلنی مبارکاً" (خدا نے مجھے (عیسیٰؑ) کو مبارک قرار دیا ہے) بارش کے پانی کو قرآن میں مبارک کہا گیا ہے "ونزّلنا مِنَ السَّمَآءِ ماءً مبارکاً" (ہم نے آسمان سے مبارک پانی کو نازل کیا) اسی طرح شب قدر کو مباک کہا گیا ہے "فِی لیلۃٍ مُبارکۃٍ" (ایک مبارک رات میں)۔

حضرت امام حسینؑ کو بھی بلاواسطہ کلام وحی میں مبارک کا نام دیا گیا ہے، یہ نام ایک عجیب حدیث میں دیا گیا ہے جو ایک حیران کن فضیلت کی غمازی کرتی ہے جس کی عبارت کچھ اس طرح ہے "مبارک ہے یہ مولود اس پر میرا درود میری برکتیں اور رحمتیں ہوں" اس

کا بیان ہم نے باب الطاف الٰہیہ میں کیا ہے قرآن مؤمنین کے لئے شفا ورحمت ہے، اور حسین علیہ السلام باطنی امراض کے لئے شفا کے باعث ہیں جب کہ آپؑ کی تربت، ظاہری امراض کے لئے شفا بخش ہے، اور آپؑ مؤمنین کے لئے رحمت ہیں، چنانچہ ان کی اکثر کامیابیاں آپؑ ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔

قرآن مجید نور ہے، اسی طرح حسین علیہ السلام بھی نور ہیں اگر چہ آپؑ کا بدن مطہر خاک وخون میں غلطاں کیا گیا تھا۔

قرآن مجید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام لوگوں کے لئے روح ہے جس طرح آیۂ شریفہ میں ذکر ہوا ہے۔(۱)

اور جس طرح حدیث نبویؐ شریف میں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول اور لوگوں کے لئے آرام وراحت کے باعث ہیں۔ قرآن مجید دلوں کا علاج کرنے والا حکیم ہے اور ان کو اطاعت خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے، حسینؑ بھی حکیم ہیں آپؑ نے ایک قوم کو اطاعت خدا کی طرف ہدایت کرتے ہوئے علاج کیا اور گنہگاروں کا شفاعت کے ذریعے علاج کیا۔

قرآن کتاب مبین ہے، جبکہ حسین علیہ السلام امام مبین ہیں، آپؑ نے حق اور باطل کی پیروی کرنے والوں کے درمیان فرق کو ظاہر کر دیا۔ قرآن ہر مؤمن کیلئے ذکر ہے، اور حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرم کی پوری عمر کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے ذکر ہیں۔

قرآن میں آیت الکرسی اور آیۂ نور ہیں، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے وجود مبارک میں بھی کرسی ہے جو علم الٰہی کا خزانہ ہے اور آپؑ کے وجود مبارک میں ایک نور ہے جو رات کی تاریکیوں میں اور روشن اور خاک وخون میں غلطاں ہونے کے باوجود نہ بجھ سکا۔

قرآن مجید میں آیات شفا، آیات امید اور آیات رحمت ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے وجود مبارک میں بھی شفا کی آیات وصفات امید کے وسائل اور رحمت کے اسباب وعلل موجود ہیں۔

قرآن مجید کی ابتدائے وجود سے لے کر بہشت میں استقرار ہونے تک چودہ منازل ہیں، درحقیقت قرآن ایک جلیل القدر شخصیت کی حامل مخلوق ہے جس کے کلام میں اور اس کے نزول کی منازل ہیں اور شفاعت و عظمت کی حامل ہے اور اس کی منازل یہ ہیں :

پہلی منزل، قرآن کی تخلیق اور لوح میں اس کے ایجاد کی منزل ہے۔

دوسری منزل، اسرافیلؑ کا دل ہے جو لوح پر نظارت رکھتے ہیں۔

تیسری منزل، میکائیلؑ کا دل ہے جو اسرافیل سے جلوہ حاصل کرتے ہیں۔

چوتھی منزل، قلب جبرئیل امینؑ ہے جو میکائیل سے حاصل کرتے ہیں۔

پانچویں منزل، شب قدر کو بیت معمور میں اس کا نزول ہے۔

چھٹی منزل، یکم رمضان المبارک کو مکمل طور پر قرآن کا قلب پیغمبر پر نزول ہے تاکہ خود آنحضرتؐ اس کو جان سکیں لوگوں کے لئے اس کی تلاوت نہیں ہوئی۔

ساتویں منزل، بعثت نبویؐ کی ابتدا میں تلاوت کے لئے آپؐ پر قرآن کا نزول ہے۔

قرآن کا آٹھواں نزول ہر شب قدر کو امام زمانہ (عج) پر اس کا نزول ہے۔

(سلام" ھِیَ حتی مطلع الفجر)۔

قرآن کی نویں منزل، (قرآن سننے والوں کے) کان ہیں۔ اور دسویں منزل، ان کی زبانیں ہیں جن پر قرآن کی قرأت ہوتی ہے، گیارہویں منزل کاغذوں میں قرآن کی تحریر ہے۔

قرآن کی بارہویں منزل لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور تیرہویں منزل، روز محشر جہاں قرآن مجید دلکش انداز میں اترتا ہے اور چودھویں منزل، بہشت میں قرآن کی منزل ہے، اس منزل کے کئی درجات ہیں جہاں قارئین قرآن سے کہا جائے گا پڑھو اور اوپر اٹھو، ان تمام منزلوں کا تعین اخبار و احادیث کی رو سے کیا گیا ہے اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لئے علیحدہ باب اور زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے، ان میں سے بعض حقائق کا میں نے

کتاب روضات الجنات میں ذکر کیا ہے یہاں پر مقصود یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل کی بھی چودہ منازل ہیں اور آپؑ کے مصائب کے بھی چودہ منزلیں ہیں، پہلے توفیق الٰہی سے ابتدائی (فضائل کی) چودہ منازل بیان کریں گے اس کے بعد دیگر (مصائب کی) منازل کی تفصیل بتائیں گے۔فضائل کی چودہ منازل حسب ذیل ہیں۔

پہلی منزل : مخلوقات کی تخلیق سے قبل آپؑ کونور کی صورت میں خلق کیا گیا۔

دوسری منزل : عرش میں آپؑ کی منزل ہے، جہاں آپؑ کے مختلف حالات تھے۔ کبھی آپؑ عرش کا طواف کرتے تھے، کبھی عرش کے دائیں اور کبھی اس کے اوپر ہوتے اور کبھی عرش کے حاملین میں ہوتے اور کبھی اس کے سامنے ہوتے اور کبھی عرش کے سائے میں ہوتے اور کبھی عرش کا گوشوارہ و زینت ہوتے تھے،ان سب منازل کو ہم نے روایات سے بیان کیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل کی تیسری منزل جنت سے متعلق ہے جہاں آپ کی مختلف کیفیات ہیں،ایک کیفیت یہ ہے کہ آپؑ جنت کا ایک درخت ہیں اور کبھی درخت کا پھل اور ایک مرحلے پر آپؑ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کان کا گوشوارہ ہوں گے اور ایک موقع پر آپؑ بہشت کی زینت ہوں گے یا اس کا گوشوارہ ہوں گے یا ارکان بہشت کی زینت ہوں گے۔

چوتھی منزل : آپ پاک پشتوں میں نور کی حیثیت رکھتے تھے، آپؑ کی فضیلت کی پانچویں منزل پاکیزہ رحموں میں نور کی صورت میں آپؑ کا وجود ہے خاص طور پر اس وقت جب آپؑ زہرائے اطہرؑ کے رحم میں مستقر ہوگئے خاتون جنت فرماتی تھیں : جب حسینؑ میرے بطن میں ٹھہرے تو تاریک راتوں میں مجھے چراغ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

فضیلت حسینؑ کی چھٹی منزل وہ موقع ہے جب آپؑ کے ہاتھوں میں پہنچے، جو حورعین کے ساتھ آپؑ کی دائی بن کر آئی تھیں۔

آپؑ کے فضائل کی ساتویں منزل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر ہے،اس منزل

کے کئی مقامات ہیں، کبھی آپؑ پیغمبر اکرمؐ کی گردن مطہر پر سوار ہوتے تھے اور کبھی پاک شانوں پر کبھی دامان مبارک میں بیٹھتے اور کبھی سینہ اطہر پر چڑھتے اور کبھی پشتِ اطہر پر سوار ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک مرحلے کی خاص کیفیت ہوتی تھی جس کا ذکر اپنے مواقع پر ہم نے کیا ہے اسی طرح حضرت امام حسینؑ کے بدن اطہر پر، حضور اکرمؐ کے اعضائے مبارک کی کئی منازل تھیں، آپ کی زبان مطہر کی منزل حضرت امام حسینؑ کا دہن مبارک تھا جس سے آپؐ اپنے نواسے کو دودھ پلاتے تھے، آپ کی مبارک اشارے کی انگلی کی منزل حلق مطہر حسینؑ ہے جس کے ذریعے آپؐ، حضرت امام حسینؑ کے حلق میں غذا ڈالتے تھے، جہاں تک آپؐ کے لبہائے مبارک کا تعلق ہے، بدن مبارک حضرت امام حسینؑ پر ان کی کئی منازل تھیں، ان میں سے ایک مقام حضرت امام حسینؑ کی پیشانی مبارک ہے، کبھی آپؐ گلوئے مبارک حسینؑ کا بوسہ لیتے تھے یہی مقام حضور اکرمؐ کے لبہائے مبارک کی منزل تھی، تیسری منزل آپؑ کی پاک ناف ہے جس کو خاص طور پر پیغمبر اکرم ﷺ بوسہ دیتے تھے۔

فضائل حسینؑ کی آٹھویں منزل حضرت زہرا مرضیہؑ کا سینہ اطہر ہے۔

نویں منزل حضرت علیؑ کے دستہائے مبارک ہیں جب آپؑ حضرت امام حسینؑ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ آپؑ کے تمام اعضا کو چومتے ہوئے گریہ کرتے تھے، اس وقت حضرت امام حسینؑ عرض کرتے تھے: اباجان آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ فرماتے تھے: میں تلواروں کے وار کے مقامات کو بوسہ دیتے ہوئے رو رہا ہوں۔

فضیلت حسینؑ کی دسویں منزل جبرئیل امینؑ کے شانے اور گردن ہیں جن پر کئی دفعہ جبرئیلؑ نے رسول خداؐ سے آپؑ کو اٹھاتے وقت بٹھاتے تھے۔

گیارہویں منزل منبر رسولؐ ہے، آپؐ نے کسی کو منبر پر نہیں بٹھایا سوائے حضرت علیؑ کے جن کو غدیر خم میں منبر پر اٹھایا اور فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی" مولاہ (جس کا میں مولا ہوں، یہ علیؑ اس کا مولا ہے) لیکن حضرت امام حسینؑ کو آپؐ اپنے ساتھ منبر پر لے

گئے اپنے ساتھ یا اپنے دامن میں آپؑ کو بٹھایا پھر فرمایا: لوگو یہ حسین بن علی علیہ السلام ہے، اس کو پہچان لو اور اس کو دوسروں پر فضیلت دو خدا نے اس کو فضیلت دی ہے اس کے بعد آپؐ نے اپنے اصحاب کو قتل حسینؑ کی خبر دی اور آپؑ کے قاتل اور توہین کرنے والے پر لعنت بھیجی پھر آپؑ کو امت کے تمام افراد کے سپرد کر دیا حتی کہ تم لوگوں کے بھی حوالے کیے گئے ہیں چنانچہ آپؐ نے اپنی حدیث میں عمومیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے : ''خدایا میں اس (حسینؑ) کو تیرے اور نیک مؤمن لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔''

یہ سن کر اصحاب رسولؐ رونے لگے آپؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ اس پر رو رہے ہو لیکن کیا اس کی مدد نہیں کرو گے؟

مصنف کہتے ہیں : تم لوگ یہ حدیث سن کر بھی خاموش بیٹھے ہوئے ہو؟

بارہویں منزل : قلب مبارک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس میں حضرت امام حسینؑ کو ایک خاصہ جگہ اور خاص موقع حاصل ہے، چنانچہ خود حضور اکرمؐ نے بیان کیا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا مقام قلب پیغمبرؐ میں حاصل نہیں ہے۔

تیرہویں منزل : سینۂ اطہر رسولؐ ہے ایک خاص وقت میں یعنی جب آپؐ حالت احتضار میں تھے، اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے سینۂ اطہر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

چودہویں منزل : رسول خداؐ کا قلب مطہر ہے جو اس حالت میں بھی آپؑ کے لئے مضطرب تھا چنانچہ آپؐ نے احتضار کے وقت حضرت امام حسینؑ کے حالات کو یاد کر کے فرمایا یزید کو مجھ سے کیا کام ہے، خدا اس کے لئے مبارک نہ کرے، اسی حالت میں رسول اکرمؐ کی روح مطہر قفس عنصری سے نکل کر خالق حقیقی سے جا ملی۔

پندرہویں منزل : مؤمنین کے دل ہیں جن میں حضرت امام حسینؑ کی ایک ایسی محبت موجزن ہے جس کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے'' (یہ محبت) ان کے باطن میں پوشیدہ ہے'' تم اپنے دل کی طرف توجہ کرو، تمہیں یقین آ جائے گا کہ رسول اللہؐ نے سچ

(۱) مصنف نے پہلے چودہ منزلوں کا ذکر کیا تھا۔ لیکن پندرہویں منزل کا یہاں اضافہ کیا ہے۔ (مترجم)

کہا ہے۔

اب آیئے مصائب حسینؑ کی منازل یا مصائب کو ان کی منزلوں کے حساب سے بیان کریں گے۔

پہلی اور اصلی منزل مدینۂ منورہ ہے جس کو چھوڑ کر چلے جانے پر آپؑ کو مجبور کیا گیا، جو آپؑ پر بہت گراں گذرا اسی لئے پہلے بارگاہ الٰہی میں شکایت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا ''خدایا ہم تیرے نبی کی عترت ہیں، ہمیں اپنے وطن سے نکال دیا گیا'' اور پھر رسول خداؐ سے گلہ کرتے ہوئے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر فرمایا: ''میں حسین ہوں (تیری بیٹی) فاطمہؑ کا فرزند، امت نے میری توہین کی اور عزت کا خیال نہیں رکھا۔''

مصائب حسینؑ کی دوسری منزل مکۂ مکرمہ ہے جہاں انسانوں سے لے کر، جانوروں چرند پرند، جنگلی حیوانات، درختوں اور نباتات تک کے لئے جائے امن ہے لیکن یہ حرم امن آپؑ کے لئے مقام خوف میں تبدیل ہو گیا، کیونکہ لوگوں نے آپؑ کو وہاں قتل کرنا چاہا، اسی لئے آپؑ وہاں سے بھی چلے گئے۔

تیسری منزل مکۂ مکرمہ اور کوفہ کے درمیان کا راستہ ہے، جس کے مختلف مقامات پر لوگ آپؑ کو، کوفہ جانے سے منع کرتے اور آپؑ کی نصرت و مدد سے انکار کرتے تھے مصائب حسینؑ کی تیسری منزل کربلا تھی جہاں قیام کرنے اور وطن بنانے کی نیت سے آپؑ وارد ہوئے تھے۔

امامؑ نے اپنے کارواں کے ساربانوں سے مخاطب ہو کر ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے: لوگو یہاں سامان اتار دو اور مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔''

پانچویں منزل: میدانِ جنگ کا مرکز تھا، جب آپؑ لڑتے لڑتے تھک جاتے تو اس جگہ پر چلے جاتے اور وہاں کھڑے ہو کر کہتے تھے: ''لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم''

چھٹی منزل قتل گاہ جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا: میرے لیے مقتل کا انتخاب

کیا گیا ہے، آپؑ قتل گاہ میں سے گرے اور تین یا چار دنوں تک اس جگہ پر پڑے رہے،
اس کے بعد مقتل کی مٹی کے اندر دفن ہوئے جہاں آپؑ کا مرقد مطہر ہے۔

ساتویں منزل : آپؑ کا سر مبارک کو رکھنے کی جگہ ہے گیارہویں محرم کی رات کو،
خولی بن یزید کے گھر میں رکھا گیا، حدیث میں ہے کہ سر مبارک کو کپڑا دھونے کے برتن میں
رکھا گیا تھا، لیکن زبانوں پر یہ بات رائج ہے کہ سر مبارک کو تنور میں رکھا گیا تھا جس میں نور
نازل ہوا۔

آٹھویں منزل : مصیبت سر مبارک حضرت امام حسینؑ کو دربار ابن زیاد میں لے
جانے کی منزل ہے، چنانچہ سر مبارک کو اس ملعون کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا ہے،
اس وقت ابن زیاد سر مبارک کو دیکھ کر خوش ہوا، اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جب اس
ملعون نے دیکھا کہ سر مبارک اپنے سامنے رکھا ہوا ہے تو مسکرانے لگا، اور یہ مسکراہٹ،
چوب خیز ران سے مارنے اور آپؑ کی مقدس ناک اور آنکھوں کی بے ادبی کرنے سے بھی
زیادہ بھاری ظلم تھا۔

نویں منزل : کوفہ میں درخت پر سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو لٹکانے کا مرحلہ ہے۔

دسویں منزل : مصیبت کوفہ و شام کے راستے میں سر مبارک کا سفر ہے جو کبھی نیزے
پر چڑھایا جاتا اور کبھی صندوق میں رکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ معلوم نہیں کہ مختلف
شہروں میں کن مقامات پر سر مبارک کو رکھا گیا تھا، جس منزل میں سر مبارک حضرت امام
حسین علیہ السلام کو رکھا گیا تھا وہاں ایک خاص نشانی پائی جاتی ہے۔

گیارہویں منزل : سر مبارک کو دیر راہب میں رکھنے کی منزل ہے اس منزل پر سر
مبارک کی تکریم و تعظیم کی گئی ایک نرم بچھونے پر رکھا گیا اور مہمان کی حیثیت سے مشک و عنبر
اور کافور سے اس کو معطر کیا گیا اور تحیت و سلام کہا گیا اور سر مبارک سے اس کا جواب ملا، انشاء
اللہ اپنے مقام پر ہم اس کی تفصیل بتائیں گے۔

بارہویں منزل : شام میں یزید ملعون کے دربار میں سر مبارک حسین علیہ السلام کو سونے کے

طشت میں رکھنے کی منزل ہے، اس منزل میں سرِ حسینؑ پر بہت زیادہ مصائب و آلام پہنچے جو بیس مصیبتوں کے قریب ہیں، ان میں سے بعض مصائب اس دربار میں آپؑ پر پہلی بار پہنچے اور بعض مصیبتوں کا تکرار ہوا، اس کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

تیرھویں منزل : یزید کے محل کے دروازے پر سر مبارک حسینؑ کو لٹکا دینے کی منزل ہے یہ حالت یزید کی بیوی سے دیکھی نہیں گئی اور مضطرب ہو کر ننگے سر محل سے نکلی اور یزید کو کوسنے لگی : ''حسین فرزند فاطمہؑ کا سر میرے گھر کے دروازے پر آویزاں ہے'' یزید نے اٹھ کر اس کے سر کو ڈھانپا اور محل میں لوٹا دیا، اس نے سر مبارک کو وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا اور سند سے کہا : فرزند رسول خداؐ کا اور قریش کے سردار کا غم مناؤ۔

چودھویں منزل مصیبت وہ ہے کہ سر مبارک حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو دمشق کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا، اس منزل پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، حالانکہ اس وقت جب سر مبارک کی چوب خیزران سے بے ادبی ہوتے ہوئے دیکھا آپؑ خاموش رہے تھے، لیکن جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ سر مبارک کو شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا ہے تو فرمایا : اے یزید کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ فاطمہؑ کے لخت جگر کا سر تمہارے شہر کے دروازے پر آویزاں رہے درحالانکہ وہ رسول خداؐ کی امانت ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اپنے مدفن کے لحاظ سے بھی ایک خاص منزل ہے اور روز محشر آپؑ کی منزل بھی خصوصی انداز کی حامل ہے اور آخری منزل جنت الفردوس میں آپؑ کا مخصوص مقام اور وہ درجات ہیں جن کے بارے میں آپؑ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : ''اور تمہارے لئے ایسے درجات ہیں جن پر شہادت کے بغیر فائز نہیں ہو سکتے۔'' اور سب سے اعلیٰ درجہ چنانچہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ خداوند عالم آپؑ کو پیغمبر اکرمؐ کی منزلت و مقام اور اعلیٰ درجے سے ملحق کرے گا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ

تیسرا مقصد

ان قرآنی آیات سے متعلق ہے جن میں آپؑ کا غم منایا گیا ہے

پہلی آیت آپؑ کے حمل اور ولادت باسعادت سے متعلق ہے، ارشاد خداوندی ہے :
"وَوَصَّیْنَا الانسانَ بِوالِدَیهِ اِحساناً حَمَلَتْهُ اُمُّهُ کُرْهاً وَوَضَعَتْهُ کُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصالُهُ ثلاثُونَ شَهراً حَتّی اِذابَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَربَعِینَ سَنَةً قالَ رَبِّ اَوْزِعنی اَنْ اَشکُرَ نِعمَتَکَ الَّتِی اَنعَمْتَ عَلَیَّ وعلیٰ والِدَیَّ واَنْ اَعمَلَ صالِحاً تَرضاهُ واَصلِحْ لِی فِی ذُرِّیَّتِی اِنِّی تُبتُ اِلَیکَ واِنِّی مِنَ المسلمین"
(سورۂ احقاف ۱۵)

کامل الزیارات اور بحار الانوار میں معتبر اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بطن مبارک میں آپؑ کا حمل ٹھہرا تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضور اکرمؐ سے مخاطب ہو کر عرض کیا: اے محمدؐ خداوند عالم نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپؐ کو بشارت دی ہے کہ فاطمہؑ کے ہاں ایک ایسا مولود پیدا ہوگا جس کو آپؐ کے امتی آپؐ کے بعد قتل کردیں گے، حضورؐ نے فرمایا : میرے پروردگار پر سلام ہو، مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں ہے جو فاطمہؑ کے بطن سے پیدا ہو جس کو میرے بعد میرے امتی قتل کردیں گے۔ جبرئیل امینؑ اوپر چلے گئے، پھر نازل ہوئے اور عرض کیا: خدا نے آپؐ کو بشارت دی ہے کہ اس نے آپ کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصایت قرار دی ہیں نبی اکرمؐ نے فرمایا: (اب) میں خوش ہوں، اس کے بعد آپؐ نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو وہ پہلا پیغام پہنچایا جو جبرئیلؑ لائے تھے، سیدۂ عالمؑ نے بھی فرمایا : مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں، جس کو آپؐ کے بعد آپؐ کے امتی قتل کردیں، اس کے بعد رسول خداؐ نے جبرئیل کی لائی

ہوئی خوشخبری سنائی تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے کہا: (اب) میں (بھی) خوش ہوں۔

جہاں تک آیۂ شریفہ میں بچے کے حمل اور ولادت کے وقت تکلیف سہنے کی بات کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کیے جانے کی خبر پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام مغموم رہتی تھیں اور آپؑ کے حمل، ولادت اور شیر خوارگی کی مدت تیس مہینوں کی تھی اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام دعا کرتی تھیں "میری ذریت میں سے صالح و پرہیز گار اولاد قرار دے" اور اگر آپؑ یہ دعا کرتیں: "میری اولاد کو صالح و پرہیز گار قرار دے" تو آپؑ کی پوری ذریت امامت کے منصب پر فائز ہو جاتی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہراؑ سمیت کسی عورت کا دودھ نہیں پیا، لیکن آپؑ کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے جاتے تو آنحضرتؐ اپنے اشارے کی انگلی کو دہن مبارک میں رکھتے تو آپؑ انگشت مبارک کو چوس لیتے تھے، اس سے دو یا تین دن تک کی غذا مل جاتی تھی، اس طرح حضرت امام حسینؑ کا گوشت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت سے بنا اور آپؑ کا خون حضور اکرمؐ کا خون ہے، اور کوئی بچہ دنیا میں چھ ماہ کا پیدا نہیں ہوا سوائے یحیٰؑ بن زکریاؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے۔

جان لو، کُرھاً سے مراد یہاں وہ غم واندوہ ہے جس کا آپؑ کے حمل، ولادت، پرورش، دودھ پلانے کے ایام، تربیت، بچپن میں آپؑ کے ساتھ کھیلنے، اور آپؑ کے نانا، والد اور والدہ کی طرف سے آپؑ کو خوش کرنے کے دوران احساس ہوتا تھا چنانچہ آپؑ کے نانا آپؑ کے بارے میں غمگین و ملول حالت میں رحلت فرما گئے، اسی طرح آپؑ کی والدہ والد اور بھائی بھی آپؑ کا غم مناتے ہوئے وفات پا گئے چنانچہ یہ سب ہستیاں رحلت کے وقت غمگین تھیں اور آپؑ کی بہن حضرت زینب کبریٰؑ قتل گاہ میں آپؑ سے وداع کے وقت غمگین و ملول تھیں، وہ بھی کیسی سختی، کیسا غم، کیسا افسوس اور کیسی فریاد اور چیخ و پکار ایسی جس کا بیان ناممکن ہے۔ دوسری آیت جو مدینۂ منورہ سے آپؑ کے خروج کی تعبیر ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ "اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ" اَلَّذِیْنَ

اُخرِجُوا مِنْ دِیَارِهِم بِغَیرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ" (سورۂ حج آیات ۳۹-۴۰)

حضرت امام جعفر الصادق ؑ سے روایت ہے کہ آیت حضرت علی ؑ، جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حضرت امام حسینؑ کے حالات سے مطابقت رکھتی ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ حضرت علی ؑ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ کو اپنے وطن سے نکال دیا گیا اور بے جرم و بے خطا اور وہ بغیر کسی ایسے حق کے جس کی وجہ سے ان کو قتل کیا جاتا قتل کیے گئے، صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ ان کا پروردگار ہے اور اس پر ثابت قدم رہے، یہ حالت ایک مخصوص انداز میں حضرت امام حسینؑ پر بھی جاری ہوئی، چنانچہ آپؑ کو وطن سے نکال دیا گیا بلکہ ہر مقام سے آپؑ کو نکال دیا گیا یہاں تک کہ آپؑ کے لئے کوئی ملجا و ماویٰ نہ رہا، اور آپؑ نے فرمایا: ''اگر میں زمین کے جانوروں میں سے کسی جانور کے بل میں چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس سے نکال کر قتل کر دیں گے، اس کے بعد آپؑ کو ایک خاص انداز میں قتل کیا گیا، آپؑ پر اور آپؑ کی اولاد، اہل و عیال اور بچوں پر منفرد انداز سے ظلم کیا گیا اور حضرت امام زمانہ (عج) کے ہاتھوں آپؑ ہی کے نصرت و مدد کے ذریعے خدا کی قدرت کا اظہار ہوگا۔

تیسری آیت کا اطلاق آپؑ کے اصحاب کی قلیل تعداد پر ہوتا ہے، ارشاد رب العزت ہے: ''اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِینَ قِیلَ لَهُم کُفُّوا اَیدِیَکُم وَاَقِیمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّکَاةَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیهِمُ القِتَالُ اِذَا فَرِیقٌ مِنهُم یَخشَونَ النَّاسَ کَخَشیَةِ اللّٰهِ اَو اَشَدَّ خَشیَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ کَتَبتَ عَلَینَا القِتَالَ لَولَا اَخَّرتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیبٍ''

حسن بن زیاد عطار نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپؑ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا یہ آیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو خدا نے صلح کا حکم دیا تھا، پھر کہتے ہیں میں اس عبارت کے بارے میں سوال کر رہا ہوں ''کُتِبَ عَلَیهِمُ القِتَال'' فرمایا: یہ حصہ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے، خدا نے آپؑ پر جہاد فرض کیا اور تمام اہل زمین پر

فرض کیا کہ آپؑ کے ساتھ رہیں (کا ساتھ دیں)۔

علی بن اسباط کہتے ہیں بعض نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر تمام اہل زمین حضرت امام حسینؑ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرتے تو سب کے سب مارے جاتے۔

تفسیر عیاشی میں عبداللہ بن جعفر کے غلام ادریس نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے اس آیہ شریفہ کی تفسیر روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کُفُّوا اَیدِیَکُم (ہاتھوں کو روک دو) یعنی حضرت امام حسنؑ سے صلح ہے اور کُتِبَ عَلَیهِمُ القِتالُ (ان پر جہاد لکھا گیا ہے) سے مراد حضرت امام حسینؑ کا معرکہ ہے اور اِلی اَجَلٍ قریب (ایک کوتاہ مدت تک) سے مراد حضرت قائم آل محمد (عج) کے خروج کا وقت ہے اس لئے کہ آپ (عج) کے ساتھ فتح و ظفر ہے۔

چوتھی آیت: حضرت امام حسینؑ کی شہادت، مقام شہادت اور حالات سے متعلق ہے اور یہ ہے "کھیعص" اس کا ذکر، حضرت زکریا نبیؑ کی حکایت میں ہوا ہے کہ ان کو واقعہ کربلا اور یزید کے ہاتھوں عترت اطہارؑ کے قتل، ان کی پیاس اور صبر کے بارے میں آگاہ کیا گیا، ہم نے اس روایت سے متعلق مجالس عزا کے عنوان میں بیان کیا ہے۔

پانچویں آیت کا تعلق شہادت کے وقت خدا کی طرف سے آپؑ کو پہنچنے والی ندا سے متعلق ہے اور یہ ہے۔

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ المطمئنۃُ اِرجعی الی رَبّک راضیۃً فَادْخُلِی فِی عبادی وادخُلِی جَنّتِی۔

حضرت امام جعفر الصادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں، اور آپ ہی مطمئن، راضی اور مرضی نفس کے مالک ہیں۔

مصنف کہتا ہے: اس بات کی وضاحت یوں کر سکتے ہیں کہ جو خدا کی معرفت حاصل کرتا اور اس کی شان و عظمت کرتا ہے، وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور جب خدا کی محبت دل

میں اجاگر ہوتی ہے تو انسان ہر اس بات پر خوش ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہو چنانچہ اس کے وجود میں کسی قسم کا تزلزل پیدا نہیں ہوگا بلکہ خدا کی طرف سے پہنچنے والے شدید ترین مصائب و آلام کے وقت اس کے طمانیت اور رضا میں اضافہ ہو جائے گا، عملی طور پر حضرت امام حسینؑ پر اس بات کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ گذشتہ عنوان میں اس کی تفصیل بیان کی گئی اور آگے چل کر بھی بیان ہوگی۔

چھٹی آیت ہے "وَمَنْ قُتِلَ مَظلوماً فقد جَعَلنالِولیّه سُلطاناً فلا یُسْرِف فی القتل" اس آیت سے متعلق حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا (جو مظلوم قتل کیا گیا) اس سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں جو مظلوم قتل کئے گئے، (اس کے ولی کو بدلے کا اختیار دیتے ہیں) کے بارے میں آپؑ نے فرمایا: آپؑ کے ولی قائم آل محمد (عج) ہیں..... انه کان منصوراً یعنی حضرت امام حسینؑ جو منصور ہیں (آپؑ کی مدد کی جائے گی)

بعض روایات میں یوں بیان کیا گیا ہے اور بعض دیگر روایات میں (فلا یُسرف فی القتل) میں یُسرف کا ضمیر ولی کی طرف پلٹایا گیا ہے اسی طرح اَنّهُ میں بھی ضمیر ولی کی طرف پلٹایا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کرنا چاہیے لیکن آپؑ کے تمام دشمنوں کے قتل سے نہ کرنا مراد نہیں ہے بعض روایات میں یُسرف (را پر فتحے کے ساتھ) قرأت کرنے کو کہا گیا ہے۔

مصنف کہتے ہیں: آیہ شریفہ کے ظاہری معنی تمام لوگوں کے لئے ایک عام حکم ہیں اور وہ ہے جو مظلوم قتل ہو جاتا ہے اس کے ولی کے لئے شرعاً قصاص کا اختیار ہے اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے ولی کو آپؑ کے قاتل سے قصاص کا حق حاصل ہے اور اگر ہم آپؑ کے قاتل کا تعین کرنا چاہیں تو دیکھنا پڑے گا، آپؑ کا قاتل یزید ہے یا ابن زیاد عمر ابن سعد ہے یا کہ شمر اور سنان؟ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ مثلاً صالح بن وہب جس نے آپؑ پر نیزے سے وار کیا جس سے آپؑ گھوڑے سے گر پڑے یا وہ ملعون جس نے

ایک تیر سہ شعبہ مارا جو آپؑ کے سینۂ مبارک پر جالگا اور آپؑ نے فرمایا "بِسمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ" یا ان کے علاوہ کوئی اور؟

درحقیقت حضرت امام حسینؑ ایسے مقتول ہیں جس کے ایک لاکھ قاتل تھے شریک قتل کے لحاظ سے نہیں بلکہ علیحدہ طور پر قتل میں حصہ دار ہونے کے لحاظ سے، ان میں سے ہر ایک نے آپؑ کو قتل کیا ہے، اس طرح آپؑ کے ایک لاکھ علیحدہ قاتل ہیں چنانچہ آپؑ یزید کے ہاتھوں قتل ہوئے جس کا ذکر انبیائے کرامؑ کی روایات میں کیا گیا ہے، اور آپؑ کو ابن زیاد نے قتل کیا ہے، جس طرح یزید نے کہا ہے : ابن مرجانہ نے ان (حسینؑ) کو قتل کیا ہے، آپؑ عمر ابن سعد کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اس کو بچپن میں دیکھ کر کہتے تھے : یہ حسینؑ کا قاتل ہے، اسی طرح آپؑ شمر کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں اور سنان وخولی بھی آپؑ کے قاتل ہیں، نیز وہ شخص بھی جس نے سہ شعبہ تیر مارا تھا قاتل حسینؑ ہے مختصر یہ ہے کہ آپؑ پیاس، غیرت اور گریہ سے بھی قتل ہوئے ہیں لیکن حقیقت حال یہ ہے چنانچہ آپؑ نے خود فرمایا : قُتِلتُ مکروباً" (میں غم واندوہ اور رنج اور الم کے ہاتھوں مارا گیا ہوں) اسی وجہ سے آپؑ کو صاحب کربلا کہتے ہیں لہٰذا لفظ کربلا آپؑ کی علت قتل کی طرف اشارہ ہے اور میں کہتا ہوں (جو مظلوم قتل کیا جائے) کے اور بھی معانی ہیں اور ان تمام معانی و مفاہیم کا درحقیقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر اطلاق ہوتا ہے :

پہلا مفہوم : مظلوم قتل کئے گئے یا اس حالت میں آپؑ کو شہید کیا گیا کہ آپؑ پر زیادتی کی گئی، آپؑ سے ہر قسم کا اختیار چھین لیا گیا، مال ودولت، اصحاب واعوان بھائیوں اور اولاد کو چھین لیا گیا آپؑ کے اعضاء وجوارح ظاہرہ وباطنیہ کو صدمہ پہنچایا گیا اور تیروں تلواروں اور نیزوں کے ذریعے نیز پیاس کے ذریعے آپؑ کے ان اعضاء پر چوٹ لگائی گئی اور درحقیقت یہ آپؑ کی صفت تھی حتیٰ کہ آپؑ کے گلوئے مبارک پر بھی تلوار چلائی گئی۔ پھر اس کے بعد آپؑ کے مال کو لوٹا گیا، اہل وعیال اور بچوں کو قیدی بنایا گیا اور آپؑ کو یکہ وتنہا غربت کی حالت میں شہید کیا گیا، اس طرح "وَمن قُتِل مظلوماً" سے مراد ہر لحاظ سے مظلومیت

ہے اور اس کا تعلق صرف حضرت امام حسینؑ سے ہے اس لئے کہ یہ ساری باتیں صرف آپؑ کی ذات اقدس میں مجتمع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ مظلوم جو ایک صفت ہے آپ ہی کے لئے علم ہوا ہے چنانچہ دعا میں آیا ہے:

اُنشِدُکَ دمَ المظلوم (خدایا) تجھے خونِ مظلوم کی قسم دیتا ہوں)

حدیث میں آیا ہے: مظلوم کی زیارت کو ترک مت کرو، راوی نے عرض کیا: مظلوم کون ہے؟ تو معصومؑ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ مظلوم حسینؑ شہید کربلا ہیں۔

مظلوم ہونے کے دوسرے معنی ہیں بے جرم و بے خطا قتل ہونا، بغیر کسی شرعی حق کے جو قصاص کا موجب بنے یا کسی حد یا مفسدے کا سبب بنے اور اس معنی کی واضح ترین مثال حضرت امام حسینؑ ہیں چنانچہ آپؑ نے خود فرمایا ہے: ''وائے ہو تم پر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تم لوگوں سے کوئی مال چھینا ہے یا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے جس کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو۔ مظلوم ہونے کے تیسرے معنی، قتل کی کیفیت میں ہیں اس لئے کہ خدا نے ہر چیز میں احسان قرار دیا ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لئے چاقو کو تیز کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی اور جانور کے ذبیحے پر اس کی نظر نہ پڑنے دی جائے اور کسی جانور کے سامنے اس کو ذبح نہ کیا جائے، اس کے پاؤں کو نہ باندھیں اور (جسم سے جان نکلنے سے پہلے) اس کے اعضا کو نہ کاٹیں اور ذبح کرتے وقت اس کو پانی پلایا جائے۔

لہٰذا قتل ہونے والے کو قتل کی کیفیت میں اگر احسان کی رعایت نہ کی جائے تو وہ مظلوم ہے اور حضرت امام حسینؑ کو ظلم کی ایسی کیفیت کے ساتھ شہید کیا گیا جس میں احسان نہیں تھا (تعدی و جارحیت تھی)۔

ومن قتل مظلوماً کا چوتھا مفہوم مظلومیت کی حالت میں قتل کیا جانا ہے یعنی قتل کے دوران ہر قسم کی زیادتی، ظلم اور جارحیت روا رکھنا، اور صرف حضرت امام حسینؑ ہیں جو نہایت

مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

مظلوم قتل ہونے کے پانچویں معنی قتل کے بعد مقتول کے لباس کے لوٹے جانے اعضائے بدن کے کاٹے جانے، لاش کو پامال کئے جانے اور بغیر کفن و دفن کے زمین پر پڑے رہنے کے ہیں، اور یہ صفات بھی صرف آپؑ میں منحصر ہیں، حتیٰ کہ شہادت کے بعد اس پرانی قمیض کو بھی لوٹا گیا جو پارہ پارہ ہو چکی تھی اور کسی کام کی نہیں تھی۔

ساتویں آیت : روز قیامت آپؑ کے قاتلین سے انتقام لینے سے متعلق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَاِذَاالْمَوْؤٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ''(سورہ تکویر، ۸۔۹)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مصنف کہتے ہیں : کیونکہ یہ آیت قیامت کے عظیم واقعات جیسے سورج کے گہن، ستاروں کے گرنے اور پہاڑوں کی حرکت سے ہے لہٰذا اس سوال کا جواب ایک ایسا عظیم مطلب ہونا چاہیے جو اہل محشر میں انقلاب سب پر محیط ہو اور تمام مخلوقات کے خوف کا باعث بنے۔)

(اور جاہلیت کے دوران زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں سے) سوال ایک عظیم بات ہے کیونکہ ان کو بے جرم و بے خطا زندہ درگور کیا گیا تھا، لیکن ایک ایسے شخص سے سوال اس سے زیادہ عظیم ہے جس کو گھیر لیا گیا اور اس پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے، اور اس کو اور اس کے اصحاب و اولاد کو ان کیفیتوں کے ساتھ قتل کیا گیا جن کا ہم نے آگے ذکر کیا اور شاید یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شأن میں نازل ہوئی ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ در حقیقت عاشورا کے دن شہادت سے قبل حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب، اہل بیتؑ اور بچے موؤدہ (زندہ درگور) رہے۔

کیونکہ زندہ درگور کئے جانے والے کی اصل تکلیف مٹی میں اس کو زندہ دفنانے اور

سانس بند ہو جانے میں ہے چنانچہ آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ و اصحابؓ پیاس کی حالت میں محاصرے میں رہے، ان پر لوگوں کی طرف سے خوف و ہراس طاری رہا اور وہ سب صبح سے لے کر عصر عاشور تک اس کیفیت میں مبتلا رہے اور ان کو کسی قسم کا چین نہیں ملا، لہذا موؤدہ سے مراد آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ اور اصحاب ہیں اور آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ان سے سوال کیا جائے گا کہ وہ لوگ کس جرم میں قتل ہوئے ہیں اور ان کا گناہ کیا تھا کہ اس کیفیت کے ساتھ قتل کیے گئے؟ اور ان کے بچوں کا قصور کیا تھا کہ وہ اس حالت میں قتل ہوئے؟

آٹھویں آیت : "وَفَدیناهُ بِذِبحٍ عظیم" ہے روایت کی گئی ہے کہ حسینؑ ذبح عظیم ہیں۔ اور یہ لازم نہیں کہ جس کے لئے قربانی دی جاتی ہے وہ قربانی سے زیادہ اہم ہو اس لئے کہ یہاں "بذبح" میں "ب" بائے سببیہ ہے، تقدیہ نہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس (اسماعیلؑ کو) قربان کر دیا۔ اس عظیم قربانی (حضرت امام حسینؑ) کے سبب جو اس کی پشت میں لکھی ہوئی ہے یا اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ (اسماعیلؑ) کی راہ خدا میں دی جانے والی قربانی اس سے عظیم تر قربانی (حضرت امام حسینؑ) میں تبدیل ہوگئی اور راہ خدا میں قربان ہونے کے عظیم درجے پر حضرت امام حسینؑ فائز ہوئے۔

چوتھا مقصد

سورۂ حمد اور بسم اللہ کی خصوصیات حضرت امام حسینؑ سے مخصوص ہیں

مصنف کہتے ہیں :

- سورۂ حمد قرآن مجید کا آغاز (فاتحۃ الکتاب) ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام صحف (کتاب) شہدا کا سرنامۂ کلام ہیں۔
- سورۂ حمد اُمّ الکتاب کہلاتا ہے جب حضرت امام حسینؑ ائمہ اطہارؑ کے باپ ہیں۔
- سورۂ حمد اطاعت کا خزانہ ہے اور حضرت امام حسینؑ اسبابِ شفاعت کا خزانہ

ہیں۔

○ سورہ حمد وافی سورہ ہے اور حضرت امام حسینؑ وسائل مغفرت سے بھرپور ہیں۔

○ سورہ حمد شفا بخش ہے اور حضرت امام حسینؑ کی تربت، خاک شفا ہے اور آپؑ کا خون مطہر بھی شفا تھا، چنانچہ یہودی لڑکی، کی شفایابی کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی طرح آپؑ پر بہائے جانے والے آنسو بھی شفا بخش ہیں جو ظاہری و باطنی ہر قسم کی آگ کو بجھا دیتے ہیں، چنانچہ حدیث کے مطابق اگر ان میں سے ایک قطرہ جہنم میں ٹپک جائے تو اس کی حرارت کو بجھا دیتا ہے۔

○ سورہ حمد کافی ہے، اسی طرح حضرت امام حسینؑ کی محبت بھی کفایت کرتی ہے۔

○ سورہ حمد قرآن کے برابر ہے اور حضرت امام حسینؑ بھی قرآن کے شریک اور برابر ہیں اس لئے کہ پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو امت کے ہاتھوں بطور امانت سپرد کیا تھا۔

○ سورہ حمد سبع مثانی ہے اس لئے کہ اس کی سات آیات ہیں اور دو مرتبہ نازل ہوا ہے اور حضرت امام حسینؑ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؑ آسمان سے دو مرتبہ اتر آئے اور دو مرتبہ اوپر اٹھائے گئے، آپؑ کی روح ولادت کے وقت اتر آئی اور شہادت کے وقت آپؑ کی روح (اوپر اٹھی) اور دیگر ائمہ و انبیاءؑ کی طرح۔

اور آپؑ کے جسد مطہر کو اوپر اٹھا گیا پھر اتارا گیا، یہ آپؑ کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ روایت میں ہے آپؑ کو شہید کرنے کے بعد آپؑ کے سر مبارک کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ لے جایا گیا تو ملائکہ نازل ہوئے اور آپؑ کے بدن مطہر کو اسی حالت میں پانچویں آسمان پر لے گئے اور حضرت علیؑ کی صورت اقدس کے ساتھ رکھا گیا، آسمان کے مکینوں نے آپؑ کو دیکھا کہ خون میں غلطاں ہیں، تو آپؑ کے قاتل پر نفرین کی، اس کے بعد آپؑ کے جسد مطہر کو دوبارہ اپنی جگہ پر کربلا لوٹا دیا گیا، ان امور میں کچھ مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن کی تہہ تک ہم نہیں پہنچ سکتے خدا اس کا علم رکھتا ہے۔

○ روایت میں ہے کہ اگر کسی نے سورہ حمد کی اس کے ظاہر و باطن پر ایمان کے سات

تلاوت کی تو خدا اس کے ہر حرف کے عوض ایک حسنہ دے گا جو تمام دنیا سے بہتر ہوگا، اور جو حضرت امام حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرتا ہے اور آپؑ پر گریہ کرتا ہے خداوند عالم اس کے آنسوؤں کے ہر قطرے کے بدلے ایک حسنہ دیتا ہے جو دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہوگا، اور جس نے آپؑ کی زیارت کی اس کو بھی خدا ایسا حسنہ دے گا جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، اس کی تفصیل پہلے بیان کی گئی ہے۔

o جہاں تک بسم اللہ کا تعلق ہے، یہ ہر سورے کا عنوان اور سرنامہ ہے اور حضرت امام حسینؑ شہدائے راہ حق کے عنوان اور ان کے سید و سالار ہیں۔

o بِسْمِ اللّٰہ قرآن مجید کے ۱۱۴ (ایک سو چودہ) مقامات پر آیا ہے اسی طرح حضرت سید الشہداؑ کی ۱۱۴ (ایک سو چودہ) باتیں ایسی ہیں جو مغفرت کے ذرائع ہیں۔

o شرعی تکلیف کے طور پر جانور کو ذبح کرتے اور اونٹ کو نحر کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ کہا جاتا ہے اور ہر مؤمن جانوروں کے ذبح اور نحر کے دوران یا کسی کے قتل کے وقت حضرت امام حسینؑ کی یاد کرتا ہے۔ اس کی وجہ آپؑ کو نحر یا قتل کرنے کی حالت کی شدت کی وجہ ہے جو ہر قسم کے قتل یا نحر سے زیادہ شدید تھی۔ اس کا بیان حدیث نبوی شریف میں ہوا ہے۔

پانچواں مقصد

ایک دلچسپ مقصد ہے جس میں قرآن مجید کی بعض ایسی صفات بیان کی جائیں گی جن کا تعلق امام حسینؑ سے ہے

ان میں سے بعض ایسی آیات شریفہ و الفاظ ہیں جن میں روایات کے مطابق اس مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بعض ایسی ہیں جن کے بارے میں خاص طور پر کوئی روایت تو نہیں ملتی لیکن قرآن مجید میں پائی جانے والی مکتوب اور ثابت صفات سے ہم نے ان کو اخذ کیا ہے۔

مصنف کہتے ہیں : قرآن مجید میں ایسی آیات ہیں جن کے نام وصفات اور کچھ منفرد خصوصیات ہیں مثلاً آیۂ نور، آیۂ تطہیر، آیۃ الکرسی اور بعض آیات ایسی ہیں جو بعض خصوصیات سے متعلق ہیں مثلاً آیات شفا اور آیات سجدہ۔

اور حضرت امام حسینؑ کی ذات اقدس میں اونچی کرسی ہے جو آسمانوں اور زمین پر محیط ہے اور وہ آپؑ کا علم ہے اور آپؑ کی ذات اقدس میں نور کی دو آیتیں ہیں ایک آپؑ کے سر مبارک میں اور دوسری آپؑ کے بدن اطہر ہیں۔

پہلی آیت یا دلیل جو شام کے راستے میں بہت سے لوگوں کو نظر آئی سر مبارک کو زید ابن ارقمؓ کے حجرے کے سامنے سے گزرا گیا تو اس وقت انہوں نے دیکھا گلی کی طرف کھلنے والے دریچے سے کمرے کے اندر روشنی پڑ رہی ہے، یہ دیکھ کر وہ متعجب ہوئے اور دیکھنے لگے کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے، پتا چلا روشنی سر مبارک حسینؑ سے پھوٹ رہی ہے، اس وقت سر مبارک کو سورۃ کہف کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

دوسری آیت آپؑ کے بدن اطہر کی ہے، اس کو بنی اسد کے ایک کسان نے دیکھا جو رات کے وقت مقتولین کی لاشیں دیکھنے آیا تھا، وہ کہتا ہے میں نے مقتولین کے درمیان سے ایک ایسے جسد کو دیکھا جو سورج کی طرح چمک رہا تھا اور یہ بھی دیکھا کہ ایک شیر آ کر اس جسد کے پاس بیٹھ گیا۔

○ حضرت امام حسینؑ کی محبت میں بہت سے روحانی امراض کے لئے آیات شفا پائی جاتی ہیں اور آپؑ کی تربت میں امراض ظاہری کے لئے شفا کی آیات ملتی ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسد اطہر میں چار آیتیں ہیں جو سجدہ والی آیات کی طرح ہیں، آپؑ کے چاہنے والوں کو چاہیے کہ ان آیات کا تصور کر کے زمین پر گر پڑیں اور جس طرح آیات سجدہ سن کر سجدہ کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے کو خاک آلود کریں۔

ان میں پہلی سے آیت اس تیر سے شعبہ کی چوٹ ہے جو آپؑ کے سینۂ اطہر پر لگا اور دل کو چیرتے ہوئے پشت اطہر سے نکلا۔

دوسری آیت وہب بن صالح حرنی ملعون کے نیزے کا زخم ہے جو آپؑ کی تہیگاہ پر آلگا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے سے گر پڑے۔

تیسری سیف بن مالک بن یسر کی تلوار کی چوٹ ہے جو آپؑ کے سر مبارک پر لگی جس نے عمامہ اور ٹوپی کو پھاڑتے ہوئے سر مبارک کو شق کیا اور آپؑ نے عمامہ سر سے اور ٹوپی کو اتار دیا۔

چوتھی آیت آپؑ کے گلوئے مبارک پر چلنے والی تلوار کا زخم ہے جس سے آپؑ کا سر مبارک بدن اطہر سے جدا ہوا لیکن یہ زخم پیچھے سے لگا تھا:

تو یہ وہ چار ثابت آیتیں ہیں جو آپؑ کے جسد اطہر میں پائی گئیں، ان کا تصور کر کے یا ان کے بارے میں سن کر آپؑ کے عقیدتمندوں کو چاہیے کہ وہ مضطرب ہو جائیں۔ (غم حسینؑ میں) ان کی کمر جھک جائیں اور زمین پر گر کر سروں میں خاک ڈالیں۔

چھٹا مقصد

ایک دلچسپ نیا اور انوکھا مقصد ہے جس میں سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ ناس تک قرآنی سورتوں میں حضرت امام حسینؑ سے متعلق اشارتاً یا کسی مناسبت سے یا باطناً بیان کئے جانے والے مطالب کا تذکرہ کریں گے

- سورۂ فاتحہ : علیحدہ طور پر گذشتہ مقصد میں ہم نے ذکر کیا تھا۔
- سورۂ بقرہ : اس سورے میں حضرت امام حسینؑ کا پہلا ذکر مصیبت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ"

(سورۂ بقرہ آیت ۳۰)

چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرشتوں کو واقعۂ کربلا میں حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی شہادت کا بعض دلائل کی بنا پر علم ہوا اور اس طرح خداوند عالم کو مخاطب کر کے کہا :
"کیا اسے (خلیفہ) بناؤ گے جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے۔"

o سورۂ آل عمران : حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی میدان جنگ کی طرف روانگی کے وقت اس آیت کی تلاوت کی:

"اِنَّ اللّٰہَ اِصطفیٰ آدمَ و نوحاً و آلَ اِبراھیمَ و آلَ عمرانَ عَلی العالمین o ذُرِّیۃ بعضھا من بعضٍ و اللّٰہُ سمیعٌ علیم" "(سورۂ آل عمران، آیات ۳۳-۳۴)

(بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا o وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔"

o سورۂ نساء : اس سورے میں مصیبت حسینؑ سے متعلق دوسری قرآنی آیت ہے اور وہ یہ ہے۔

"اِلّا المُستَضعَفِینَ مِنَ الرِّجالِ وَ النِّسآءِ و الوِلدانِ لایَستَطِیعُونَ حِیلۃً و لایَھتَدُونَ سَبِیلاً"

ظاہراً یہاں آپؑ کے اصحاب، اہل وعیال اور بچے مراد ہیں۔

سورۂ مائدہ : حضرت امام حسین علیہ السلام کا کھانے کا ایک دستر خوان (مائدہ) تھا جس میں آب کوثر کا شربت تھا، یہ مائدہ آپؑ اور آپؑ کے اصحاب کے لئے بغیر سوال کئے نازل ہوا تھا، جب کہ حواریّین نے عرض کیا تھا "اَنزِل علینا مائدۃً" (پروردگار ہم پر مائدہ نازل فرما) لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب حسینؑ نے ہر قسم کی پیاس بھوک اور زخموں کی تکلیف اور قتل ہونے کو اپنے لئے قبول کیا تھا اور جام شہادت کو وہ ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزوں سے بہتر سمجھتے تھے۔

سورۂ اعراف : بعض تفاسیر کی بنا پر حضرت امام حسین علیہ السلام خود اعراف ہیں اور ان

مردوں میں سے ہیں جو اعراف پر ہیں" وَعَلَى الاعرافِ رِجالٌ" يَعرِفُونَ كُلّاً بِسِيمَاهُم (اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے) اور حضرت امام حسینؑ کی ایک مخصوص شناخت آپؑ کے زائرین کی سیما کی وجہ سے ہے اس لئے کہ روز قیامت ان کی پیشانیوں پر ایک مخصوص نشانی ہوگی جس کا ذکر ہم نے زیارت کی خصوصیات میں کیا ہے۔

سورۂ انفال : یہ سورہ آپؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کا حق ہے، لیکن آپؑ کو اس حق سے روکا گیا بلکہ آپؑ کو عام لوگوں کے مشترکہ حق سے بھی محروم کیا گیا یعنی نہیں پانی سے بھی محروم کیا گیا جو انفال میں سے نہیں بلکہ جانوروں سمیت ہر جاندار مخلوق کا حق ہے، حتیٰ کہ کفار اور چوپایوں کو بھی یہ حق حاصل ہے۔

سورۂ برائت : اس سورے کی تمام آیاتِ جہاد درحقیقت اصحابِ حسینؑ کے جہاد پر صادق آتی ہیں خاص طور پر وہ آیت جس میں خدا کی طرف سے مؤمنین کے نفوس کی خرید کا ذکر ہوا ہے : "اِنَّ اللّٰهَ اشتَرىٰ مِنَ المُؤمِنِينَ اَنفُسَهُم وَاَموالَهُم بِاَنَّ لَهُم الجَنَّةَ " (خدا نے مؤمنین سے ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے جس کے بدلے ان کو جنت ملے گی)

ہر شخص نے اس بازار میں معاملہ کیا ہے لیکن آپ نے ایک مخصوص معاملہ کیا ہے جس میں مال کی رسد، قیمت کی وصولی اور مال کی ترسیل، ناپ تول، وزن اور مال کی حفاظت اور تقسیم کے مراحل کا خاص انداز تھا جو آپؑ کی مجموعی خصوصیات کو مدنظر رکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

سورۂ یونس : حضرت امام حسینؑ کے زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرنے میں یونس نبیؑ کی صفات و کردار سے خاص مشابہت پائی جاتی ہے لیکن درخت یقطین کی جگہ آپؑ کے جسم اطہر پر تلواروں اور نیزوں کے زخم اور پرندوں کے پر لگے تھے۔

سورۂ ہود : حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اس وقت آپؑ نے سورۂ ہود کی بعض آیات کی خاص طور پر تلاوت کی ان میں سے ایک یہ آیت تھی۔

قَالَ اِنّی اُشھِدُ اللّٰہَ واشھدُوا اَنّی بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ "(کہا میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں تم بھی گواہ رہنا کہ اللہ کے سوا جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں)

سورۂ یوسف : عامۂ مسلمین (اہل سنت) کی بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ سورۂ یوسف پیغمبر اکرم ﷺ پر حضرت امام حسینؑ پر پہنچے والے مصائب و آلام کی تسلیت کے طور پر نازل ہوا ہے۔

سورۂ رعد : ارشاد خداوندی ہے "وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ "اور حدیث میں ہے کہ کوئی بادل ایسا نہیں جو گرجتا اور چمکتا ہو اور قاتل حسین علیہ السلام پر نفرین نہ کرتا ہو۔

سورۂ ابراہیم : اس سورے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی ذریت کو بے آب و گیاہ صحرا میں بسانے کی حکایت بیان کی گئی ہے "بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ "اور یہ کیفیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اپنی ذریت کو کربلا میں بسانے کے واقعے کے عین مطابق اور عجیب اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اہل و عیال سے وداع کے وقت گفتگو کی تھی، اور وداع کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے اہل بیتؑ سے گفتگو کی تھی جس سے پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل : حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے کربلا میں ایک خاص معراج تھی، یہ آپؑ کے اثرات میں سے ہے کہ کربلا ملائکہ کی معراج گاہ بن گیا ہے اور روایات میں ہے کہ شب معراج پیغمبر اکرم ﷺ بھی اس مقام سے گزرے تھے، آپؐ نے فرمایا: مجھے ایسے مقام سے گذرا گیا جس کا نام کربلا تھا، میں نے وہاں اپنے بیٹے حسین اور اس کے اصحاب کا مقتل دیکھا۔

سورۂ کہف : حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جب نیزے پر تھا تو سورۂ کہف یا اس منزل پر کوئی رہنمائی حاصل کر لوں)

اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینۂ منورہ میں کربلا کی جانب سے ایک روشنی دیکھی تو اپنے اہل بیتؑ سے فرمایا: میرے ساتھ چلو مکۂ مکرمہ میں اپنے اہل و عیال کو ساتھ

لے جانے کے بارے میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا: خدا کی مشیت یہ ہے کہ یہ اسیر ہو جائیں۔

سورۂ طٰہٰ کے بعد والی سوروں میں بھی اسی طرح کی خاص مناسبتیں ہیں، چنانچہ مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے سورۂ قصص کی بعض آیات تلاوت فرمائیں اور بعض آیات کی مکۂ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت تلاوت فرمائی ہم ان آیات کی تفصیل آپؑ کی ایک خصوصیت، ہجرت کے عنوان میں بیان کریں گے اسی طرح آپؑ کے بعض اصحاب نے جہاد کے دوران سورۂ مؤمن کی بعض آیات کی تلاوت کی یہاں ہمارا مقصد آیات قرآنی میں حضرت امام حسینؑ کی خصوصیات سے مطابق رکھنے والے بعض خاص نمونوں کا بیان تھا، لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور قرآنی سورتوں کی بعض عام مناسبتوں کا ذکر کرتے ہیں :

وہ سورتیں جن کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوتی ہے جیسے طواسین ، حوامیم ، یٰسٓ، صٓ المرا، الٓم ،قٓ، نٓ، نقش میں ان کی صورتوں کی تاثیر ہیں اور عدد کے لحاظ سے ان میں بعض مطالب کی طرف اشارے ملتے ہیں اور ان حروف میں کچھ اثرات ہیں ان میں اسمائے الٰہی کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں جن کی شناخت صرف پیغمبر اکرمؐ وائمہ طاہرینؑ جانتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر میں حروف مقطعات کی طرح تلواروں کے زخموں کی وجہ سے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے، جن میں سے ہر ایک قرآنی سورتوں کی طرح فرادیٰ، مثانی، ثلاثی ، رباعی وخماسی کی خاص شکلوں میں تھے اور ان میں عالم تسلیم و رضا کے اعتبار سے خاص رموز پوشیدہ تھے ، اور سورتوں کی ابتدا کے حروف مقطعات کے رازوں کو صرف پیغمبر اکرمؐ جانتے تھے اسی لئے آپؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر کے بعض اعضا یا پورے بدن مطہر کو بوسہ دیتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ حسینؑ کو اٹھائیں، پھر آپؐ کے جسد اطہر پر موجود ان حروف مقطعات کے مقامات کو چومتے ہوئے روتے تھے، وہ سورتیں جن کی ابتدا میں تسبیح ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات

اقدس میں موجود صفات سے خاص تعلق رکھتی ہے، ان کا ذکر احترامات الٰہیہ کے عنوان میں ہو چکا ہے۔

سورۂ مدثر : اس سورے کے باطن کا تعلق حضرت امام حسینؑ سے ہے، اگرچہ اس کا ظاہر بھی اس حالت سے خارج نہیں ہے کیونکہ مدثر (پیغمبر اکرمؐ) نے فرمایا ہے کہ آپؑ، ان سے ہیں اور پیغمبرؐ آپ سے ہیں (حسین مِنّی و اَنا مِن حُسین)

سورۂ مزمل : اسی طرح حضرت امام حسینؑ مزمل ہیں (مندرجہ بالا حدیث کے مطابق) آپؑ پیغمبر اکرمؐ سے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ جو مزمل ہیں آپؑ سے ہیں۔

نیز حضرت امام حسینؑ اپنے خون میں غلطاں ہونے والے مزمل ہیں، آپؑ نے رات کی ظلمتوں میں اٹھ کر تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر کے نور حق کو اجاگر کیا، آپؑ کے اصحاب بھی اصحاب نبیؐ کی طرح اپنے خون میں نہانے کی وجہ سے مزمل ہیں۔

جن کے بارے میں روز اُحد آپؐ نے فرمایا تھا : ان کو اپنے خون اور خون آلود کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کرو میں ان پر گواہ ہوں، لیکن اصحاب حسینؑ کے جسموں سے کپڑے بھی اُتار دیے گئے تھے اس لئے ان کو اپنے خون میں لپٹا کر دفن کیا گیا۔

وہ سورتیں جن کی ابتدا میں قسم کھائی گئی ہے، باطناً حضرت امام حسینؑ، آپؑ کے حالات و شہادت، آپؑ کے چہرۂ انور، روح مطہر، جسد اطہر اور قلب مبارک سے اسی طرح آپؑ کے اصحاب اور ان کے حالات سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً یہ آیت : "والصّٰفّٰت صفّاً فالزّٰجرٰت زجراً فالتّٰلیٰت ذکراً" (باقاعدہ طور پر صفیں باندھنے والوں کی قسم پھر مکمل طریقے سے تنبیہ کرنے والوں کی قسم پھر ذکر خدا (قرآن) کی تلاوت کرنے والوں کی قسم) اس کی مطابقت حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے لشکر کے سپاہیوں پر ہوتی ہے جنہوں نے جہاد کے وقت صف بندی کی آپؑ کی حمایت کے لئے صفوں میں کھڑے ہو گئے ان کے جنازوں کو بھی صفوں میں ترتیب سے رکھا گیا، شہدائے کے سرہائے مبارک کو بھی نیزوں پر چڑھا کر ایک ہی صف میں لے جایا گیا، یہاں تک کہ ان کو ایسی ہی صف میں سپرد

خاک کیا گیا اس لئے کہ تمام شہدا کو (سوائے بعض کے) ایک اجتماعی قبر (گنج شہدا) میں دفن کیا گیا ہے۔

سورۂ فجر کی ان آیات کی تعبیر بھی حضرت امام حسینؑ اور واقعۂ کربلا سے متعلق ہے:

"وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالْوِتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ" (قسم ہے فجر کی ٥ اور دس راتوں کی ٥ اور جفت وطاق کی ٥ اور رات کی جب وہ جانے لگے)

نور ہدایت کی وجہ سے امام حسینؑ فجر کی طرح ہیں، آپؑ کی عزاداری کی دس راتیں لیالی عشر ہیں، اسی طرح آپؑ اور آپؑ کے بھائی (حضرت امام حسن مجتبےٰؑ) شفع (جفت) ہیں۔ اور آپؑ وتر (طاق) ہیں کیونکہ میدان کربلا میں یک وتنہا رہ گئے تھے اور اس سورے کے آخر میں خداوند عالم نے نَفْسِ مطمئِنّة کو مخاطب کیا ہے، یہاں نفس مطمئن آپؑ ہی کی روح مطہر ہے چنانچہ روایات اہل بیتؑ میں اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ خدا نے آپؑ کی روح مطہر کو اپنے پروردگار کی طرف رجعت کے وقت خطاب کیا تھا۔

٥ سورۂ طور کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے: "وَالطُّورِ ٥ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ٥ فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ ٥ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ٥ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ٥ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ٥" (طور کی قسم اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم جو کشادہ اوراق میں ہے اور بیت معمور کی قسم اور بلند چھت (آسمان) کی قسم اور بھڑکتے ہوئے سمندر کی قسم) دو اعتبار سے طور سے مراد آپؑ کی جائے شہادت ہے، ظاہری اعتبار سے بھی جس طرح حدیث میں آیا ہے اور باطنی لحاظ سے بھی اور کتاب مسطور کا مقصد آپؑ کا بدن مطہر ہے اونچی چھت سے مراد آپؑ کا سر مبارک ہے اور متلاطم سمندر سے مراد روز عاشور کی سرزمین کربلا ہے۔

٥ سورۂ نجم کی آیت "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ" (ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹا یا گر پڑا)

---

(۱) سورۂ حاقہ، آیت: ۱ (۲) سورۂ عبس، آیت: ۳۳ (۳) سورۂ نازعات، آیت: ۳۳ (۴) سورۂ قارعہ، آیت: ۱ (۵) سورۂ زلزال، آیت: ۱ (۶) سورۂ غاشیہ، آیت: ۱ (۷) سورۂ انشقاق، آیت: ۱ (۸) سورۂ انفطار، آیت: ۱

میں حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی طرف اشارہ ہے۔

سورۂ ضحیٰ میں ارشاد ہے "وَالضُّحیٰ" (قسم ہے روز روشن کی) یہاں ضحیٰ سے مراد حضرت امام حسینؑ کے چہرۂ انور کا نور یا ایمان کا وہ نور ہے جو آپؑ سے پھوٹتا ہے۔

سورۂ بروج میں ارشاد ہوا ہے: "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ" (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) یہاں درحقیقت آسمان حضرت امام حسینؑ ہیں جس کے نو برج (ائمہ اطہارؑ) ہیں بلکہ (دیگر معصومینؑ کو شامل کر کے) اس آسمان کے تیرہ برج بنتے ہیں۔

سورۂ طارق میں ارشاد ہوا ہے: "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ o وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ o النَّجْمُ الثَّاقِبُ o" (قسم ہے آسمان اور رات کو چمکنے والے کی o اور آپ کیا جانیں رات کو چمکنے والا کیا ہے o وہ روشن ستارہ ہے o)

حضرت امام حسینؑ وہ روشن ستارہ ہیں جس کے نور نے زمین کی تمام ظلموں کو مٹا کر رکھ دیا۔

سورۂ شمس میں خداوند متعال کا ارشاد ہے: "وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا o وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا o وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا" (قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی o اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے o اور دن کی جب وہ اسے روشن کر دے o) شمس (سورج) سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں آپؑ درحقیقت سورج ہیں۔ سورج کی روشنی بادل کے ایک ٹکڑے سے چھپ جاتی ہے جبکہ حضرت امام حسینؑ کے چہرۂ انور کا نور خاک و خون میں غلطاں ہونے کے باوجود نہیں بجھا بلکہ آپؑ کا بدن مطہر تین راتوں تک زمین پر پڑا رہا اور تاریکی میں سورج کی طرح چمکتا رہا۔

o سورۂ مرسلات میں "وَالْمُرْسَلٰتِ" (مسلسل بھیجے جانے والے فرشتوں) سے مراد حضرت امام حسینؑ سے متعلق فرشتے ہیں۔

o سورۂ نازعات میں "وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا" (قسم ہے ان کی جو گھس کر کھینچ لیتے ہیں) اور اس کے بعد کی آیات میں بیان کئے جانے والے مطالب کا اطلاق حضرت امام

حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا کی ارواح مطہرہ پہ ہوتا ہے۔

○ سورۂ ذاریات" وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا "(قسم ہے بکھیر کر اڑانے والی (ہواؤں) کی ○ پھر بوجھ اٹھانے والے (بادلوں) کی) تعبیر بعض تفاسیر کے مطابق روز عاشورا اصحاب حسینؑ اور ان کے جہاد سے کی گئی ہے۔

○ اور سورۂ عادیات میں" والعادیات "(تیز رفتار گھوڑوں کی قسم) کا مقصد حضرت امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے گھوڑے ہیں جو میدان کارزار میں ہانپتے ہوئے دوڑے تھے۔

○ سورۂ قیامت کا روز عاشور اہل بیتؑ پر ٹوٹنے والی قیامت پر اطلاق ہوتا ہے یہی وہ عظیم واقعہ اور در حقیقت" حاقہ "(۱) (حتمی وقوع پذیر ہونے والا) واقعہ ہے، اور اسی دن" صاخۃ "(۲) (کان پھاڑنے والی آواز) بلند ہوئی تھی اور اسی دن حقیقتاً" طامۃ الکبریٰ "(۳) (بڑی آفت) آئی تھی، کیونکہ یہ ہر مصیبت پر بھاری تھی، اور یہ وہ" قارعہ "(۴) (ہلادینے والا حادثہ) تھا جس سے نیک و بد دونوں قسم کے لوگوں کے دل ہل کررہ گئے اور سانحہ کربلا وہ زلزلہ تھا" زُلْزِلَتِ الارض زلزالها "جس سے زمین ہل کررہ گئی تھی اور یہ ہر چیز پر چھا جانے والی قیامت تھی" هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ "(۶) (کیا آپ کے پاس ہر چیز پر چھا جانے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے) اور کیا تم لوگوں کو کربلا میں برپا ہونے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ اور واقعہ کربلا کے بعد ہی آسمان نے پھٹ کر (خون کی بارش برسائی تھی)" اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ "(۷) (جب آسمان پھٹ جائے گا) جب حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک تلوار کی ضرب لگنے سے شق ہو گیا تھا" اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ "(جب آسمان شگافتہ ہو جائے گا)۔

○ سورۂ تکویر کی یہ آیات" اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ "(جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) روز عاشورا کے واقعے سے مطابقت رکھتی ہیں، اس دن ظاہری طور پر بھی سورج کو گہن لگا تھا اور باطنی طور پر آفتاب

امامت اُفقِ زمین سے غروب ہو گیا تھا۔ اس بارے میں، میں نے کتاب روضات الجنات فی مواضع القرآن میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

○ سورۂ قدر، یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو شبِ قدر کے فضائل حاصل ہیں، اس کا ذکر اوقات کی خصوصیات میں کیا جائے گا۔

○ سورۂ اخلاص (توحید) حضرت امام حسینؑ نے ظاہری طور پر توحید الٰہی کو اجاگر کیا، اس کے علاوہ آپؑ توحید سے قلبی لگاؤ کا مظہر ہیں کیونکہ آپؑ نے سوائے خدا کے تمام مخلوقات سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

سورۂ کافرون، حضرت امام حسینؑ نے کافرون کے دین و آئین قبول کرنے سے انکار فرمایا اور منافقین و مخالفین دین کا انکار کرتے ہوئے اُن سے بھی بیزاری کا اظہار فرمایا بمصداق "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" "(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین)

○ معوذتین (سورۂ فلق و سورۂ ناس)، اہل تشیع اور عامہ مسلمین کی روایات میں کہا گیا ہے کہ یہ دو سورتیں حضرات حسنین کریمینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

نواں عنوان

بیت اللہ الحرام سے متعلق حضرت امام حسینؑ کی خصوصیات

اس عنوان کے کئی مطالب ہیں :

پہلا مطلب : آپؑ حقیقت میں بیت اللہ ہیں۔

دوسرا مطلب : آپؑ نے کعبے کی خاص تعظیم کی، اسی لئے خداوند عالم نے آپؑ کے لئے ایسے خاص احترامات قرار دیے ہیں جو کعبے کے احترامات وفضائل سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ آپؑ کے لئے بیت اللہ الحرام سے زیادہ خاص احترامات قرار دیے گئے ہیں۔

تیسرا مطلب : خداوند عالم نے آپؑ کی زیارت کے لئے حج وعمرے کے برابر خاص تاثیر قرار دی ہے اور اس میں ایک روحانی راز اور ایک دلچسپ وعجیب نکتہ مضمر ہے خدا کی مدد سے ہم کہتے ہیں :

پہلا مقصد : حقیقی بیت اللہ آپؑ کا قلب ہے

خداوند عالم اس بات سے منزہ ہے کہ وہ کسی مکان میں رہے یا یہ کہ اس کا کوئی ٹھکانہ ہو، کیونکہ اس کا کوئی جسم وجاں نہیں ہے اور اگر بعض مقامات کو خدا نے اپنا گھر قرار دیا ہے وہ ایک خاص قسم کی شرافت کی بناپر ہے کہ وہ خدا کی عبادت کا مقام ہے یا وہاں زیادہ عبادت کی جاتی ہے یا اس وجہ سے ہے کہ خدا نے عبادت کے وقت اس کی طرف متوجہ ہو کر (رخ کر کے) عبادت کرنے کا حکم دیا ہے یا اس مقام کو شرف حاصل ہے کہ وہ عبادت کے مقام کے مساوی ہے یا نزول فیض کا مقام ہے یا اس مقام تک پہنچنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، لہٰذا اس مقام میں قربت کا قصد کرنا اخلاص سے نزدیکتر ہے، چنانچہ یہ ساری صفات مکۂ مکرمہ میں مجتمع ہیں اور ان میں سے بعض خصوصیات مساجد میں پائی جاتی ہیں۔

اور یہ تمام مقامات ظاہری خدا کے گھر ہیں لیکن حقیقی خدا کا گھر جس طرح حدیث قدسی میں آیا ہے لامحدود ہے "میرے آسمان اور زمین مجھے سمانے کی گنجائش نہیں رکھتے لیکن میں اپنے مؤمن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔"

اور خداوند عالم نے داؤد نبیؑ پر وحی نازل کی: میرے رہنے کے لئے کوئی مکان خالی کرو، داؤدؑ نے عرض کیا: خدایا تو منزہ ہے کسی مکان سے اس پر خدا نے فرمایا: میرے لئے اپنا دل خالی کرو۔

پس ہر وہ دل جس میں خدا کی محبت کے سوا کچھ بھی نہ ہو در حقیقت وہی خدا کا گھر ہے مؤمن کامل کا دل حقیقتا خدا کا گھر ہے، اس لئے کہ وہ ماسوائے اللہ کی محبت سے خالی ہے، اور اس میں خدا کے علاوہ کسی کا فکر و ذکر نہیں ہے اور کبھی مؤمن کا اخلاص اس حد تک پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی خدا کے فرمان کے علاوہ کچھ سنتا ہے اور یہ حدیث قدسی میں اس ارشاد خداوندی کے معنوں میں سے ایک ہے "حتی کہ میں مؤمن کے سنتے کان دیکھتی آنکھیں بن جاتا ہوں"

اور اگر اس بات کی گہری تحقیق کی جائے اور بدقت اس میں غور کریں گے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ خدا کا حقیقی گھر قلب مبارک حضرت امام حسینؑ ہے، اس لئے کہ خداوند عالم نے اسی کو حقیقی معنوں میں غیر اللہ کی فکر و ذکر سے خالی کر دیا تھا۔

کہ اس میں خدا کے علاوہ کسی اور کی محبت باقی نہیں رہی تھی، حتی کہ ربط و محبت کے ان ذرائع سے بھی وہ خالی ہو چکا تھا، جو خدا سے محبت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے اور خدا کی راہ میں کسی شے سے ربط و تعلق توڑنا جب کہ اس شے شدید محبت ہو، خدا سے گہرے تعلق کی دلیل ہے اور ہر قسم کے تعلق اور لگاؤ کو توڑنا صرف خدا کی محبت دل میں رکھنے کی علامت ہے اور تمام شریعتوں کی بنیادیں اسی پر استوار ہیں، دینداری کا معیار خدا کی خاطر غیر اللہ سے قطع تعلق پر منحصر ہے اور اس کے درجے اس ربط و تعلق کی شدت وضعت، اور وقت و کیفیت کی بنیاد پر اس کو توڑنے اور خدا کے حکم کی تعمیل کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔

اگر یہ مطلب تم پر واضح ہو گیا تو جان لو جب وہ امر الٰہی جو صحیفہ امامت میں درج تھا، حضرت امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا گیا: "اِشرِ بِنَفسِکَ" (اپنے آپ کو خدا کی راہ میں فروخت کرو) تو آپؑ نے خدا کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مدینۂ منورہ سے پہلے مکۂ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

اس کے بعد کربلا کی طرف روانہ ہوئے، بلکہ آپؑ نے قصد کیا کہ ان تمام مصائب و آلام کو جو عنقریب آپؑ پر پہنچنے والے تھے، خدا سے تقرب کی خاطر سہہ لیں گے، اور خدا سے تقرب ہی کی خاطر سب مصائب آپؑ نے اپنی ذات پر برداشت کر لیے حتیٰ کہ امامؑ نے اعضائے مبارکہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے لئے اپنی ذات کو پیش کرنے کا پہلے سے قصد کر لیا تھا، چنانچہ مکۂ مکرمہ میں ارشاد کئے جانے والے خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے اور مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت ہی اصحاب واولاد کو قربان کرنے کا قصد کر چکے تھے، بلکہ آپؑ نے حضرت اُمّہ سلمہؓ کو واقعہ کربلا اور مقام سے آگاہ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے قلب مبارک کو اپنے وطن اور تمام دیگر شہروں اور مقامات کی محبت سے خالی کر دیا تھا، اسی طرح آپؑ نے مال و دولت، حتیٰ کہ لباس، اقتدار، آرام وراحت اور دوست احباب سے ربط و تعلق کو توڑ دیا تھا اور اہل و عیال، بچوں، بھائیوں رشتے داروں اور دوستوں کی محبت سے ہاتھ اٹھا لیا اور ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے قربان کر دیا اور ان کی تکلیف و قید کو قبول کر لیا آپؑ نے دنیوی اشیا بالخصوص پانی حتیٰ کہ مرض الموت کے وقت اسی طرح آپؑ دیئے جانے والے ایک قطرے سے بھی اپنے آپ کو بے نیاز رکھا سر اور بدن مطہر اور جسم کے اعضا ہڈیوں، خون اور گوشت کے درمیان تعلق سے بھی دستبردار ہوئے۔

اسی طرح آپؑ نے ان کی صورت ترکیبی اور شکل و ہیئت کو بگاڑ نا پسند کیا یہاں تک کہ اپنے دل کے سینے میں موجود قلب مبارک سے ربط و تعلق کو بھی توڑ دیا، اور دل کی شریانوں سے خون بہنے کو بھی پسند کیا چنانچہ آپؑ کے قلب مبارک پر زہر میں بجھا ہوا ایک سہ شعبہ تیر

آلگا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپؑ کے سینے سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، آپؑ نے ہاتھوں میں خون مطہر لے کر سر مبارک اور محاسن شریف پر مل دیا چنانچہ زیارت میں آیا ہے "وبذل مهجته فیک" (آپؑ نے اپنا خون تیری (خدا کی) راہ میں قربان کردیا) اور جب امامؑ نے ظاہری قلب مبارک اور خون مطہر اور دل کے تمام پہلو و تعلق کو خدا کی راہ میں قربان کردیا تو آپؑ کا قلب معنوی خدا کے لئے خالص ہو گیا اور غیر اللہ سے خالی ہو گیا اور سوائے خدا کے ہر چیز کی یاد سے فارغ ہو گیا تو تحقیق تو خدا کا حقیقی گھر بنا لہٰذا اس آیت کے بمصداق "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا" (اور لوگوں پر اللہ کا حق کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس گھر کا حج کرے) لوگوں کو چاہئے خدا کے اس گھر کی زیارت کریں، اسی سے یہ حدیث نبویؐ شریف واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جس نے حسینؑ کی زیارت کی، گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہے۔"

مقصد دوئم

اس حقیقی بیت اللہ کو کعبہ کی طرح خاص تعظیم و احترام حاصل ہے

خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کو کعبہ کی خصوصیات سے متصف فرمایا، اس کے علاوہ آپؑ کو فضیلت دی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپؑ تین شعبان کے دن مکۂ مکرمہ میں وارد ہوئے، وہاں امامؑ موسم حج تک رہے اور حج یا عمرۂ تمتع کی غرض سے آپؑ نے احرام باندھا، اس سلسلے میں روایات میں اختلاف ہے، آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ یزید نے آپؑ کو دھوکے سے شہید کرنے کے لئے تیس شیطان صفت اموی کارندوں کو مکہ بھیجا ہے اور ایک لشکر عمرو بن سعد بن العاص کی قیادت میں اعلانیہ طور پر آپؑ کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا ہے تو آپؑ نے احرام کو عمرہ مفردہ سے تبدیل کر کے عرفہ کے دن مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ کیا، آپؑ کے بھائی

محمد بن حنیفہ نے رات کے وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "میرے بھائی، آپؑ کے والد اور بھائی کے ساتھ اہل کوفہ کی بے وفائی کا آپؑ کو علم ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ آپؑ کے ساتھ بھی غداری نہ کریں، اور اگر آپؑ یہاں قیام پذیر رہیں گے تو بیت اللہ الحرام میں آپؑ کی عزت محفوظ رہے گی اور آپؑ سے کوئی زیادتی نہیں کر سکے گا۔"

امامؑ نے جواب میں فرمایا: "میرے بھائی ڈر ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے حرم میں مکرو فریب کے ذریعے قتل کر دے اور میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال ہو جائے۔

محمد بن حنیفہ نے عرض کیا: "اگر آپؑ کو اس بات کا خوف ہے تو یمن یا صحرا کے بعض علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں، وہاں محفوظ رہ سکیں گے) اور کوئی آپؑ سے تعرض نہیں کر سکے گا۔"

امامؑ نے فرمایا: اس بارے میں سوچوں گا، لیکن سحر کے وقت آپؑ نے روانگی کا حکم دیا، یہ خبر محمد بن حنیفہ کو پہنچی تو خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کی سواری کی لگام پکڑ کر انہوں نے عرض کیا: بھائی جان کیا آپؑ نے میری تجویز پر غور کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟

محمد بن حنیفہ عرض کرنے لگے: پھر جلد روانگی کا کیا سبب ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جب تم چلے گئے تو رسول اللہؐ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: بیٹے روانہ ہو جاؤ، خدا کی مشیت یہ ہے کہ وہ تم کو قتل ہوتے ہوئے دیکھے اس پر محمد بن حنیفہ نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا اور عرض کیا لیکن ان خواتین کو اپنے ہمراہ کیوں لے جا رہے ہیں، جبکہ آپؑ شہادت کے لئے روانہ ہو رہے ہیں؟

فرمایا: اس لئے کہ خدا چاہتا ہے ان کو اسیر ہوتے ہوئے دیکھے۔

آپؑ نے اپنے بھائی محمد بن حنیفہ سے یہ بھی کہا: "میرے بھائی اگر میں زمین کے کسی بل میں داخل ہو جاؤں تو وہ مجھے اس میں سے نکال کر قتل کر دیں گے۔"

اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر آئے ان سب نے

(۱) اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۂ آل عمران آیت:۹۶)

امامؑ کو مکہ سے روانگی سے منع کیا۔

آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کو جواب میں فرمایا : میں نہیں چاہتا میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال ہو جائے، عبداللہ بن عمر کا جواب دیتے ہوئے آپؑ نے دنیا کی بے اعتباری، حضرت یحییٰؑ کی شہادت اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں فجر کے وقت سے سورج طلوع ہونے تک روزانہ ستر انبیاءؑ کے قتل ہو جانے کے واقعات بیان کئے۔

ابن عباس کے جواب میں امامؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے مجھے ایک امر کا حکم دیا ہے جس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، اس پر ان تینوں نے آپؑ کو سلام کہا اور وداع کر کے روئے۔

اس موقع پر عبداللہ بن عمر نے عرض کیا : وہ جگہ دکھایئے جس کو رسول اللہؐ بوسہ دیتے تھے، آپؑ نے اپنی ناف سے کپڑا ہٹا دیا، ابن عمر نے اس مقام کو چوما پھر وہ روئے اور وداع کی، اس کے بعد آپؑ عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ مصنف کہتا ہے : معرفت و بصیرت رکھنے والے کو امام علیہ السلامؑ کے اس عمل پر غور کرنا چاہیے اسی طرح آپؑ کے اس قول پر سوچنا چاہئے کہ آپؑ نے فرمایا : مجھے خوف ہے میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال نہ ہو جائے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ امامؑ نے مصائب و آلام میں مبتلا ہو جانے کو گوارا فرمایا لیکن اس گھر کے نزدیک قتل ہونا قبول نہیں کیا جس کو خدا نے قابل تعظیم و احترام قرار دیا ہے اس سے لوگوں کی نظروں میں آپؑ کا مقام و احترام بڑھ گیا درحالیکہ آپؑ اشرف و افضل تھے۔ اسی وجہ سے خداوند عالم عرفہ کے دن عرفات میں موجود لوگوں سے قبل آپؑ کے زائرین کی طرف دیکھتا ہے، نیز کعبے کی اس طرح تعظیم کرنے کی وجہ سے خدا نے ان تمام خصوصیات اور فضل شرف کو آپؑ کے لئے مخصوص قرار دیا جو کعبہ معظمہ کو حاصل ہیں۔

ہم یہاں کعبے کو حاصل پچاس فضائل و خصوصیات بیان کر رہے ہیں، اس کے بعد خداوند عالم کی مدد سے ان کا موازنہ و مطابقت حضرت امام حسینؑ سے کریں گے اور اس پر ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں :

پہلی فضیلت : بیت اللہ الحرام وہ پہلی مسجد اور مقام ہے جو لوگوں کے لئے گھر قرار دیا

گیا۔

حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرم ﷺ سے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ آپ سے ہیں "حُسین مِنّی وَاَنَا مِن حُسین" اسی لئے آپ لوگوں کے لئے قرار دیا جانے والا پہلا گھر ہیں، کیونکہ حضور اکرم پہلی مخلوق ہیں اور حضرت امام حسینؑ کا نور مبارک اپنے نانا، والد گرامی، والدۂ ماجدہ اور بھائی کے انوار مبارکہ کے ساتھ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے قبل پیدا ہوا تھا، تو آپؑ وہ پہلا گھر ہیں جو لوگوں کے علاوہ ملائکہ اور دیگر تمام مخلوقات کا مقام قرار دیا گیا تھا۔

دوسری فضیلت : بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ میں واقع ہے جو تمام مقامات سے افضل ہے اور حضرت امام حسینؑ کربلا میں مدفون ہیں حدیث شریف کی رو سے مکہ سے زیادہ فضل وشرف کی حامل ہے۔

تیسری فضیلت : خداوند عالم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے بیت اللہ الحرام کی تعمیر کریں، لہٰذا کعبہ خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں بنی ہوئی عمارت ہے۔

جبکہ حضرت امام حسینؑ کے گوشت اور خون حبیب خدا پیغمبر اکرمؐ کے گوشت اور خون سے بنے ہیں، اور حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام ومرتبہ خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ سے بلند تر ہے۔

چوتھی فضیلت : خداوند عالم نے کعبہ معظمہ کو اس کے زائرین اور مجاورین کے لئے مبارک قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام حسینؑ برکات خداوندی کے مالک ہیں جن کی وجہ سے لوگوں پر فیض الٰہی نازل ہوتا ہے چنانچہ بعض افراد آپؑ کے قدموں میں جام شہادت نوش کر کے بہشت میں داخل ہوئے، اور بہت سے لوگ آپؑ کے غم میں آنسو بہا کر یا عزاداری کی مجالس منعقد کر کے یا آپؑ کے غم میں لوگوں کو رلا کر اور بعض لوگ رونے کا منہ بنا کر جنت کے حقدار بنتے ہیں اور بعض افراد پانی پیتے وقت آپؑ کی پیاس یاد کر کے اور بعض آپؑ کے

روضے میں دفن ہونے کے ذریعے یا اسی طرح کے بعض برکات کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کو آپ ہی کے فیض رزق وروزی ملتی ہے اور جو آپؑ کے روضے کے مجاورت میں ہوتے ہیں، یا مصائب عزا کا ذکر کرتے یا عزاداری کی مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اسی طرح کی دیگر مراسم حسینی میں حصہ لیتے ہیں ان پر آپؑ کے سبب سے برکات نازل ہوتی ہیں۔

پانچویں فضیلت : خداوند عالم نے کعبۂ معظمہ کو دنیا والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ آیۂ شریفہ (۱) میں ارشاد ہوا ہے۔اور حضرت امام حسینؑ بھی دنیا والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں، اس لئے کہ آپؑ نے اپنے نانا کے دین پر جان نچھاور کردی، اور آپؑ کی شہادت کی وجہ سے مذہب تشیع کی حقانیت اُجاگر ہوگئی، حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول زیارت اربعین میں آپؑ کے حق میں کہا گیا ہے : ”وبذل مُهجتهُ فیکَ لیستَنقِذَعبادکَ مِنَ الجهالةِ وحیرَةِ الضّلالةِ“ (آپؑ نے اپنے خون کو تیری (خدا کی) راہ میں بہادیا تا کہ تیرے بندوں کو جہالت اور گمراہی کی حیرت سے نجات دلائیں) اس کا ذکر ہم نے اپنی جگہ پر کیا ہے۔

چھٹی فضیلت : خداوند عالم نے کعبۂ معظمہ کے اطراف کو حرم قرار دیا ہے جہاں شکار کرنا اور درختوں ونباتات کو کاٹنا حرام ہے۔اور حضرت امام حسینؑ کے مرقد مطہر کے چاروں طرف کو بھی احترام حاصل ہے، خداوند عالم نے آپؑ کی تربت کو محترم قرار دیا ہے اور اس کی ایک خاص مقدار کو شفا کے لئے کھانا حلال قرار دیا ہے اور آپؑ کے حرم کی وسعت ایک فرسخ تک اور بعض روایات کے مطابق چار یا پانچ فرسخ تک ہے اور اختلاف کی وجہ سے اس کی فضیلت پر حمل کیا جاتا ہے۔

لیکن علماء کے درمیان تربت کا تھوڑی مقدار میں شفا کے لئے کھانے کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے مطابق عام طور پر حرم کی تو کھا سکتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ خود قبر شریف اور اس کے ملحق ان جگہوں کی مٹی کو کھانے کو جائز قرار دیا گیا ہے جس کو عام طور

پر مرقد کی خاک کہہ سکتے ہیں اور یہ احتیاط ہے، جبکہ بعض روایات میں حرم کی حدود ایک میل تک متعین کی گئی ہے اور بعض نے چار میل کہا ہے اور بعض روایات میں ستر گز کے فاصلے کو تربت حسینی میں شامل کیا گیا ہے۔

شفا کے لئے تربت حسینؑ کھانے کے بعض آداب و شرائط ہیں جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا گیا ہے اور تربت کھانے کی سخت شرائط کے سبب بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تربت سے شفا حاصل کرنا مشکل ہے گویا (شفا کے لئے) ان شرائط کی سمجھ ضروری ہے اور ظاہراً یہ ساری باتیں خاک و شفا کھانے کے آداب میں شامل ہیں شرائط نہیں ہیں۔

ساتویں فضیلت : کعبہ معظمہ امن و امان کا مقام ہے اور جو کعبے میں پناہ لیتا ہے اس کا خون محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اس طرح حضرت امام حسینؑ بھی باعث امن و امان ہیں جو آپؑ کی پناہ لیتا ہے اس کا قتل جائز نہیں ہے لیکن بنی امیہ نے کعبہ معظمہ کی بھی حرمت پامال کی اور آپؑ کی بھی بے حرمتی کی، اور جن لوگوں نے آپؑ کی پناہ لی تھی، انہوں نے ان کا خون بھی بہا دیا حتی کہ ان دو کم سن بچوں کو بھی قتل کیا، جن میں سے ایک (حضرت علی اصغرؑ) آپؑ کے ہاتھوں میں تھے جس کو امامؑ پانی پلانے لے گئے تھے اور دوسرے کم سن بچے (عبداللہ بن الحسنؑ) کے ہاتھوں کو کاٹ دیا گیا اس وقت عبداللہ نے اپنے چچا کو پکارا امامؑ نے ان کو اپنے سینے سے لپٹا لیا ظالموں نے تیر مارا اور سینہ اطہر پر ہی عبداللہ کو شہید کیا، انہوں نے برج امامت کے کبوتروں کو منتشر کر دیا یعنی جناب سکینہؑ کو آپؑ کے سینہ اطہر سے جدا کیا اور زنجیروں سے جکڑ کر اونٹوں پر سوار کیا۔

آٹھویں فضیلت : کعبہ معظمہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نمازوں کا قبلہ تھا جو بہترین حالات اور افضل عبادات ہیں (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) (اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑیں) اور کعبہ آپ کی توجہ کا مرکز و قبلہ ہے لیکن میرے مولا حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کے دل کا چین اور آپؐ کے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ حضرت امام حسینؑ آپ کی

وہ خوشبو ہیں جس کی آپؐ نے تعریف کی ہے نفسِ پیغمبر اکرمؐ تھے، چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔
حسین" منّی و اَنامنہُ (حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) اس کے ساتھ ساتھ حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کی توجہ کا مرکز وقبلہ تھے، کیونکہ ہمیشہ آپؐ کا قلب مبارک حضرت امام حسینؑ کی طرف مائل رہتا تھا، یہاں تک کہ خطبے کے دوران آپؐ حضرت امام حسینؑ کا خیال رکھتے تھے اور نماز کے دوران اپنی دوش مبارک پر آپؑ کو سوار کراتے تھے۔

نویں فضیلت : کعبے کا طواف اسلام کے ارکان میں سے ایک ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے : "واللّٰہِ علی النّاسِ حجّ البیتِ مَن استطاع اِلَیہ سبیلاً" اور اگر طواف چھوڑ دیں تو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ناقص رہ جاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو بھی اسلام و ایمان کا ایک رکن قرار دیا گیا ہے، چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ جو آپؑ کی زیارت ترک کرتا ہے اس کا ایمان ناقص ہے اور ایسا کرنا حرمت رسول خداؐ کا احترام پامال کرنے اور آپؐ سے صلہ یا رابطہ توڑنے کے مترادف ہے اور ایسا شخص عاقِ رسول خداؐ ہے اور ایک روایت کے مطابق وہ شیعہ ہی نہیں ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ اہل بہشت میں ہے تو جنت میں مہمان کی حیثیت سے جائے گا ایک اور روایت میں تارک زیارت حسینؑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے حقوق اللہ میں سے ایک حق کو ترک کیا ہے چاہے اس نے ہزار بار حج ادا کیا ہو نیز روایت میں ہے کہ وہ خیر و نیکی سے محروم ہوگا، اسی طرح ایک روایت میں معصومؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ شیعوں کا ایک گروہ سال یا دو سال میں ان سے ملنے آتا ہے لیکن آپؑ کی زیارت کو نہیں جاتا تو فرمایا : انہوں نے اپنی قسمت گنوادی، وہ ثوابِ خدا سے محروم ہوئے اور رسول اللہؐ سے دور ہو گئے ہیں۔

دسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ دلوں کو کھینچنے والا مقناطیس یا طرہ ہے جو دور دور کے تعلقات سے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی لئے دل کعبہ اور اہل کعبہ کی طرف مائل ہے "فَاجعَل اَفئِدَۃً مِن النّاسِ تھوِی اِلَیھِم" (اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ

دے) اور حضرت امام حسینؑ شیعوں کے دلوں کو کھینچنے والے دلربا ہیں، ان کے دل میں آپؑ کی ایک خاص حیثیت رکھتی ہے اور یہ فطری بات ہے اس کا انکشاف میں نے ایک روایت سے کیا ہے کہ : مقداد کندی کہتے ہیں حضور اکرمؐ حضرات امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ڈھونڈنے نکلے جو گھر سے نکلے تھے، میں بھی آپؐ کے ساتھ تھا، میں نے زمین پر ایک بڑا سانپ دیکھا۔ جب اس نے رسول اللہؐ کی تشریف آوری کا احساس کیا تو اٹھ کر آپؐ کو دیکھنے لگا، وہ درخت خرما سے زیادہ اونچا اور اونٹ کے بچھڑے سے زیادہ موٹا تھا، اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا، اس کو دیکھ کر مجھ پر خوف و ہراس طاری ہو گیا لیکن وہ رسول خداؐ کو دیکھ کر سکڑ کر دوڑی کے برابر ہو گیا (اور حضورؐ سے گفتگو کرنے لگا) رسول اللہؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا : اے میرے کندی بھائی معلوم ہے کہ یہ سانپ کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا : خدا اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

فرمانے لگے : یہ کہہ رہا ہے : شکر خدا کا کہ اس نے مجھے زندہ رکھا تا کہ رسول خدا کے دو بیٹوں کی حفاظت کروں، اس کے بعد وہ سانپ ریت کے درمیان رینگتے ہوئے چلا گیا، پھر میں نے وہاں ایک درخت کو دیکھا، جو اس سے پہلے نہیں تھا اور بعد میں بھی میں نے اس کو نہیں دیکھا، وہ درخت حسنینؑ پر سایہ فگن تھا، پیغمبر اکرمؐ ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت امام حسنؑ کے سر مبارک کو اپنے زانوئے مبارک دائیں پر رکھا اور حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کو اپنے بائیں زانوئے مبارک پر پھر پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زبان مبارک کو حضرت امام حسینؑ کے دہن مبارک میں رکھا، تو آپؑ بیدار ہوئے اور رسول اللہؐ کو دیکھ کر فرمایا : ابا جان آپ پھر سو گئے اس وقت حضرت امام حسنؑ آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : ابا جان آپ ہیں، یہ کہہ کر حضرت امام حسنؑ بھی سو گئے۔ مقداد کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا : گویا حسینؑ بڑے ہیں، حضورؐ نے فرمایا : درحقیقت مؤمنین کے دلوں میں حسینؑ کی ایک خاص معرفت و محبت ہے، تم اس کی ماں (حضرت فاطمہؑ) سے پوچھ سکتے ہو اور جب حسنینؑ بیدار ہوئے تو آپؐ نے ان دونوں کو اپنے

کندھوں پر اٹھایا یہ ایک لمبی حکایت ہے (جس کو طوالت کے ڈر سے ہم بیان نہیں کر رہے ہیں)۔

گیارہویں فضیلت : بیت اللہ الحرام میں مقام حضرت ابراہیمؑ واقع ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی قدم گاہ ہے جہاں آپؑ کا نقش پا پتھر پر باقی ہے اور حضرت امام حسینؑ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا مقام ہیں، حضورؐ کے دہن مبارک کے اثرات بدنِ مبارک حسینؑ کے بعض اعضا پر موجود تھے اور وہ ہیں آپؑ کی پیشانی مطہر اور گلوئے اطہر جو روایات کے مطابق بوسہ گاہ مصطفیٰؐ ہونے کی وجہ سے چمکتے رہتے تھے۔

اور اگر حضرت ابراہیمؑ کے بدنِ اطہر کا اثر بیت اللہ الحرام کے نزدیک واقع ہے تو مقام حسینؑ در حقیقت پیغمبر اکرمؐ کا شانۂ اطہر، پشت مبارک اور سینہ (اقدس تھے) لہٰذا پیغمبر اسلام کا بدنِ مطہر مقام حسینؑ تھا۔

اگر روایات واحادیث میں غور کریں تو معلوم ہوگا، کس طرح پیغمبر اکرمؐ، حضرت امام حسینؑ کو شانۂ مبارک پر بٹھا کر چلتے، آپؑ کو سینے پر سلاتے اور اگر سجدے کی حالت میں حضرت امام حسینؑ پشت مبارک پر سوار ہوتے تو آپؐ کی خاطر سجدے کو طول دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ اپنی مرضی سے اترتے تھے، اسی طرح حضورؐ ہاتھوں اور پاؤں کے بل پر چلتے تھے۔

یہ باتیں، حضرت امام حسینؑ کی نسبت حضور اکرمؐ کی گہری محبت کی دلیل ہیں آپؐ، اپنے نواسے سے عجیب لگاؤ رکھتے تھے یہ بات قابل غور وخوض ہے کہ ایسی محبت کسی کو نہ کسی سے ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

بارہویں فضیلت : کعبۂ معظمہ ظاہری کرامات وفضائل رکھتا ہے اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ پرندے اس کے اُوپر نہیں اڑتے اور کعبے کی دیواروں پر نہیں بیٹھتے ہیں۔(۱)

(۱) خصائص الحسینیہ کے فارسی مترجم نے لکھا ہے کہ یہ حکم صرف کبوتروں کے لئے ہے، عام پرندوں کے لئے نہیں اس سلسلے میں انہوں نے اپنی ذاتی تجربے کو بھی بیان کیا ہے۔(مترجم)

حضرت امام حسینؑ کے روضۂ اقدس کی بھی ظاہری کرامات ہیں، چنانچہ آپؑ کی قبر مطہر پر پانی جاری نہیں ہوتا۔ لوگوں نے جب آپؑ کے مرقد مطہر کا نشان مٹانے کے لئے ہل چلانا چاہا تو بیل قبر مطہر پر نہیں جاتے تھے، متوکل عباسی ملعون نے قبر مطہر کا نشان مٹانے کے لیے، قبر کو منہدم کر کے کھیت میں تبدیل کرنے کا حکم دیا، اور بیس سال تک قبر مطہر پر پانی چھوڑا گیا اور ہل چلانے کی کوشش کی ایک دفعہ قبر مطہر کو کھولا گیا تو آپؑ کا جسد مبارک ترو تازہ تھا جیسا کہ حال ہی میں دفن کیا گیا ہو، اس لئے قبر مطہر کو اسی حالت میں رہنے دیا گیا، اس کے بعد مرقد مطہر پر پانی چھوڑا گیا لیکن پانی قبر تک نہیں پہنچا اور قبر بلند تر ہوگئی، پھر قبر مطہر پر ہل چلانے کے لئے بیل جوتا گیا لیکن جتنا ان کو مارتے تھے، وہ قبر پر ہل نہیں چلاتے تھے، بعض اوقات وہ ظالم دیکھتے تھے کہ کچھ لوگ ان کی طرف تیر مارتے ہیں اور جب وہ ان پر جوابی حملہ کرتے ہوئے تیر مارتے تھے تو وہ تیر واپس آ کر انہی کو لگتے تھے جنہوں نے ان کو پھینکا تھا۔

اور آپؑ کے بدن اطہر پر پرندے اترے اور اس کی تفصیل روایات کے مطابق یہ ہے کہ آپؑ کا بدن اطہر شہادت کے بعد زمین پر پڑا رہا، اس وقت ایک سفید پرندہ آیا اپنے آپ کو اور آپؑ کے خون مطہر میں ڈبو کر چلا گیا، اس کے جسم سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، درختوں کی ٹہنیوں پر چھاؤں میں بیٹھے ہوئے پرندوں نے یہ حالت دیکھی تو اس پرندے نے ان سے کہا: اے پرندو تم کھا پی رہے ہو اور نعمتوں کا مزہ لوٹ رہے ہو جب کہ حضرت امام حسینؑ گرم ریت پر پڑے ہوئے ہیں، آپؑ کی رگوں سے خون جاری ہے، سر مبارک کو نیزے پر چڑھایا گیا ہے اور آپؑ کی خواتین اور بچوں کو اسیر کر کے ننگی سواریوں پر بٹھا کر شہر بہ شہر پھرا رہے ہیں، یہ سن کر وہ پرندے اڑ کر کربلا پہنچے تو دیکھا حضرت امام حسینؑ کا بدن اطہر بغیر سر مبارک کے بے غسل و کفن آپؑ کے بدن اطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں آپؑ کی زیارت کرنے والے صحرا کے وحشی جانور ہیں، پہاڑوں اور وادیوں سے جنی مخلوق آ کر آپؑ پر روتے ہیں زمین اور فضا آپؑ کے نور سے روشن ہیں، یہ حالت دیکھ کر ان

پرندوں نے فریاد کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ کے خون مطہر سے رنگین کیا اوران میں سے ہر ایک کسی خاص علاقے کی طرف اڑ کر چلا گیا ان میں سے ایک پرندہ مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوا، وہ اڑتے ہوئے روضۂ نبویؐ میں پہنچا جہاں اس کے پروں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے اور اپنی زبان بے زبانی میں وہ کہنے لگا :

الاقُتِلَ الحسینُ بکربلاء   اَلا ذُبِحَ الحسین بکربلا

(لوگو آگاہ ہو جاؤ حسینؑ کو کربلا میں قتل کردیا گیا، آگاہ ہو جاؤ حسینؑ کو کربلا میں ذبح کیا گیا)

وہاں موجود پرندے اس کے ارگرد جمع ہوئے اور اس پرندے کے پر سے ٹپکنے والے خون کے قطرے سے ایک یہودی لڑکی کو شفا ملی ۔ اور زمینی جانور یعنی دشمن کے گھوڑے اس طرح بدن اطہر پر دوڑائے گئے جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

یہاں مصنف نے ان گھوڑوں کے بارے میں عربی کا ایک بیت لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے :

بنات الدعیہ(۱) کے پاؤں کٹ جائیں، کیا ان کو معلوم ہے ان کے ذریعے کس قسم کی بڑی بے حرمتی کرائی گئی ہے اور کتنا بڑا قبیح عمل ان سے سرزد ہوا ہے (حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر کو ان گھوڑوں کے ذریعے پامال کیا گیا)

تیرہویں فضیلت : کعبے کو لوگوں کے طواف کا مقام قرار دیا گیا اور طواف کا ثواب اس راہ میں اٹھائے جانے والے ہر قدم کے حساب سے اضافہ ہو جاتا ہے اور زیارت حسینؑ کی فضیلت بھی اسی حساب سے بڑھتی جاتی ہے جس کا بیان ہم نے زیارت کے عنوان میں کیا ہے۔

چودھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کو ملائکہ کے لئے مقام طواف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ

---

(۱) اعوج ایک قسم کے گھوڑے کا نام ہے جس کی نسل کے گھوڑوں کو بنات الاعوجیہ یعنی اعوج کی بیٹیوں کا نام دیتے ہیں۔

روایت میں ہے جب جبرئیل امینؑ نے خدا کے حکم سے کعبہ کی تعمیر کی تو ملائکہ نے اس کے ارد گرد طواف کیا اور وہ ستر ہزار فرشتے تھے جو اس خیمے کی حفاظت پر مامور تھے جو جنت سے نازل کیا گیا تھا، یہ خیمہ ان بنیادوں پر نصب تھا جس کو ملائکہ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے قبل بیت المعمور کے بالمقابل رکھا تھا اور یہ عرش کے بالمقابل ہے اور جب جبرئیلؑ نے دوسری عمارت بنائی تو ملائکہ نے اس کے اردگرد طوف کیا اس وقت حضرت آدمؑ و حضرت حوا نے بھی سات مرتبہ اس کا طواف کیا۔

اور اس وقت جب حضرت امام حسینؑ نور کی شکل میں عرش پر تھے تو ملائکہ آپؑ کے ارد گرد طواف کرتے تھے اور آپؑ ملائکہ کی شفاعت کرتے تھے، چنانچہ صلصائیل و دردائیل فرشتوں کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امام حسینؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر ان دونوں کے حق میں دعا کی، اور فطرس جس نے آپؑ کو یا آپؑ کے گھوارے کو مس کر کے بچپن میں شفاء پائی جبرئیلؑ اور میکائیلؑ جیسے عظیم المرتبت فرشتے آپؑ کی خدمت پر مامور تھے، اور جس طرح روایت میں ہے کہ فطرس کی ذمہ داری ہے کہ آپؑ کے زائرین کی زیارتوں سلام کرنے والوں کے سلام اور درود بھیجنے والوں کے درود و صلوات کو آپؑ تک پہنچاتا ہے، اور آپؑ کا مرقد منور ملائکہ کا مقام طواف و زیارت ہے اور ان اعمال کی انجام دہی کے لحاظ سے ان کے کئی طبقات ہیں :

○ پہلا طبقہ : چار ہزار فرشتوں پر مشتمل ہے جو پریشان حال اور غبار آلود حالت میں آپؑ کے مرقد انور کے ارگرد گریہ میں مصروف ہیں، یہ فرشتے زائرین حسینؑ کے استقبال کو جاتے، ان میں سے بیمار ہونے والوں کی عیادت کرتے اور جب وہ انتقال کر جاتے ہیں تو ان کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں اور یہ وہی فرشتے ہیں جو روز عاشورا آپؑ کی نصرت کے لئے آئے تھے لیکن جب کربلا پہنچے تو امامؑ شہید ہو چکے تھے، اس وقت ان کو حکم ملا کہ روضۂ اقدس میں رہ کر آپؑ پر گریہ کریں اور کربلا میں نصرت نہ کر سکنے کا ازالہ رجعت کے وقت آپؑ کی نصرت کے ذریعے کریں ان کے سربراہ کا نام منصور ہے۔

○ ملائکہ کا ایک اور گروہ آپؑ کے مرقد انور پر موکّل ہیں ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔ یہ فرشتے جس دن سے امامؑ شہید ہوئے ہیں، ظہور قائم آل محمد (عج) تک آپؑ پر درود بھیجتے رہیں گے۔

○ اور چار ہزار ملائکہ ہر روز طلوع فجر سے غروب آفتاب تک امامؑ پر روتے رہتے ہیں غروب کے بعد یہ فرشتے صعود کرتے ہیں اور چار ہزار دوسرے فرشتے روضے میں نازل ہوتے اور طلوع فجر تک گریہ کرتے رہتے ہیں۔

○ فرشتوں کی ایک اور جماعت شب و روز کے ملائکہ اور نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں پر مشتمل ہے، یہ فرشتے جب زمین پر اترتے ہیں تو کربلا میں حائر امام حسینؑ میں داخل ہوتے اور وہاں پر موجود فرشتوں سے مصافحہ کرتے ہیں وہ اپنے پروں کو زائرین حسینؑ سے مس کرتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ اور دیگر ائمہ اطہارؑ کے حکم پر زائرین کے حق میں دعا کرتے ہیں، چنانچہ روایات میں آیا ہے۔

○ فرشتوں کی ایک اور جماعت ہے جن کی تعداد پچاس ہزار ہے، حضرت امام جعفر الصادقؑ کی روایت کے مطابق یہ فرشتے کربلا میں اس وقت آپؑ سے ملے جب آپؑ شہید ہورہے تھے لیکن وہ آسمان کی طرف چلے گیا خداوند عالم نے ان کو مخاطب کرکے کہا: "تم لوگ میرے حبیب کے فرزند کے پاس پہنچے ان کو قتل کررہے تھے لیکن تم نے ان کی مدد نہیں کی، اب تم زمین پر چلے جاؤ اور قیامت تک ان کی قبر کے پاس پریشان اور غبار آلود حالت میں رہو۔

○ اور کچھ وہ فرشتے ہیں جن کا ذکر زینب کی روایت میں ہوا ہے جنھوں نے ام ایمن کے حوالے سے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے اور یہ حدیث طویل ہے۔ اس روایت کے مطابق ہر دن اور ہر رات تمام آسمانوں سے ایک ایک لاکھ ملائکہ آکر قبر مطہر کو گھیر لیتے ہیں اور آپؑ پر درود بھیجتے، تسبیح الٰہی پڑھتے اور آپؑ کے زائرین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور جو بھی قرب خدا اور رسولؐ کی خاطر امامؑ کی زیارت کو آتا ہے اس کا نام، اس کے باپ کا نام،

قبیلہ اور شہر کا نام درج کرتے ہیں، اور اس کی پیشانی پر عرش خدا کے نور کی ایک مہر لگا دیتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے "یہ بہترین شہید (حضرت امام حسینؑ) اور بہترین نبیؐ کے فرزند کا زائر ہے۔" قیامت کے دن زائر کی اسی مہر سے ایسی روشنی پھوٹے گی جو آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دے گی اور اسی مہر کے ذریعے پہچانا جائے گا۔

اس روایت میں کہا گیا ہے کہ جبرئیلؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے عرض کیا : یا رسول اللہؐ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ میرے اور میکائیل کے درمیان ہیں اور علی ہمارے سامنے ہیں اور ہمارے ساتھ بہت سے فرشتے ہیں جن کو گنا نہیں جا سکتا، اور ہم مخلوقات کے درمیان ان لوگوں کو چن چن کر اٹھا رہے ہیں جن کی پیشانیوں پر وہ مہر لگی ہوئی ہے، تا کہ خداوند عالم ان کو اور قیامت کی مشکلات اور دشواریوں سے نجات دلائے اور یہ ان لوگوں کے بارے میں حکم خداوندی اور اس کی عطا ہے جو آپؐ کے روضۂ اقدس آپؐ کے بھائی (حضرت علیؑ) اور آپؐ کے دونوں نواسوں کی قبور کی زیارت کرتے ہیں۔

o اور ستر ہزار ملائکہ ہر نماز کے وقت نازل ہوتے ہیں اور قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی، یہ اس روایت میں ہے جس کو کتاب کامل الزیارۃ میں حضرت جعفر الصادقؑ سے نقل کیا گیا ہے۔

پندرھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کو آسمان سے نازل کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا ہے : خداوند عالم نے بیت اللہ کو آسمان سے نازل کیا ہے اور اس کے چار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کی ایک قندیل لٹک رہی ہے۔

مصنف کہتے ہیں: اگر کعبے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کو آسمان سے اتارا گیا ہے تو حضرت امام حسین۔ آسمان کی تخلیق سے قبل نور تھے بلکہ روایت میں ہے کہ لوح محفوظ اور کرسی کو آپؑ ہی کے نور سے خلق کیا گیا ہے اور آپؑ ان دونوں سے برتر ہیں۔ اور آپؑ کو شہادت کے بعد آسمان کی طرف لے جایا گیا اور روایت میں ہے کہ آپؑ کے خون آلود بدن مطہر کو آسمان پر لے جایا گیا اور پانچویں آسمان میں حضرت علیؑ کی صورت کے ساتھ

رکھا گیا جس پر ابن ملجم کی ضربت کا نشان تھا۔ آسمان والے وہاں جمع ہوتے ۔ ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ عرش کی دائیں جانب سے اپنے مقتل اور روضے کی طرف دیکھتے ہیں اور اپنے زائرین اور عزا میں رونے والوں پر نظر ڈالتے ہیں، اس کا بیان ہم نے غم حسینؑ میں گریہ کی خصوصیات میں کیا ہے۔

سولھویں فضیلت : کعبہ معظمہ دور جاہلیت میں بھی محترم رہا اور اسلام کے ظہور کے بعد بھی اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ امام زمانہ آدمؑ سے لے کر آج تک کعبے کا احترام قائم ہے، تمام اقوام حتی کہ کافرین و مشرکین کعبے کی تعظیم اور اس کی زیارت اور اس سے تقرب حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کی بھی تعظیم کی جاتی ہے اور حتی کہ آپؑ کے دشمن اور اشقیا بھی آپؑ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ روایت میں کہا گیا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کی محبت (مخالفین) منافقین و کافرین کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے، اس کا اظہار ان باتوں سے ہوتا ہے کہ خلیفہ اول نے بچپن میں آپؑ سے گفتگو کی نیز آپؑ نے امیر معاویہ سے گفتگو کی اور ان پر نیز عمرو بن العاص پر آپؑ برہم ہوئے ،لیکن ان دونوں نے آپؑ کا احترام کیا، امیر معاویہ نے یزید کو آپؑ کا احترام کرنے کی وصیت کی تھی، یزید کے ساتھ بیعت کے سلسلے میں عتبہ کی گفتگو سے اور جب یزید نے آپؑ کے قتل کا حکم دیا تو آپؑ نے مروان کو جو جواب دیا، اس سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے نیز سعد بن ابی وقاص اور دیگر حاجی اس وقت سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے جب انہوں نے دیکھا مکہ کے راستے میں حضرت امام حسینؑ پیدل سفر کر رہے ہیں، آپؑ کا یہ احترام قائم رہا، اس وقت تک جب عاشور کے دن ملعون عمر سعد نے آپؑ کی حرمت کو پامال کیا، حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر گرے تو اس ملعون نے سوار ہو کر حکم دیا کہ دس افراد گھوڑوں پر سوار ہو کر آپؑ کو ٹاپوں سے پامال کریں۔

سترہویں فضیلت : کعبہ معظمہ اس وقت تک قائم رہے گا، جب تک زمین و آسمان

قائم ہیں اور یہ دین کی علامتوں میں سے ایک ہے اور مرقد منور حسینؑ بھی اسی طرح ہے چنانچہ ام ایمن والی روایت میں ہے اور اس کا بیان ہم نے کتاب کے اوائل میں کیا ہے۔

اٹھارہویں فضیلت : ظاہر اور مشہور حکم یہ ہے کہ مسافر مسجد الحرام میں جو کعبے کا احاطہ کیا ہوا ہے نماز پوری پڑھنا جائز ہے اسی طرح سفر میں ساقط ہو جانے والی نافلہ نمازوں کو بھی پڑھ سکتے ہیں اور یہ کعبہ معظمہ کا ایک خاص امتیاز ہے۔

یہ حکم حائر حسینؑ میں بھی نافذ ہے، مسافر قبر حسینؑ کے اردگرد حائر کے علاقے میں نماز پوری پڑھ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک اس میں حرم کا دائرہ بھی شامل ہے جس کا ذکر آگے کیا جا چکا ہے اور بعض کے مطابق شہر کربلا میں نماز تمام پڑھ سکتے ہیں اسی طرح سفر میں ساقط ہونے والی نوافل بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

ہمارے علما کے درمیان حائر کی حدود میں اختلاف پایا جاتا ہے، ابن ادریس نے کہا ہے حائر سے مراد روضہ اقدس اور اس سے متصل مسجد کی دیوار ہے، شہر کی دیوار نہیں ہے اس لئے کہ در حقیقت یہی حائر ہے، کیونکہ عربی لغت میں حائر اس پست جگہے کو کہتے ہیں جہاں پانی ٹھہر جاتا ہے۔

ہمارے بزرگ شیخ مفید نے اس قول کا اختیار کیا ہے، کتاب ارشاد کے باب مقتل حسینؑ میں انہوں نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ سب حائر میں ہیں سوائے حضرت ابوالفضل العباسؑ کے جو نہر علقمہ اور زرعی زمینوں کے درمیان ایک ٹیلے پر شہید ہوئے، اس کی ایک دلیل احتیاط ہے کیونکہ انہوں نے اس حد تک قول کو باعث اجماع قرار دیا ہے۔

شہید اوّل و شہید ثانی نے کہا ہے کہ متوکل کے زمانے میں اسی مقام (حائر) پر پانی ٹھہر گیا اور آگے نہیں بڑھا۔

بعض علما نے کہا ہے حائر میں صحن مقدس کا احاطہ بھی شامل ہے بعض کے مطابق حائر قبہ شریف کے اندر کا احاطہ ہے اور بعض کا کہنا ہے روضۂ اقدس کے احاطے کو حائر کہتے ہیں

جس میں پرانی عمارتیں جیسے رواق، قتل گاہ اور حرم شامل ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک مشہور قدیم صحن کیا احاطے تک حائر ہے وہ علاقہ حائر میں شامل نہیں جو صفوی دور میں اضافہ ہوا ہے، اس کی دلیل ان روایات کو قرار دیا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ جب تم حائر میں داخل ہو جاؤ تو کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھو، یہاں پر انہوں نے ایک دعا نقل کی ہے، اس کے بعد لکھا ہے، ذرا آگے چل کر کھڑے ہو جاؤ اور سات مرتبہ تکبیر پڑھو، پھر قبر مطہر کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو، پھر لکھا ہے اور ذرا آگے چل کر پڑھو، اس کے بعد ہاتھوں کو ضریح مقدس پر رکھو وغیرہ، اس میں دو دفعہ چلنے کے لئے کہا گیا ہے اور داخل ہونے کے بعد ذرا چلنے کے لئے کہا گیا ہے ان باتوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حائر ذرا وسیع تر احاطے پر مشتمل ہے۔ یہ قول زیادہ معتبر نظر آتا ہے اور اسی احاطے میں نماز پوری پڑھنے کا حکم نافذ ہوگا اور اس میں ایک قسم کی وسعت نظر آتی ہے، اس سے کم حدود متعین کرنے کے بارے میں علم نہیں ہے اور مختصراً احتیاط یہ ہے کہ روضۂ اقدس کا احاطہ حائر میں شامل ہے۔

انیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیؐ تک انبیائے کرامؑ کا مقام طواف ہے جس کے بارے میں متواتر متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔

اور یہ فضیلت حضرت امام حسینؑ کو بھی حاصل ہے، بعض مقامات پر آپؑ کے بدن مطہر سے متعلق، کہیں آپؑ کے سر مبارک کے بارے میں اور بعض جگہوں پر آپؑ کے مرقد انور سے متعلق ایسی فضیلتوں کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ روایت کی گئی ہے جو پندرہ شعبان کی شب آپؑ کی زیارت کرے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑ اس سے مصافحہ کریں گے اور کعب احبار سے روایت کی گئی ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے سرزمین کربلا کی زیارت نہ کی ہو، انہوں (سرزمین کربلا سے خطاب کرتے ہوئے کہا : تیرے اندر برج امامت کا ماہ تاباں مدفون ہوگا، ان سب کی تفصیل اپنی مناسبت سے درج عناوین میں بیان کی گئی ہے۔

بیسویں فضیلت : خداوند عالم نے کعبہ معظمہ کو حجر اسود کے ذریعے زینت بخشی ہے جو بہشت سے اترنے والا یاقوت کا ٹکڑا ہے اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن کفار کے ہاتھ لگانے کی وجہ سے کالا ہو گیا ہے اور حضرت امام حسینؑ بہشت کی زینت ہیں بلکہ آپؑ عرش بریں کی زینت ہیں۔

حدیث میں حضور اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جنت نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ اس کو مزین کیا جائے، خدا نے بہشت سے کہا : میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ اور حسینؑ کے ذریعے مزین کیا ہے، اس پر بہشت دلہن کی طرح ناز کرنے لگی۔ بحار کی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ اس پر بہشت کی خوشی میں اضافہ ہوا۔

حضور اکرمؐ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ روز قیامت عرش خدا کو ہر قسم کی زینتوں سے مزین کیا جائے گا، دو منبر لائے جائیں گے جن میں سے ہر ایک کی اونچائی سو میل ہوگی، ان دو منبروں کو عرش کے دائیں اور بائیں طرف رکھا جائے گا پھر حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لا کر ان کے ذریعے عرش کی تزئین کرے گا جس طرح عورت کے کانوں میں گوشوارے ہوتے ہیں۔

اور حجر الاسود کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوقات کا میثاق اس کے حوالے کیا گیا ہے کیونکہ یہ پہلا فرشتہ ہے جس نے اس عہد کا اقرار کیا جو خدا نے مخلوقات عالم سے لیا تھا۔ اور ملائکہ کے درمیان اس سے زیادہ محمدؐ و آل محمد سے محبت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

خداوند عالم نے اس کو جوہر میں تبدیل کیا اور آدمؑ کے نزدیک بھیجا، اور یہ آدمؑ کا ہمدم تھا جب آدمؑ مکے میں آئے تو اس جوہر کو اپنی گردن میں لٹکا لیا۔

واضح رہے کہ وہ عہد جس کی وجہ سے حجر الاسود کو شرافت ملی ہے وہ خداوند عالم کا اقرار پیغمبر اکرمؐ کی نبوت اور حضرات امام علیؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ کی ولایت کا اقرار تھا۔

......لہٰذا حجر الاسود کو فضیلت حضرت امام حسینؑ کی وجہ سے ملی ہے۔

اکیسویں فضیلت : طواف کعبہ کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مقام ابراہیمؑ پر

احترام بیت اللہ کی خاطر دو رکعت نماز پڑھیں "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی" (مقام ابراہیم کو مصلّی قرار دو) اور حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کے دن مغرب کے وقت پیغمبر اکرمؐ نے شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی جو نافلۂ مغرب قرار پائی، یہ سنت حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت شروع ہوئی اور روز قیامت تک جاری رہے گی گویا نافلۂ مغرب کی نماز آپؑ کے وجود مبارک کے شکرانے اور احترام کے طور پر پڑھتے ہیں۔

اصول کافی میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول اکرمؐ معراج پر تشریف لے گئے تو روزانہ نمازوں کی رکعات کی تعداد دس رکعات مقرر ہوئیں جن میں سے ہر ایک نماز دو رکعتوں کی تھی، اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو حضور اکرمؐ نے شکرانے کے طور پر سات رکعتوں کا اضافہ کیا۔

خداوند عالم نے اس کی توثیق کی، اسی طرح روزانہ نمازوں کی سترہ رکعتیں ہوگئیں۔

بائیسویں فضیلت : عیسٰی بن عبداللہ ہاشمی نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت کی ہے کہ کعبۂ معظمہ سے چاند اور سورج کی طرح روشنی کی کرنیں پھوٹتی تھیں لیکن جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو کعبہ اس حالت میں تبدیل ہوگئی۔

اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ کعبے کی جگہ ایک سرخ یاقوت تھا جس کا نور اس احاطے تک پہنچا جو حرم کا احاطہ ہے اسی لئے اس احاطے کو خدا نے حرم قرار دیا۔ مصنف کہتے ہیں : اگر کعبہ نورانی تھا بعد اس میں اس کی روشنی بجھ گئی ہے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نورانی تھی، آپؑ کے چہرۂ انور اور پیشانی مبارک سے نور پھوٹتا تھا اور نور میں کمی نہیں آئی، چنانچہ شہادت کے وقت ہلال بن نافع نے روایت کی ہے، کہتا ہے میں عمر بن سعد کے لشکر میں تھا، اچانک کسی نے آواز دی مبارک ہو اے امیر شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا، میں مقتل کی طرف گیا اور دیکھا آپؑ احتضار کی حالت میں ہیں، قسم ہے خدا کی میں نے ایسے مقتول کو نہیں

دیکھا جو خون میں نہلایا گیا ہو لیکن اس حد تک نورانی ہو، آپؑ کے چہرۂ انور سے پھوٹنے والے نور نے مجھے آپؑ کے قتل کے بارے میں سوچنے سے غافل کردیا اس وقت آپؑ پانی طلب فرمار ہے تھے۔

اور اگر کعبۂ معظمہ کی روشنی یاقوت سے پھوٹتی اور حرم کی حدود کو منور کردیتی تو شجرۂ مبارک سے چمکنے والے نور الٰہی کے جلوے سے تمام میدان کربلا روشن ہوا، اس لئے کہ کربلا وہی وادی ایمن اور بقعۂ مبارکہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے نور خدا کا مشاہدہ کیا تھا، اور وہ نور آسمانوں کی بلندیوں اور کائنات کی وسعتوں تک پہنچتا تھا، اسی طرح آپؑ کا جسد مبارک رات میں سورج کی مانند چمکتا تھا جیسا کہ اسدی کی روایت میں آیا ہے، بلکہ اس روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کے اردگرد بعض ایسے نوجوان تھے جن کے گلے سے خون ٹپک رہا تھا اور وہ چراغ کی طرح تاریک رات کو روشن کررہے تھے۔

تیئسویں فضیلت : مکۂ معظمہ ام القریٰ ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ائمۂ اطہارؑ کے باپ ہیں خداوند عالم نے شہادت کے بدلے آپؑ کو یہ فضیلت عطا کی تھی اس کا ذکر روایات میں کیا گیا ہے۔

چوبیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ تمام گھروں کا سردار ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں، جبکہ تمام اہل بہشت جوان ہوں گے۔ یہ خبر شیعہ، سنی دونوں کی احادیث و روایات میں تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہے حتیٰ کہ خلیفہ دومؒ نے بھی پیغمبر اکرمؐ سے اس کی روایت کی ہے۔

پچیسویں فضیلت : اس کے باوجود کہ ایک بے آب وگیاہ صحرا میں بسا ہوا ہے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی وجہ سے دنیا کے اطراف واکناف سے چیزیں یہاں لائی جاتی ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے لئے بھی بہشتی چیزیں لائی گئیں چنانچہ متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے، ان میں سے ایک بحار الانوار کی وہ روایت ہے جو ابن شاذان کے حوالے سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کی گئی ہے، سلمانؓ کہتے ہیں : میں ایک دن حضرت رسول خداؐ کی

خدمت میں شرفیاب ہوا، آپؐ کو سلام کیا، اس کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں پہنچا، سیدہؑ نے مجھ سے کہا: اے سلمان حسنؑ اور حسینؑ بھوک کی وجہ رو رہے ہیں، ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کے نانا کے پاس لے جاؤ، سلمانؓ کہتے ہیں: میں حسنینؑ کے ہاتھ پکڑ کر رسول خداؐ کی خدمت میں لے گیا، رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے حسنینؑ کیا ہوا؟

دونوں نواسوں نے عرض کیا: نانا جان ہمیں بھوک لگ رہی ہے کھانے کی کوئی چیز چاہیے، آنحضرتؐ نے دعا کی خدایا ان کو کچھ کھانے کی چیز عطا کر، یہ دعا آپؐ نے تین مرتبہ دہرائی میں نے دیکھا حضور اکرمؐ کے دست مبارک میں بیر کے برابر ایک میوہ ہے مدینہ کے نزدیک واقع علاقے ہجر میں بننے والے کوزوں کی طرح اور برف سے زیادہ سفید تھا۔

حضورؐ نے اس میوے کے بیچ سے دو حصے کر دیئے، آدھا حضرت امام حسنؑ کو دیا اور دوسرا حصہ حضرت امام حسینؑ کو، سلمانؓ کہتے ہیں: میں ان بہشتی میوے کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا، مجھے بھی کھانے کی خواہش ہوئی۔

پیغمبر اکرمؐ میری طرف متوجہ ہوئے تو فرمانے لگے، سلمان شاید تمہیں اس میوے کو کھانے کی خواہش ہو رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ جنت کی غذا ہے اور کوئی اس وقت تک اس میوے کو نہیں کھا سکتا جب تک وہ حساب و کتاب سے فارغ نہ ہو جائے۔ انشاء اللہ (حساب و کتاب کے وقت) تمہاری خیر ہوگی۔

ان میں سے ایک رطب (تازہ خرمے) کی حدیث ہے، جس کی خواہش حضرت امام حسین علیہ السلام نے کی تو بلوری کی ایک طشتری میں بہشتی میوہ اترا جو سبز سندس کے کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا، یہ ایک طویل حدیث ہے جس کو بحار الانوار اور حید العیون میں نقل کیا گیا ہے۔

ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو بحار الانوار میں حسن بصری اور حضرت ام سلمہؓ کے حوالے سے منقول ہے، جنھوں نے روایت کی ہے کہ حضرات امام حسنؑ و امام حسینؑ ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت جبریل امینؑ بھی بارگاہ رسالت

شرفیاب ہو چکے تھے، حسنینؑ جبرئیل کے اردگرد گھومنے لگے اس گمان سے کہ وہ دحیہ کلبی) ہیں جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھ کو اس انداز میں ہلایا کہ وہ کسی سے کوئی چیز لے رہے ہیں انہوں نے ایک سیب، بہدانہ اور انار ان حضرات کو دے دیا، اس وقت خوشی سے ان کے چہرے کھل اٹھے، وہ دوڑتے ہوئے اپنے نانا کے خدمت میں گئے، آپؐ نے ان دونوں کے ہاتھوں سے ان میوؤں کو لے کر سونگھا، پھر فرمایا: ان میوؤں کو لے کر اپنے ماں باپ کے پاس چلے جاؤ، دونوں نواسے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس چلے گئے، لیکن ان میں سے کسی نے وہ میوے نہیں کھائے یہاں تک کہ رسول خداؐ ان کے پاس چلے گئے اور تمام پنجتن پاکؑ نے مل کر بہشتی میوے تناول فرمائے۔

جتنا ان میوؤں سے کھاتے تھے، وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں پلٹتے تھے، یہاں تک کہ رسول خداؐ نے ان میوؤں کو اٹھایا، حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ میوے اسی حالت میں تھے ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی نہیں آئی اور انار حضرت فاطمہ زہراؑ کے زمانے میں موجود تھا، آپؑ کی رحلت کے بعد کھو گیا اور جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو بہدانہ کھو گیا اور سیب تر و تازہ حضرت امام حسنؑ کے پاس تھا (جب آپؑ شہید ہو گئے تو) یہ سیب ہمارے پاس موجود تھا، اس وقت تک جب کربلا میں ہم پر پانی بند کر دیا گیا، جب وقت مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوتا تھا، میں سیب کو سونگھتا تھا اور میری پیاس بجھ جاتی تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بالآخر جب میری پیاس کی انتہا نہ رہی تو میں نے دانتوں سے اس سیب کو کاٹا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا آخری وقت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے: میں نے یہ باتیں شہادت سے کچھ دیر قبل اپنے والد گرامی سے سنیں، جب آپؑ شہید ہوئے تو مقتل سے سیب کی خوشبو آتی تھی، لیکن وہ سیب وہاں سے نہیں ملا۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: سیب کی خوشبو ضریح مقدس میں باقی ہے میں زیارت کے لئے گیا تو مرقد مطہر سے خوشبو آ رہی تھی اور زائرین میں سے کوئی اگر یہ

خوشبو سونگھنا چاہے تو سحر کے وقت زیارت کے لئے جائے اور خوشبو کی التماس کرے، اگر وہ مخلصین میں سے ہے تو ضرور خوشبو سونگھ سکتا ہے۔

چھبیسویں فضیلت : کعبہ معظمہ کی حرمت کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ کعبے پر غلاف چڑھائیں اور اس کی آرائش کریں، چنانچہ اہل عرب تحفے لاتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اور اہلیہ ان سے کپڑا بنتی تھیں اور آپؑ اس کو غلاف بنا کر کعبے پر چڑھاتے تھے۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نے کعبے پر غلاف چڑھایا، پھر ہر دور کے بادشاہ اس پر غلاف چڑھاتے رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کی حرمت اس سلسلے میں مخصوص ہے چنانچہ خداوند عالم نے آپؑ کے لئے جنتی کپڑا بھیجا اور پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو پہنایا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا : میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ حضرت امام حسینؑ کو ایسا لباس پہنا رہے تھے جو دنیوی لباس نہیں تھا، میں نے عرض کیا : یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا : یہ ایسا تحفہ ہے جس کو خداوند عالم نے حسینؑ کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کے بانے جبرئیلؑ کے نازک پروں سے بنے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ عید کی رات کو آپؑ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ سے عید کا کپڑا طلب کیا تو رضوان نے آپؑ اور آپؑ کے بھائی حسن مجتبیٰؑ کے لئے تحفتاً لایا اور حضرت فاطمہ زہراؑ نے ان کو وہ کپڑے پہنا دیئے۔ اس واقعے کو گذشتہ ابواب میں، میں نے ایک حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنے نانا حضورؐ سے عید کی رات کو کپڑے کی فرمائش کی تو خداوند عالم نے آپؑ کے لئے جنتی کپڑا بھیجا، جبرئیلؑ نے آپ کی خواہش کے مطابق اس کو سرخ رنگ کیا اور رویا۔

ایک مرحلے پر آپؑ نے ایک پیراہن طلب کیا لیکن زینت کے لئے نہیں اور نہ ہی عید کے لئے بلکہ عاشور کے دن ایک پرانی قمیض طلب کی تا کہ شہادت کے بعد جب لباس کو

لوٹا جائے تو کوئی اس پرانی قمیض کو اتار نہ سکے۔

اس مرتبہ آپؑ کی بہن حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام نے آپؑ کے لئے پرانا لباس فراہم کیا، آپؑ نے اس لباس کے حصے پھاڑ دیئے اور اس کو میدان میں جانے سے پہلے پہنا، اور اس کو اپنے خون مطہر سے رنگین کیا۔ اسی (طرح کے سرخ) رنگ سے جس سے جبرئیلؑ نے آپؑ کے جنتی جامے کو رنگین کیا تھا اس وقت کربلا کی خاک نے آپؑ کے لباس کو خاک آلود کیا، اور نیزوں تیروں اور تلواروں کے وار سے یہ لباس پارہ پارہ ہو گیا اس کے باوجود اسحاق بن حویہ نے شہادت کے بعد بدن اطہر سے پرانا پھٹا ہوا لباس بھی اتار لیا اور آپؑ کا جسد اطہر عریان حالت میں زمین پر پڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت زینبؑ نے آپؑ کے بدن اطہر کو دیکھ کر کہا: یہ حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

ستائیسویں فضیلت: "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ" (کیا آپ نے انہیں دیکھا کہا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا) اصحاب فیل کعبہ معظمہ کو منہدم کرنے کے ارادے سے چل پڑے تو دستے دستے پرندے ان کے سروں پر جہنمی پتھر مارنے لگے یہ کنکریاں دال کے دانوں کے برابر چھوٹی تھیں، کنکریاں ان کے دماغوں میں لگتی اور ان کے مقعدوں سے نکلتی تھیں "فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ" (سو اس پتھر نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا)۔

اور کتے اور سؤر والوں (بنی امیہ) نے حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے کے ذریعے رسول اللہؐ کے مقدس گھر کو اجاڑنا چاہا تو خدا نے ان کو متعدد مصلحتوں کے تحت کچھ دنوں کی مہلت دی لیکن بعد میں اصحاب فیل کی طرح ان کی چال کو ناکارہ بناتے ہوئے ان پر ایسے گروہ کو مسلط کیا جس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر قتل کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کو کاٹ پھینکا، مختار ثقفیؒ نے ان میں سے بہت سے افراد کو جلا ڈالا، اور وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔ انہوں نے ملعونوں کے اجساد کو بھی نذر آتش کیا جس طرح ابن زیاد کے جس کو جلا ڈالا، بعض کو زندہ جلتے ہوئے تیل میں پھینکا گیا اور بعض لوگوں نے جلتے ہوئے پیاس کی

حالت میں جان دے دی جیسا کہ اخنس بن زید کی کہانی سے واضح ہے۔

ابن زیاد کے حاجب سے روایت کی گئی ہے کہ بعض اوقات اس ملعون کا چہرہ آگ سے جھلس جاتا تھا اور اس کو بجھانا پڑتا تھا۔

یزید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رات کو وہ شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر سو گیا اور صبح کے وقت مردہ پایا گیا، اس کا چہرہ بالکل کالا ہو گیا تھا، جس طرح اس پر کولتار لگایا گیا ہو اور حضرت امام حسینؑ کے وہ مال و اسباب جو شہادت کے بعد لوٹ لیا گیا تھا، سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے تھے جیسے آپؑ کے اونٹوں کا گوشت، عطر و زعفران وغیرہ جس کی تفصیل اپنی جگہ پر بیان ہوگی۔

اٹھائیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کی طرف دیکھنا ان لوگوں کے لئے مغفرت کا باعث ہوگا جو ائمہ اطہارؑ کے حق کو پہچانتے ہیں، اور یہ دنیا و آخرت کے غموں کا مٹانے کا بھی سبب ہے، اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھنا بہترین عبادت میں سے ہے حضور اکرم محمدؐ اپنے نواسے کو دیکھتے اور بعض اوقات اگر بھوک لگتی تو فرماتے تھے، میں حسن وحسین کا دیدار کرنے جاتا ہوں تاکہ میری بھوک مٹ جائے، لیکن محض آپؑ کے چہرۂ انور کا دیدار کرنا حزن و غم اور گریہ و فغاں میں اضافے کا سبب بنتا تھا، اسی طرح آپؑ کے مرقد منور پر نظر ڈالنا عبادت ہے اور اس کے نتیجے میں بھی غم و اندوہ اور رقت طاری ہو جاتی ہے خاص طور پر جب آپؑ کے بیٹوں علی اکبرؑ و علی اصغرؑ کی قبروں پر نظر پڑتی ہے جو آپؑ کے پائے مبارک کی طرف مدفون ہیں تو دیکھنے والے کا دل جلنے لگتا ہے، یہ ساری باتیں روایات میں نقل کی گئی ہیں۔

انتیسویں فضیلت : حج کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی راہ میں ایک درہم خرچ ہو جائے تو ہزار درہم حساب ہوگا اور سنان نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے سوال کیا کہ حج کے لئے خرچ ہونے والے ایک درہم کو ہزار درہم حساب کیا جائے گا تو آپؑ کے جد امجد حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سفر میں خرچ ہونے والے پیسوں کا کس طرح حساب

کیا جائے گا؟؟ آپ نے فرمایا: اے عامر بن سنان اس مقام میں خرچ ہونے والا ایک درہم ہزار ہزار درہم شمار ہوگا آپ نے دس مرتبہ ہزار ہزار درہم کو دہرایا اور فرمایا کہ اس کا درجہ بھی اسی تعداد میں بلند کیا جائے گا اور اس کے لئے خوشنودی خدا ذخیرہ ہے۔

تیسویں فضیلت: خداوند عالم نے مکہ معظمہ کو خلق کیا اور اس کو [illegible] زمین سے پہلے حرم قرار دیا لیکن کربلا کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے کعبے کی زمین کو خلق کرنے اور اس کو حرم قرار دینے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار برس قبل سرزمین کربلا کو امن وامان والا اور برکت سے مالا مال حرم قرار دیا تھا اور جب اس زمین میں روز قیامت کا زلزلہ آئے گا اور زمین کو گھمایا جائے گا تو اس وقت سرزمین کربلا کو صاف وشفاف اور نور و تربت کے ساتھ اوپر اٹھایا جائے گا اور اس کو جنت کے روضوں میں سے ایک افضل روضہ میں جنت کے بہترین مقام پر رکھا جائے گا جس میں انبیاء و مرسلین کے علاوہ کوئی نہیں رہ سکتا بلکہ آپ نے فرمایا: سوائے انبیاء اولوالعزم کے کوئی نہیں رہ سکتا۔

اور یہ زمین، جنت کے باغوں کے درمیان ایسا چمکے گی جس طرح ستاروں کے درمیان کوکب دری چمکتا ہے اس کی روشنی اہل جنت کی آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دے گی۔ اور وہ ندا دے گی: میں خدا کی وہ مقدس، پاکیزہ و مبارک زمین ہوں جس نے اپنی آغوش میں سید الشہداء علیہ السلام اور جنت کے جوانوں کے سردار کو اٹھا رکھا تھا۔

اکتیسویں فضیلت: مکہ مکرمہ نے گفتگو کرتے ہوئے خدا کی طرف سے ملنے والے شرف پر فخر ومباہات کرتے ہوئے کہا: میری طرح کون سی سرزمین ہے کیونکہ خدا نے اپنا گھر میری پشت پر بنایا اور لوگ اطراف و اکناف سے میری طرف آتے ہیں۔

کربلا کو مکے پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ جب مکہ مکرمہ نے فخر کیا اس وقت خداوند عالم نے مکہ مکرمہ کی طرف وحی فرمائی: اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، کربلا کے مقابلے میں تمہاری فضیلت سمندر میں ڈوبنے والی ایک سوئی سے زیادہ نہیں ہے جو سوئی سمندر میں کتنی

جگہ کیونکر رکھتی ہے؟

اور اگر تربت کربلا میں نہ ہوتی تو میں تجھے فضیلت نہ دیتا اور اگر وہ شخص (حضرت امام حسینؑ) نہ ہوتا جو کربلا میں مدفون ہے تو میں تجھے خلق کرتا اور نہ ہی اس گھر کو جس کے وجود پر تم فخر کرتے ہو اور اپنی جگہ پر ٹھہرو اور تواضع و فروتنی اختیار کرو کربلا کے سامنے غرور تکبر نہ کرو ورنہ میں تجھے تباہ کردوں گا اور جہنم میں ڈالوں گا۔

اس دنیا میں بھی کربلا کو فخر و شرف حاصل ہے، خدا اس سے راضی ہے اور اس نے کربلا کے فخر کو روشن کیا ہے اور قیامت کے بعد بہشت میں بھی کربلا فخر کرے گی اس دنیا میں کربلا کا فخر یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے اس سے کہا: بات کرو اپنے فضائل بیان کرو تو کہنے لگی: میں خدا کی مبارک و مقدس سرزمین ہوں، میں تربت اور میرا پانی شفا کے باعث ہیں لیکن میں فخر نہیں کرتی اور میں دوسری زمینوں پر بلکہ اس فضل و شرف پر اپنے میں اپنے آپ کو خاشع و پست محسوس کرتی ہوں۔ اور میں دوسری زمینوں پر فخر نہیں کرتی بلکہ اس پر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں اس پر خداوند عالم نے کربلا کو اس کے تواضع و شکر کے بدلے میں فضیلت عطا کی اور حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا کے ذریعے اس کو کرامت بخشی چنانچہ حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا ہے: جو خداوند عالم کی خاطر تواضع اس کو خدا برتری عطا کرتا ہے اور جو تکبر و غرور کرتا ہے اس کو گرا دیتا ہے۔

جہاں تک جنت میں کربلا کے فخر کی بات ہے جب خدا اس کو جنت کا بہترین اعلیٰ ترین اور سب سے بڑا باغ قرار دے گا تو وہ اس وقت ندا دے گی: میں خدا کی مقدس، پاکیزہ اور مبارک سرزمین ہوں جس نے سید الشہداؑ اور جنت کے جوانوں کے سردار کو اپنی آغوش میں لیا تھا۔ بتیسویں فضیلت: کعبہ معظمہ بیت عتیق ہے یعنی وہ گھر جو طوفان سے محفوظ ہے یا عتیق (پرانا) ان معنوں میں ہے کہ قدیم الایام سے اس کا طواف کیا جاتا ہے۔ اور حضرت امام حسینؑ بھی بیت عتیق ہیں، اس لئے کہ آپؑ کے حائر کو طوفان سے محفوظ رکھا گیا ہے اور اس پر پانی جاری نہیں ہوتا، اور تکریم و تعظیم کے لحاظ سے بھی آپؑ

کا احترام پرانا ہے، آپؑ کا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل احترام کیا جاتا رہا ہے، اسی طرح آپؑ آگ سے محفوظ ہیں اور جہنم کی آگ سے نجات کے باعث ہیں۔

تینتیسویں فضیلت : کعبے کی حلیم بندوں کے گناہ مٹنے کا ذریعہ ہے اور حضرت امام حسینؑ کے ذریعے گزشتہ اور آئندہ گناہ دھل جاتے ہیں اور بندہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

چونتیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ میں مستجار (پناہگاہ) ہے جہاں عذاب سے ڈرنے والے پناہ لیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسینؑ جس دن دنیا میں تشریف لائے، اس دن فرشتوں کی پناہگاہ تھے اور قیامت تک لوگوں کی جائے پناہ رہیں گے۔

پینتیسویں فضیلت : حجر اسماعیل ذبیح اللہؑ کعبے سے متصل ہے اور یہ ایک روایت کے مطابق بنیاد میں سے ہے، بیت اللہ میں حضرت اسماعیلؑ اور آپؑ کی بیٹیوں کی قبریں ہیں اور کعبے کی ایک جانب یعنی رکن و مقام کے درمیان ستر پیغمبروںؑ کی قبر ہے جو بھوکے پیاسے قتل کر دیئے گئے تھے۔ ان کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا گیا تھا جس طرح روایات میں منقول ہے اور ذبیح ثانی حضرت امام حسینؑ کی قبر سے متصل حضرت علی اکبرؑ کی قبر ہے۔ جس طرح کعبے سے جو اسماعیلؑ متصل ہے اور ضریح اقدس حسینؑ کے پائے مبارک کی طرف بہتر ۷۲ صدیقین کی اجتماعی قبر ہے جو پیاسے شہید کیے گئے اور ان سب کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا گیا اور حائر حسینؑ ان قبروں پر محیط ہے اور جس طرح صحیح احادیث میں منقول ہے یہاں دو سو نبیؑ اور دو سو وصی مدفون ہیں۔

چھتیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کے اطراف میں بعض مقدس مقامات واقع ہیں جیسے منیٰ، مشعر، میدان عرفات، اور صفا و مروہ۔ اور حضرت امام حسینؑ کے مرقد مطہر کے اطراف میں بھی متعدد قابل احترام مقامات ہیں اور اگر منیٰ کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ یہ وہ ٹیلا ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا تو کربلا میں حضرت امام حسینؑ کا مقتل ہے اور دیگر شہدا جیسے حضرت عباس علمدار، حضرت

علی اکبرؑ، حضرت عبداللہ (ابن الحسنؑ)، حضرت قاسم بن الحسنؑ وغیرہ کی جاہائے شہادت ہیں اور اگر منیٰ کی فضیلت یہ ہے کہ یہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں تو مقتل ان شہدائے راہ حق کی شہادت کے مقامات ہیں جن کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: یہ میری امت کے شہدا کے سردار ہیں اور اگر مشعر الحرام کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو وہ مقام مشعر الحرام سے افضل ہے جہاں حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند کو بیداری میں شہید ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔

سینتیسویں فضیلت: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ کے مؤذن اور حج خانۂ خدا کا منادی بنایا چنانچہ ارشاد ہوا "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" (اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کرو کہ لوگ آپ کے پاس دور دراستوں سے پیدل چل کر اور کمزور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں)

پھر حضرت ابراہیمؑ مقام ابراہیمؑ پر چڑھ کر آواز دینے لگے: لوگو حج ادا کرنے آجاؤ خداوند عالم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسینؑ کے مؤذن و منادی قرار دیا۔ ارشاد خداوندی ہے: "قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" (کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریب ترین رشتے داروں کی محبت کے)

اس کے علاوہ آپؐ نے منبر پر جا کر کئی مرتبہ فرمایا ہے: "اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ" (لوگو میں تمہارے درمیان دو بھاری یا عمدہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت)۔ حضور اکرمؐ بار بار حضرت امام حسینؑ کی محبت اور آپؑ کی مدد کے لئے ندا دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حذیفہؓ یمانیؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ حضرت امام حسینؑ کے دستہائے مبارک کو پکڑے ہوئے تھے اس وقت آپؐ نے فرمایا: "لوگو یہ حسین بن علی ہے

اس کو پہچان لو، خدا کی قسم یہ بہشت میں ہوگا اس کے چاہنے والے بہشت میں ہوں گے اور
اس کے چاہنے والوں کے دوست بھی بہشت میں ہوں گے۔"

خود حضرت امام حسینؑ نے بھی لوگوں کو حج ادا کرنے کی دعوت دی اور مدینۂ منورہ، مکہ مکرمہ اور ان کے درمیانی راستے میں اور کربلا میں آپ نے متعدد خطبے مدد کے لئے پکار اور استغاثہ و دعوت کے ذریعے بار بار اپنی نصرت کے لئے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ لوگ پیدل اور سوار ہو کر آپ کی نصرت کے لئے آئے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۲۔ وہ لوگ بھی آپ کی نصرت کرتے ہیں جنہوں نے امام کے زمانے میں ہمرکاب ہو کر شہادت کا فیض حاصل نہیں کیا، وہ آپ کے شیعہ ہیں جو آپ کے قدموں میں شہید ہونے کی آرزو رکھتے ہیں اور بعض زائرین اور آپ کے غم میں گریہ کرنے والے ہیں۔

۳۔ [illegible] بارگاہ رب العزت میں حسینؑ کے زائر کو بلند ترین اور عظیم ترین مرتبہ حاصل ہے۔ کیونکہ مظلومؑ کی زیارت کے منجملہ فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ سید الشہداؑ کا زائر محشر میں پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اولیاء کا ہم نشین ہوگا۔ وہ ان کے ساتھ دستر خوان نعمت پر موجود ہوگا۔ ان کے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ وہ اس کے حق میں دعا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہمکلام ہوں گے اور اس پر سلام کریں گے۔ جلد ہی ان فضائل پر مبنی روایات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

۴۔ اس سلسلے میں وارد ہونے والی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید مظلوم سے متمسک، انسان کو صالحین، مخلصین، مومنین، متقین، مجاہدین اور خاشعین کے مساوی مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ خداوند عالم ایسے انسان کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کر لیتا ہے اور تمام عبادات و احکام مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، وقوف، صدقات، مستحبات، عمر بھر کی عبادت وغیرہ، بلکہ تمام کائنات کی عبادات کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر آنے والے صفحات میں تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

۵۔ جناب سید الشہداؑ سے تمسک برقرار رکھنے والے انسان، گناہگار اور پشیمان

کے مصداق ہیں۔ ایسے ہی بندوں کیلئے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" سید الشہداء کے مصائب پر گریہ کرنا اور ان کی زیارت سے مشرف ہونا انسان کو تمام گذشتہ گناہوں سے پاک کر دیتا ہے بلکہ تحقیق شدہ امر یہ ہے کہ خداوند عالم ایسے انسان کے نہ صرف آئندہ گناہ معاف کر دیتا ہے بلکہ اس کے والدین کی بھی مغفرت فرماتا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ رب جلیل اس کے چاہنے والوں کے بھی گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ان تمام مطالب کو روایات کی روشنی میں تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا۔

دوسرا خطاب

"یا ایھا الناس اتقوا ربکم" اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو یا اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہی وہ آپ والی ہدایت ہے جو خطاب اول کی طرح تمام پیغمبران ماسبق کی جدوجہد کا نظام رہا اور تمام آسمانی کتابوں کا نفس مضمون رہا ہے۔ تقویٰ کی مختلف اقسام ہیں لیکن جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام وہ ہیں کہ جن کے تقویٰ کی تمام اقسام اور مدارج میں شریک ہونا اور ایسی منزل سے مستفید ہونا تقویٰ کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جہاں رب جلیل روز قیامت اپنے خاص بندوں کو خطاب کر کے فرمائے گا "یا عبادی لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون" اے میرے خاص بندو آج کے دن تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن کا مقام ہے۔ سید الشہداء امام کا وہ زائر جو آپ کے حق کا عارف ہوگا وہ ایسے ہی خطاب کا مصداق قرار پائے گا۔ اس کی تفصیل آنے والے عنوانات کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

تیسرا خطاب

"وانفقوا فی سبیل اللہ" اور اللہ کی راہ میں انفاق کرو۔ سید مظلوم سے محبت رکھنے والے تمام افراد نیکیوں کی ان تمام اقسام کے ثواب میں شریک ہوں گے جن میں غرور تمنا کی

حاجت پوری کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا اور زکوٰۃ وصدقات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہیں انفاق کی راہ میں وہ مدارج حاصل ہوں گے جنہیں اس کے علاوہ دوسرے مدارج حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ سید الشہداء کی زیارت کے منجملہ ثواب میں یہ بھی شامل ہے کو یا تم نے روز عاشور لشکر حسینؑ کو پانی پلایا ہو۔ حالانکہ یہ فضیلت اس شخص کے لئے معین ہے جو روز عاشور قبر مطہر کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلائے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ عاشور کی رات قبر مطہر کے پاس نہ ہوتے ہوئے بھی اس کا ثواب میں شامل رہو جو مظلوم کے پیاسے لشکر کو پانی پلانے سے متعلق ہے تو اس حدیث شریف کو پیش نگاہ رکھو جس میں فرمایا گیا فکل موضع یری قبرہ' و کربلا مکان یرے جس جگہ نظر ڈالی جائے وہ ان کی قبر ہے اور جس مقام پر نگاہ ڈورائی جائے وہ کربلا ہے۔ اب اس پس منظر میں جب تم مظلوم کے مصائب کا تصور کر کے گریہ کرو گے تو تمہارا دل تڑپ اٹھے گا ایسی صورت میں مظلوم علیہ السلام کی قبر کا مقام تمہارا دل ہوگا۔ اس لئے اب ان کی قبر کے نزدیک اپنی آنکھوں کے پیالوں میں پانی بھر کر پیاسے کو سیراب کر سکتے ہو۔ یہی وہ مقام ہے جس کے لئے فرمایا گیا کہ گویا تم نے لشکر حسینؑ اور اعیال و اطفال سید الشہداء کو سیراب کیا ہے۔

چوتھا خطاب

یہ خطاب جہاد کے حکم سے عبارت ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے "وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جہاد اکبر ۲۔ جہاد اصغر۔ ان دونوں جہادوں میں اگر تم کسی کو قتل کرو تو وہ تمہارے لئے مبارک ثابت ہوگا۔ جہاد اصغر کے دوران یعنی اگر کفار سے جنگ کرتے ہوئے قتل کر دیئے جاؤ تو شہید کہلاؤ گے۔ لیکن اگر تم جہاد اکبر کے دوران یعنی نفس امارہ سے جنگ کی حالت میں قتل ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے منحوس ثابت ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ تم جہاد اصغر میں نہ تو قاتل ہو اور نہ ہی مقتول۔ اور جہاد اکبر میں بھی اپنے مد مقابل کو قتل نہ

کر سکے، لیکن اس کے باوجود اگر تم جہاد کی ان دونوں اقسام کے ثواب کو حاصل کرنا چاہتے تو یہ مقصد صرف حسین علیہ السلام کے تصدق ہی ممکن ہو سکے گا۔ اس موضوع کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے درج ذیل امور کو پیش نگاہ رکھنا ہوگا۔

۱۔ تمہارے لئے "یالیتنی کنت معکم" کا کہنا اور یہ تمنا کرنا کہ کاش تم سید الشہداء کی معیت میں قتل کر دیئے جاتے۔ اس درجہ ثواب کا حامل ہے گویا تم حسین مظلوم کی نصرت میں قتل کر دیئے گئے۔

۲۔ کربلا کے شہیدوں کے اقدام سے رضی ہونا ہی تمہیں اجر شہادت میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں "نَعَمْ اشهد لقد شارکنا کم فیما دخلتم" ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم اس امر میں شریک ہیں جس میں آپ داخل ہو چکے ہیں۔

۳۔ جو شخص عاشورہ کی رات سید الشہداء کی زیارت کرے اور صبح تک قبر مطہر کے نزدیک قیام کرے، وہ محشر کے دن خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کا بدن اس شہید کی مانند خون میں ڈوبا ہوا ہوگا جو سید الشہداء کے ہمراہ شہید ہوا ہو۔

۴۔ یہ وہ فضیلت ہے جسے جہاد پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ جہاد بعض اوقات ممکن ہے اور بعض اوقات ممکن نہیں۔ لیکن جناب سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے وسیلہ سے جہاد کا ثواب حاصل کرنا ممکن بن جاتا ہے۔

۵۔ یہ وہ وجہ ہے جسے شہادت پر برتری حاصل ہے۔ کیونکہ کوئی انسان راہ خدا میں صرف ایک ہی مرتبہ شہادت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن حسین علیہ السلام مظلوم کی زیارت میں شہادت کا وہ ثواب پوشیدہ ہے جسے بار بار حاصل کیا جا سکتا ہے۔

خطاب پنجم

تَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ۔ سامان سفر کا انتظام کرو کیونکہ بہترین سفر خرچ تقویٰ ہے...

قبر کے لئے وہ سامان ہے جس کا پہلے سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہی وہ سامان ہے جسے انسان کو اپنے بعد باقی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

نواں خطاب

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اپنے رب سے طلب مغفرت کے لئے جلدی کرو اور نیکیوں میں (دوسروں پر) سبقت حاصل کرو۔ سید الشہداء کی محبت ہی وہ سرمایہ ہے جو غیر شعوری طور پر مغفرت کا اہتمام کرتی ہے۔ سید مظلوم پر گریہ کرنے کی فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں ان کے مطابق آنکھ جیسے ہی حسین علیہ السلام کی مصیبت پر نمناک ہوتی ہے خداوند عالم اس انسان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح مظلوم علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کرتے ہی اس کی خطائیں بخش دی جاتی ہیں۔

دسواں خطاب

خداوند عالم طریقۂ دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اپنے رب کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ طریقہ سے پکارو۔ لیکن اگر دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو اپنے خدا کو حسین علیہ السلام کے واسطے سے پکارو۔ مظلوم کربلا کی زیارت کے فضائل میں وارد ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے زائر کی دعا نہ صرف مستجاب ہوتی ہے بلکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور دیگر آئمہ ہدیٰ علیہم السلام اور ملائکہ بھی زائر کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق اِنَّ الزائر لا یضع قدمه علی شیء الا دعا له۔ یعنی تحقیق کہ سید الشہداء علیہ السلام کا زائر جس شے پر قدم رکھتا ہے وہ شے اس کے حق میں دعا کرتی ہے۔ جب وہ زیارت کے بعد امام علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے تو سید الشہداء علیہ السلام خود اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی مقام سے اس کی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات پر نگاہ

ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے عالم سجدہ میں اور روتے ہوئے ایسے شخص کے لئے دعا کی ہے جو خود کو قبر مطہر پر گرائے اور ان کی مصیبت پر آنسو بہائے۔

گیارھواں خطاب

کونوا انصار اللہ یعنی اللہ کے مددگار بن کر رہو۔ اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم غیر کی نصرت کا محتاج نہیں لیکن اس نے دین کی مدد اور اس کے اولیاء کی نصرت کو اپنی نصرت کے مساوی قرار دیا ہے۔ اولیاء خدا کی مظلومی کے پیش نظر ان کی جتنی زیادہ مدد کی جائے گی وہ نصرت اولیاء خدا کی نہیں بلکہ خدا کی نصرت شمار کی جائے گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میرے والد اس غریب و بے کس پر قربان، جسے کمزور کردیا گیا۔ بس معلوم ہوا اس غریب و مظلوم کی زیارت، اس پر رونا اور اس کی مصیبت پر مجلس عزا منعقد کرنا گویا خداوند عالم کی نصرت کی برابر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی خاک پر سجدہ کرنا اور تربت کی بنی ہوئی تسبیح پڑھنا بھی اس کی نصرت کی مانند ہے۔ خداوند عالم نے ایسی تسبیحات کے لئے مخصوص اجر مقرر کیا ہے جسے اس کے اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

بارھواں خطاب

اجیبوا داعی اللہ خدا کی طرف پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہو۔ یہاں خدا کی طرف پکارنے والے سے مراد جناب ختمی مرتبت ہیں، جنہوں نے قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اسی طرح جناب سید الشہداء نے بھی حضرت رسالتمآبؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں ایمان کی طرف دعوت دی ہے۔

تیرھواں خطاب

فابتغوا الیہ الوسیلہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ خدا ہی کو وسیلہ قرار دو۔ جبکہ ہم اپنے

امور میں جناب سید الشہدا کو سب سے بڑا وسیلہ جانتے ہیں کیونکہ مظلوم کربلا کو وسیلہ بنانا نہ صرف عظیم بلکہ سہل امر ہے۔ اسی وسیلہ سے آرزوئیں اور تمنائیں بر آتی ہیں۔

چودھواں خطاب

فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا جو شخص چاہے وہ اپنے رب تک پہنچنے کے لیے ایک راہ اختیار کرلے جبکہ حسین علیہ السلام کی ذات سبیل اعظم اور صراط اقوم ہے۔ یہ راہ سب راستوں سے زیادہ نزدیک، سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ واضح و آشکار ہے۔ ابھی تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ صرف ایک مثال ہے۔ اب اسی کو بنیاد بنا کر خطابات الٰہی کو اس کے غیر پر قیاس کرو۔ قرآن مجید میں نجات کا باعث بننے والی تجارت سے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ان مثالوں پر صادق ہے۔ اب اس پس منظر میں درج بالا امور کے ان پہلوؤں پر غور کرو جن کی طرف ہم نے اشارہ نہیں کیا لیکن شرط یہ ہے کہ مبالغہ آرائی سے اجتناب کیا جائے۔

دوسری کیفیت

انسان پر تکوینی احکام کا مرحلہ بھی سید الشہدا علیہ السلام کے وسیلے سے آسان بن جاتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس سے ہر انسان کو موت عالم برزخ اور قیامت صغریٰ کے ہنگام سے گزرنا پڑتا ہے۔ مظلوم کربلا علیہ السلام کی مصیبت پر رونے والوں جیسی شکل بنانا اور خود پر گریہ کی کیفیت طاری کرنا بھی باعث فضیلت ہے۔ اس مخزونیت کی شرط یہ ہے کہ مظلوم علیہ السلام کے مصائب کو خود پر اس طرح طاری کرلیا جائے کہ انسان کو آب و طعام سے رغبت نہ رہے بس یہی وہ کیفیت ہے جس کے باعث حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام مرنے والے کی بالین پر حاضر ہو کر اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی بناء پر مرنے والا اس قدر مسرور ہو جاتا ہے کہ اس کے اثرات قیامت تک اس کے

دل میں باقی رہتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عالم احتضار، برزخ اور تکوینی احکام سے متعلق مراحل انسان پر کھل جاتے ہیں۔

تیسری کیفیت

یہ وہ کیفیت ہے جہاں سید الشہداء علیہ السلام سے توسل کی بناء پر تکوینی، تقدیری اور تنزیلی خطابات ساقط ہو کر لطافت و صراحت سے بدل جاتے ہیں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے ضمانت دی ہے کہ آپ روز قیامت ایسے شخص کی زیارت کریں گے جس نے جناب سید الشہداء کی زیارت کی ہو۔ جناب سید المرسلین فرماتے ہیں: "ضمنت علی اللّٰہ و حق علیّ ان ازور من زارہ فاخذ بعضدہ من اهوال القیامۃ و شدائدھا حتی اصیرہ فی الجنۃ میں خدا کی طرف سے ضامن ہوں اور مجھے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ میں اس کی زیارت کروں جس نے حسین علیہ السلام مظلوم کی زیارت کی ہو ایسے شخص کو بازو سے پکڑ کر قیامت کی ہولناکیوں سے بچاؤں یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ فضائل صرف یہیں تک نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں جن کا تعلق باقیات الصالحات اور قبول ہونے والے اعمال سے ہے۔ بے شک کہ حسین علیہ السلام ہی کے وسیلہ جہنم کی آگ سرد پڑ جاتی ہے۔ حسین علیہ السلام کے وسیلہ سے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ امر بھی تحقیق شدہ ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ حسین علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے۔ اسی ذات والا صفات کی برکت سے حسین علیہ السلام کا زائر جنت کے کسی بھی دروازے سے اندر داخل ہو سکتا ہے کیونکہ حسین علیہ السلام خود بہشت کا دروازہ ہیں۔ بہشت کا دروازوں کی کنجی انہی کے اختیار میں ہے۔ آپ ہی کی برکت سے جہنم کی آگ سرد ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں کیوں نہ حسین علیہ السلام سے توسل اختیار کیا جائے اور مومنین کو بشارت دی جائے کہ حسین علیہ السلام سے توسل کے فضائل سے بہت زیادہ ہیں جنہیں بیان کیا گیا

ہے۔ خداوند عالم نے حسین علیہ السلام سے توسل کو باعث تخلیقات قرار دے کر مومنین پر ایک عظیم احسان کیا ہے اس توسل کی ایک اور خصوصیت ایسی ہے جو دیگر فضائل کی نسبت ممتاز حیثیت کی حامل اور درج ذیل اسباب کے علاوہ ہر ایک اعمال صالحہ پر بھاری ہے۔

۱۔ نیک اعمال کی جزا اور ثمرہ نتیجہ یہ ہے کہ انسان جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے جبکہ سید الشہداء سے توسل کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اس توسل کی برکت سے آپ کے غیر کو بھی جہنم کی آگ سے بچایا جا سکتا ہے۔

۲۔ نیک اعمال کی انتہائی جزا یہ ہے کہ اس شخص کو بہشت کا مستحق قرار دیتا ہے۔ لیکن آپ سے توسل کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے وسیلے سے آپ کے غیر کو بھی داخل بہشت کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نیک اعمال کی انتہائی جزا یہ ہے کہ اس شخص کو آب کوثر سے سیراب کیا جاتا ہے لیکن امام سید الشہداء سے توسل کی برتر فضیلت یہ ہے کہ ایسا شخص ساقیان کوثر کا بھی مقام پاتا ہے۔

۴۔ اعمال صالحہ کی انتہائی جزا یہ ہے کہ ان اعمال کو کتب حسنات میں درج کر کے کتب کو اس شخص کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے نیک اعمال کو پڑھے۔ لیکن توسل سید الشہداء کی فضیلت یہ ہے کہ اس عمل کو کتب حسنات میں بہترین عمل کے طور پر درج کیا جاتا ہے جو جناب رسول خدا ﷺ اور افضل المخلوقات کے لئے مخصوص ہیں۔

۵۔ نیک اعمال کے لئے انتہائی اجر یہ ہے کہ تیرے اور اشرف المخلوقات کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ ہوگا اور جناب سید المرسلین بارگاہ رب العزت میں تیری شفاعت فرمائیں گے لیکن مظلوم کے وسیلے کی فضیلت یہ ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ تمہیں پکاریں گے اور تمہارا بازو پکڑ کر تمہیں قیامت کی ہولناکیوں سے بچائیں گے۔

۶۔ نیک اعمال کا انتہائی صلہ بہشت اور حور العین کی شکل میں ظاہر ہوگا لیکن جناب سید الشہداء پر گریہ کی فضیلت وارد ہے کہ مظلوم کربلا پر رونے والا روز قیامت عرش کے نیچے

ان کے ساتھ بیٹھا مشغول گفتگو ہوگا کہ ایسے میں حوران بہشت کی طرف سے پیغام آئے گا کہ ہم تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں لیکن وہ ان کے پاس جانے سے انکار کردیں گے اور مظلوم کربلا کی محفل میں بیٹھنے کو بہشت کی لذتوں پر ترجیح دیں گے۔

۷۔ درجات کی بلندی کی حد یہ ہے کہ اس شخص کا درجہ مومنین کے درجات سے بلند ہوگا۔ لیکن وسیلہ مظلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ ایسا شخص جناب ختم المرسلینؐ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا مصاحب قرار پائے گا وہ ان کے درجات میں شریک اور ان کے ساتھ دسترخوان پر غذا تناول کرے گا۔

۸۔ اعمال صالحہ کا کمال یہ ہے کہ انسان کو خدائے منان کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ یہ وہ مرتبہ ہے جسے جنت پر بھی فوقیت حاصل ہوگی لیکن روایات کے مطابق سید الشہداء سے تقرب کی منزل اس سے بھی بلند ہے کیونکہ ایسے شخص کو عرش پر خدائے تبارک وتعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

نیکوکاری کا ایک عظیم صلہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد صالح افراد تجھے غسل دیں گے۔ خالص اور حلال مال سے تجھے کفن پہنائیں گے اور علماء وصلحاء تجھ پر نماز پڑھیں گے لیکن سید الشہداء کے تقرب کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت روح الامین ملائکہ مقربین کے ساتھ تجھ پر نماز پڑھیں گے۔ جنت کا کفن اور جنت ہی کا حنوط دیا جائے گا۔

۱۰۔ نیک عمل کرنے والا انسان اپنے بعد باقیات صالحات چھوڑ جاتا ہے یعنی اس کی موت کے بعد اس کی نیکیوں کا تسلسل باقی رہتا ہے اس کی موت کے بعد ایک طویل عرصہ تک ان نیکیوں کا صلہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اس کے بعد اس کے وارث یا نائب اس کی طرف اپنے صالح اعمال کا ہدیہ بھیجتے ہیں اگر ان کے اعمال مقبول ہوں گے تو ان کے ثواب کا دسواں حصہ میت کی روح کو ملتا رہے گا یا اگر مرنے والے نے کسی کو اپنے علم سے بہرہ مند کیا ہو، کوئی درخت اگایا ہو، کوئی کنواں کھودا ہو، مکان یا پل تعمیر کیا ہو یا اپنے پیچھے صالح اولاد چھوڑ گیا ہو جو اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں تو یہ وہ اعمال ہیں جن کی

نیکیوں کا ثواب سو سال یا ہزار سال سے زیادہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حالات واقعات یکساں نہیں رہتے لیکن تقرب سید الشہداء کی صفت یہ ہے کہ ملائکہ مرنے کے بعد تیری نیابت کریں گے۔ قیامت تک اپنا عمل تجھے ہدیہ کرتے رہیں گے اور اس کا ثواب کسی کمی کے بغیر تجھے ملتا رہے گا۔ حالات واقعات کی تبدیلی کا اثر بالکل نہ پڑے گا۔

۱۱۔ اعمال صالحہ کی انتہائی منزل یہ ہے کہ تیرا شمار خدا کے صالح بندوں میں کیا جائے گا لیکن تقرب حسینی کی خصوصیت یہ ہے کہ انسان ملائکہ مقربین کا درجہ حاصل کرتا ہے بلکہ اگر تعجب نہ ہو تو کہنے دیجئے کہ ایسے انسان کا شمار کروبین میں کیا جاتا ہے جو ملائکہ مقربین کے سرور و سردار ہیں۔ اس موضوع کی تائید میں متعدد معتبر روایات موجود ہیں جن کی تفصیل تائید باری کے ساتھ جلد بیان کی جائے گی۔

۱۲۔ اعمال صالحہ کے لئے جو بھی اجر مقرر ہو وہ محدود ہے جسے چشم تصور میں مجسم کیا جاسکتا ہے لیکن حسین علیہ السلام سے توسل کا اجر اتنا عظیم ہے جسے تصور میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کے اجر کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جسے کبھی کسی سے بیان نہیں کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ اس عمل کا اجر ہر دوسرے عمل کے اجر سے عظیم تر ہے۔ اب ہم اس موضوع کے اجمالی ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے ان موارد کی تفصیلات میں جانا چاہتے ہیں چونکہ توسل کا بہترین ذریعہ رقت قلب اور زیارت مظلوم پر قلب کا متوجہ ہونا ہے اس لئے ہم اس موضوع کی تفصیل کو دو درس مستقل عناوین کے تحت بیان کریں گے جبکہ توسل کے دیگر مباحث پر روشنی ڈالنے کے لئے تیسرا عنوان قائم کیا جائے گا۔ بحول اللہ وقوۃ......

چھٹا باب

حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ اور ان کی یاد میں مجلس عزا کے انعقاد کے فضائل

مقدمہ

قال اللّٰہ تعالیٰ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ وما انزل من الحق ”جو لوگ ایمان لا چکے ہیں کیا ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر خدا اور جو کچھ حق کی طرف سے نازل ہوا، سے نرم پڑ جائیں“۔

یعنی اب جبکہ پروردگار عالم نے تمہیں عقل و تدبیر کی دولت عطا کی اور تم نے توحید باری کی نشانیوں کو انفس و آفاق، آسمانوں اور زمینوں اور ذرہ ذرہ میں مشاہدہ کیا غفلت میں پڑے ہوئے افراد کے حالات کی دگرگونی کو دیکھا، ان میں عبرت کے اسباب پر غور کیا۔ تمہیں رشد و ہدایت کی نشانیاں اور طور طریقے بتلائے گئے اور اس طرح تم نے طویل عمر بسر کی جس نے جتنی ہدایت حاصل کرنی چاہی اسے اتنی ہدایت ملی، اس لئے تمہارے سامنے سے اور پشت سر سے تمہارے لئے ڈرانے والے بھیجے۔ بے شمار نصیحت کرنے والوں نے تمہاری ہدایت کی اور اب جبکہ تمہارے دعوے کے مطابق تمہیں اسلام لائے ہوئے کافی مدت گذر چکی تو کیا اب بھی وہ ساعت نہیں آئی کہ تمہارے دل خدا کے ذکر سے خاضع و خاشع ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کو ہر لمحے اس طرح یاد رکھے کہ اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم یعنی جب خدا کا ذکر کیا جائے تو تمہارے دل اس کے

خوف سے کانپنے لگیں تا کہ اس ذکر کی برکت سے تم معاصی اور محرمات کے ارتکاب سے باز رہو۔ تو کیا جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور انہوں نے خدا کی عظمت کا مشاہدہ کیا اب بھی ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل نرم ہو جائیں کیونکہ جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو گویا خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جب مومن کے لئے خشوع لازم قرار پاتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ عمر اپنی انتہائی حد کو پہنچ چکی ہے وقت گزر چکا اے انسان! تو نے دو رکعت نماز بھی خشوع کے ساتھ ادا نہیں کی۔ پس خشوع کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں دو رکعت نماز پڑھو، شاید وہی تمہاری آخری نماز ہو۔ آیا اب بھی صاحبان ایمان کے لئے جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی اور نافع نہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ نہیں وہ ساعت نہیں آئی کہ ان کے دل خدا کے لئے خاشع ہوں، ان کا ذکر اور فکر خدا ہی کے لئے مخصوص ہو، ہر شے میں انہیں خدا کا عکس نظر آئے اور جس شے پر نظر ڈالیں اس میں انہیں خدا کا جلوہ نظر آئے۔ جو لوگ ایمان لا چکے اور ان کی عمر معصیت میں کٹ گئی اور انہوں نے عمر کی کسی ساعت یا کسی دن کو خدا کو اس طرح یاد نہ کیا کہ ان پر رقت قلب طاری ہوا گر وہ عالم خوف و اضطراب میں ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے رب کو یاد کریں تو وہی ان کے لئے توبہ کا سامان ہوگا۔ ان کا یہ عمل بارگاہ رب جلیل سے کٹ جانے کے بعد رجوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی اس کی درگاہ سے منہ موڑنے کے بعد تعلق جوڑنے کے مترادف ہے۔ ان خصوصیات کا حامل انسان اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جب تک اس کا رب اس سے راضی ہو جائے۔ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ صاحبان ایمان جن کے دل اولیاء خدا کی معرفت سے پُر ہیں، حسین مظلوم علیہ السلام کے ذکر پر خاشع ہوں کیونکہ حسین علیہ السلام کا نام سن کر محزونیت کا طاری ہونا اس وقت ممکن ہے جب دل ذکر خدا پر خاشع رہے۔ کیونکہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ جو شخص حسین علیہ السلام کو دوست رکھے وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص حسین علیہ السلام سے دشمنی رکھے بہ یقین کہ وہ خدا کا دشمن ہے پس معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والا خدا

کا چاہنے والا ہے جو شخص حسین علیہ السلام سے متمسک ہو گویا وہ خدا سے متمسک ہے۔ جس نے حسین علیہ السلام کی زیارت کی گویا کہ اس نے خدا کی زیارت کی۔ خشوع قلب مومن کی پہچان یہ ہے کہ محرم کے آتے ہی اس کا دل عزائے سید الشہداء میں مضطرب و بے چین اور کثرت غم و حزن سے گریہ گلو گیر ہو جائے۔

پس اے ایمان لانے والو! حسین علیہ السلام کا ذکر خشوع دلی کی علامت ہے۔ یہ ذکر خدا کے ذکر سے متصل ہے۔ تو کیوں نہ کثرت سے حسین علیہ السلام کو یاد کر کے خدا کا ذکر کیا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرح خدا کے ذکر پر قلب خاشع رہنا ضروری ہے اسی طرح حسین مظلوم علیہ السلام کے ذکر پر بھی رقت قلب لازم ہے۔ جب میں خدا کے ذکر کی بات کرتا ہوں جو خدا ہی کے لئے ہے تو اس کا مصداق وہ فرد کامل ہے جس کا ایمان خالص ہو جس کا دل حسین علیہ السلام کے ذکر پر اس طرح مچل جائے جس طرح خدا کا ذکر اور اس کی حمد و تسبیح کرتے وقت مومن کا قلب مضطرب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ ہر مخلوق خداوند عالم کی تسبیح و تمجید میں مصروف ہے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ تکوینی بجالاتی ہے۔ لیکن خداوند عالم کی عبادت اس وقت باعث فضیلت ہے جب وہ مکمل شرائط کے ساتھ بجالائی جائے یہی بات سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کے سلسلہ میں بھی صادق آتی ہے۔ جہاں تک حسین علیہ السلام مظلوم پر رونے سے نماز کے باطل ہونے کا تعلق ہے یہ اس امر کی تشخیص پر منحصر ہے کہ آیا رونے والا تقرب الٰہی سے حسین علیہ السلام پر گریہ کر رہا ہے یا نہیں۔ اگر حسین علیہ السلام پر گریہ خشیت پروردگار کے اثرات ہو تو اس عمل سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن اگر یہ رقت بشریت کے ناطے سے ہو تو باعث اشکال ہے۔ اب ہم اس موضوع کے ذیل میں خشوع قلب کی ان درج ذیل بارہ اقسام پر گفتگو کریں گے جو ذکر مصائب سید الشہداء کے لئے لازم ہیں۔

۱۔ منشاء اور باطنی اسباب کی بنیاد پر گریہ۔

۲۔ وہ گریہ جو خارجی اسباب کی بناء پر لاحق ہو۔

۳۔ کیفیت کے اعتبار سے سیدالشہداء پر گریہ۔

۴۔ ان مجلس کا بیان جو عزائے سیدالشہداء کے اہتمام میں ان کی شہادت سے قبل ،شہادت کے وقت اور شہادت کے بعد منعقد کی گئیں۔

۵۔ مرثیوں پر مبنی صحیفوں اور ان خطوط کا بیان جو جناب سیدالشہداء کے لئے تحریر کی گئیں۔

۶۔ ان مجالس کی خصوصیات جو عزائے حسین علیہ السلام مظلوم کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔

۷۔ مجالس عزائے سیدالشہداء کے صفات۔

۸۔ مظلوم کربلا پر گریہ کے فضائل۔

۹۔ سیدالشہداء پر گریہ کا اجر و ثواب۔

۱۰۔ سیدالشہداء پر رونے والی آنکھوں کے خواص۔

۱۱۔ غم حسین علیہ السلام میں بہنے والے آنسوؤں کے فضائل۔

۱۲۔ تتمہ مطالب۔

گریہ کی اقسام۔باطنی اسباب کے اعتبار سے :

گریہ کی دو اقسام ہیں (۱) یعنی رونے والا کبھی کسی خاص سبب کی بناء پر گریہ کرتا ہے۔ (۲) اور کبھی خاص سبب اس کے ملحوظ خاطر نہیں ہوتا۔

اگر گریہ کسی خاص سبب کی بناء پر عارض ہو تو اس کی مزید آٹھ قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ وہ قسم ہے جہاں گریہ کسی نسبت اور تعلق کی بناء پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔حقیقت امر یہ کہ سب سے بڑی نسبت باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتی ہے یہی وجہ ہی کہ خلاق عالم والدین کے حق کے لئے تائید کرتے ہوئے فرماتا ہے وقضے ربک الا ابآہ وبالوادین احسانا "تیرے پروردگار کا یہ حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی پرستش نہ کی جائے اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو۔"

یہ بات طے ہے کہ والدین وجود انسان کا ظاہری سبب ہیں تو جب خلوت انسان کے ظاہری سبب کا مقام اتنا بلند ہو کہ خداوند عالم ان کی نسبت نیکی کا حکم دے تو یقیناً کے صوری اور معنوی اسباب اس سے بلند تر مقام کے سزاوار ہیں۔ اس اعتبار سے حقیقی والد پیغمبر اکرمؐ اور ان کے وصی پر برحق ہیں اور خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجلس عزا کا انعقاد اور سید الشہداء پر گریہ کرنا، جناب پیغمبر اکرمؐ، ان کے وصی اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر احسان ہے بلکہ بعض روایت میں وبالوالدین احساناً کی تفسیر کے ضمن میں درج ہے کہ والد سے مراد حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں۔ پس اسی اعتبار سے ان ذوات مقدس پر گریہ کرنا براہ راست والد پر احسان کے مترادف ہے کیونکہ احسان سے مراد نفع پہنچانا ہے۔ سب سے بڑا نفع اور اعزاز یہ ہے کہ ان کی عزت وتوقیر کی جائے۔ اموات اور مقتولین کے لئے رونا باعث افتخار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ذوالجلال میں دعا کی انہیں ایک بیٹی نصیب کرتا کہ وہ بیٹی موت کے بعد وہ ان پر روئے۔ اس کے علاوہ خود جناب رسالتمآبؐ نے سنا کہ انصار کی عورتیں شہدائے احد پر گریہ کررہی ہیں تو فرمایا کہ حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں؟ اس پر انصار نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت حمزہؓ پر گریہ کریں۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ انصار کی عورتیں حضرت حمزہؓ پر گریہ کررہی ہیں تو آپؐ نے ان کے حق میں دعا کی۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سید الشہداء حمزہؓ کے لئے کفن، دفن، نماز اور تشیع جنازہ کے تمام انتظامات مہیا تھے لیکن صرف ان پر گریہ کرنیوالے موجود نہ تھے بس یہی بات رسول اکرمؐ پر گراں گزری لیکن مظلوم کربلا کے لئے ان چیزوں میں سے کسی شے کا اہتمام تھا۔ ہاں آپ پر صرف نوحہ کرنے والے موجود تھے۔ قتل کے بعد مخدرات حرم نے سید الشہداءؑ پر نوحہ گریہ شروع کیا۔ آپ کی مظلوم بہن بی بی زینب خاتون نوحہ کرتے وقت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتی تھیں۔ لیکن دشمنوں نے انہیں نہ صرف نوحہ وماتم بلکہ آنسو بہانے سے بھی روکا۔ پس کیوں نہ گریہ کیا جائے سرور شہیداں پر کہ ہم سے ان کی حقیقی

قرابت داری ہے۔ یہی گریہ ان سے محبت پر دلیل ہے اور جو شخص گریہ نہ کرے گویا وہ باپ کی طرف سے عاق اور اسے قاطع رحم کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ رقت کی دوسری قسم وہ ہے جو قرابت کے سبب عارض ہوتی ہے جبکہ جناب سید الشہداء سے ہمارے تعلق کی مثال بدن کے اعضاء سے دی جاسکتی ہے۔ بدن کے اعضا ایک دوسرے سے متصل اور مربوط ہیں اور کسی ایک عضو کی تکلیف تمام بدن کو متاثر کرتی ہے۔ جنت میں حور العین کا گریہ کرنا اور غم حسین علیہ السلام میں اپنے منہ پر طمانچے مارنے کا سبب یہ ہے کہ جس طرح ہر مخلوق کو ایک جداگانہ مادہ سے خلق کیا گیا اسی طرح حور العین کو حسین علیہ السلام مظلوم کے مبارک نور سے خلق کیا گیا یہ کیونکر ممکن ہے سید الشہداء کا بدن مطہر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندا جائے سر اطہر نوک سناں پر ہو بدن مطہر سے خون جاری ہو، قلب مبارک میں تیر پیوست ہو، پیاس کی شدت، سے کلیجہ سے دھواں اٹھ رہا ہو اور حوریاں بہشت آسودگی اور ناز و نعم میں گذر بسر کریں! امام انس و جاں پر شیعوں کا گریہ کرنا، رقت کی اسی قسم کی تابع ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: شیعتنا منّا وقد خلقوا من فاضل طینتنا و عجنوا بنور ولایتنا رَضُوا بنا ائمۃً وَرَضِینا بھم شیعۃً یُصِیبُھُم ما اصابنا ویحزنھم حزننا ویسرھم سرورنا ونحن نتألم بتألمھم ونطلع علی احوالھم مَعَنا لایفارقوننا ونحن لانفارقھم۔ یعنی ہمارے شیعہ ہم سے ہیں۔ ان کو ہماری بہترین طینت سے خلق کیا گیا۔ ان کا خمیر ہماری ولایت سے گوندھا گیا، وہ ہماری امامت پر خوش اور مسرور ہیں اور ہم بھی ان کے شیعہ ہونے پر راضی ہیں۔ وہ ہمارے مصائب پر مصیبت زدہ ہو جاتے ہیں، ہمارے دکھ اور غم پر محزون ہو جاتے ہیں، ہماری خوشی ان کے لئے باعث مسرت ہے۔ ہم بھی ان کی پریشانیوں اور تکالیف پر آزردہ ہوتے ہیں۔ ہم ان کے احوال سے باخبر رہتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ ہم سے کبھی جدا نہیں ہوں گے اور ہم بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ آپ بعد میں مزید فرماتے ہیں: اَللّٰھم اِنَّ شِیعَتَنا مِنّا فَمَن ذکر مصابنا بکی لاجلنا استحی اللّٰہ اَنْ یعذّبَہُ بالنّارِ۔ یعنی پروردگار یقیناً ہمارے

شیعہ ہم سے ہیں۔ پس جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے اور ہم پر گریہ کرے خداوند عالم کو حیاء مانع ہوگی کہ ایسے شخص کو آتش جہنم میں جلائے (یہاں حیا کا لفظ اس کے حقیقی مفہوم میں استعمال نہیں بلکہ حیا سے مراد عذاب کو دور رکھنا ہے اور یہی اس کا مفہوم ہے) مولا متقیان امیر المومنین علیہ السلام حدیث اربعمائہ میں ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ تبارک و تعالی اختارنا و اختار شیعتنا ینصروننا و یفرحون لفرحنا و یحزنون لحزننا و یبذلون انفسھم و اموالھم فینا اولیٰک مِنّا وَ الینا، یقیناً کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پسند کیا اور ہمارے لئے ایسے شیعوں کو پسند کیا جو ہماری مدد اور نصرت کرتے ہیں۔ وہ ہماری خوشی پر خوش اور ہمارے غم پر ملول اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری راہ میں اپنی جان و مال کو نثار کرتے ہیں، وہ ہم سے ہیں اور ہماری طرف واپس لوٹیں گے۔

یہ روایت اس امر پر دلیل ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام نے مخلص شیعوں کو اپنے لئے اسی طرح پسند کیا جس طرح اپنے جاں نثاروں کو ان کی شہادت سے قبل اپنے لئے منتخب کر لیا تھا۔ ایسے افراد کے لئے چند نشانیاں موجود ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ ایک بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھ کر اس کی محبت سے اندازہ لگایا کہ یہ بچہ کربلا میں حسین علیہ السلام کی نصرت کرے گا۔ اب اس پس منظر میں اپنے وجود میں شیعہ ہونے کی نشانیاں ڈھونڈو اور سب مل کر اس محبت کے اظہار کے طور پر اس مظلوم پر گریہ کرو اور جس شخص کی آنکھ ان کی مصیبت پر غمناک نہ ہو تو سمجھ لو کہ اسے حسین علیہ السلام سے محبت نہیں۔ تو کیوں نہ ہم ان کے مصائب پر گریہ کریں۔ اس طرح وہ بھی ہمارے مصائب پر آزردہ ہوں گے۔ جب وہ ہماری پریشانیوں اور مشکلات پر آزردہ ہوں گے تو یقیناً ہماری آخرت پر احسان کریں گے۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جہاں گریہ اس وقت گلوگیر ہوتا ہے جب مصیبت زدہ شخص حق پر ہو۔ حقوق، تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک حق، حق تخلیق ہے جو والدین اور اجداد سے متعلق ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام کا ہم پر یہ حق بھی ہے کیونکہ

ہمارا اور ہمارے اجداد کی خلقت آپ کے برکت وجود کی مرہون منت ہے۔ ان میں سے ایک حق اسلام اور ایمان کا ہے جس کی وجہ سے آج ہم اس دین ومذہب پر باقی ہے۔ یہ حق ہر اس مسلمان پر عائد ہے جس نے دین اسلام کو اختیار کیا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ صاحب حق ہمارے ایمان اور ہدایت کا باعث بھی ہو اس کے حق کی رعایت لازمی قرار پاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حسین ابن علی علیہما السلام نے اپنی جان عزیز دین مبین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمہ حق کی راہ میں نچھاور کردی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ اگر سیدالشہداء علیہ السلام ان عظیم مصائب کو برداشت نہ کرتے تو شیعوں پر حق ظاہر نہ ہوتا کیونکہ جب بلاد اسلامی پر بنی امیہ مسلط ہوگئی تو انہوں نے زمین پر شر وفساد برپا کیا۔ انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ حق کو ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ انہوں نے حق کو اس حد تک مشتبہ بنادیا کہ نماز کے دوران علی علیہ السلام کو سب وشتم کرنا جزو نماز بن گیا۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کردی گئی کہ بنی امیہ مسلمانوں کے امام ہیں۔

دوران طفولیت ہی یہ بات بچوں کے ذہنوں میں بٹھادی گئی تھی۔ مکاتب اور مدارس میں معلمین پر لازم قرار دیا گیا کہ بچوں کو اس طرح تعلیم دی جائے کہ وہ بنی امیہ کی امامت کو اپنے عقائد کا جزو بنالیں۔ یہی وجہ تھی کہ عوام کی اکثریت کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہی دین کے پیشوا ہیں اور ان کی مخالفت کھلی گمراہی ہے۔ لیکن کربلا میں سیدالشہداء علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب ان کے اہل وعیال اور مخدرات عصمت وطہارت کو اسیر کرکے دربدر، کوچہ وبازار میں پھرایا گیا تو اس وقت لوگوں پر یہ حقیقت کھلی کہ اگر یہ سلاطین جو دین حق کے ہوتے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت پر اتنا ظلم روا نہ رکھتے۔ انہوں نے خانوادہ نبوت کے ساتھ جو ظلم کیا وہ نہ صرف دین وعدالت کے منافی تھا بلکہ ظلم وجود کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔ اس ظلم نے بنی امیہ پر لوگوں کا اعتقاد متزلزل کردیا اور جسے بھی حق کی طرف سے توفیق حاصل ہوئی اس نے صراط مستقیم اور ہدایت کی راہ کو اختیار کیا۔ بس یہیں سے شیعہ مذہب کی ابتداء ہوئی اور وہ پھیلتا چلا گیا۔ اس واقعہ نے عام مسلمانوں پر بھی

یہ حقیقت منکشف کردی کہ بنی امیہ ظالم و جابر سلاطین کا ایک سلسلہ ہے اور انہوں تجویز کیا کہ ان پر لعن کیا جائے۔

یہ امر اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ جناب ختم المرسلین کا لایا ہوا دین حسین ابن علیؑ کی قربانیوں کی بدولت زندہ ہوا۔ منجملہ دیگر حقوق کے حق نمک بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ بے شک ہر شے کی حیات جناب سید الشہداؑ کی مرہون منت ہے۔ انہیں کی برکت و جود سے آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے سبزہ اگتا ہے۔ پس معلوم ہوا ہر نعمت خورد و نوش کا وجود سید الشہداؑ کی برکت سے ہے اس کے علاوہ ہم پر ان کا ایک حق زندگی عبارت ہے۔ تو کیا ہماری حقیقی زندگی مظلوم کربلا کی برکت سے نہیں اور کیا ان سے ہدایت پانے کے بعد ہمارے اعمال بارگاہ ایزد منان میں رد کر دیئے جائیں گے؟ ان کے احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ ان کی وجہ سے ہمیں اسلام اور سلامتی کی دولت حاصل ہوئی۔ ہم پر ان کا ایک اور حق دوستی اور محبت سے عبارت ہے۔ آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی مثال موجود نہیں جو اپنے دوستوں سے اس طرح محبت کرے کہ ان کے چاہنے والے یقین عرش میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ وہ وہاں سے اپنے زوّار اور خود پر رونے والوں کو دیکھیں گے۔ ان حقوق میں سے ایک حق ان کی زحمتوں کا ہے جو ہم پر عائد ہیں۔ عام بات ہے کہ اگر ہماری وجہ سے کسی کو کوئی زخم آئے یا تکلیف پہنچے تو ہم اس کے سامنے شرمندہ رہتے ہیں اور مسلسل اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اس زحمت کی تلافی کی جائے۔ ایسی صورت میں ہم پر ان زحمتوں کی زر تلافی کا حق بطریق اولی عائد ہوتا ہے جو سید الشہداؑ نے ہماری نجات کے لئے برداشت کی ہیں۔ یہ حق اتنا عظیم ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حق کی کیونکر تلافی کی جائے؟ لیکن اس حق کے تدارک کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس بزرگوار کے مصائب پر آنسو بہائے جائیں اور یہی آنسو اس حق کی تلافی ہیں۔ بس اس بناء پر کیوں نہ ان کے حق کی ادائگی کے لئے ان پر گریہ کیا جائے؟ ظاہر ہے ان پر رونے والا نہ ان کا حق ادا کرسکتا ہے اور نہ اپنی وفاداری کا اظہار۔

۴۔ رقت کی یہ وہ قسم ہے جہاں مصیبت زدہ کی بزرگی اور جلالت کا تصور کر کے آنکھ سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ مصیبت زدہ انسان کی جلالت و بزرگی سے قطع نظر اس کے خلاف کئے جانے والے اقدامات رقت قلب کا باعث بنتے ہیں۔ اہلبیت اطہارؑ کی نسبت کیا جانے والا سلوک وہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دشمن سے بھی متوقع نہیں۔ بادشاہوں کی سیرت یہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کرتے ہیں جیسا کہ ذوالقرنین نے دارا کے ساتھ کیا جبکہ شرع کا حکم بھی یہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رواداری کے بیٹھنے کے لئے بچھادی حالانکہ وہ کافر تھا۔ جناب ختم الرسلؐ فرماتے ہیں: اکرموا عزیز قوم ذل جب قوم کا سردار ذلیل ہو جائے تو اس کی توقیر کرو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنے عمل سے اس قول کو ثابت کر دکھایا۔ عمر بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد آپ نے اس وقت کے طریقہ کے برخلاف اس کی قیمتی زرہ اور لباس کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اصحاب نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا "انہ کبیر فی قومہ وما احب ھتک حرمتہ فی لقائہ عاریا" یعنی وہ اپنی قوم کا سردار تھا مجھے یہ پسند نہ تھا کہ اسے عریاں کر کے اس کی توہین کی جائے۔ شارع اقدس نے بھی اس سلسلہ میں مخصوص حکم صادر فرمایا اور تاکید کہ اگر کافر بادشاہوں کی لڑکیوں کو اسیر کیا جائے تو ان کے ساتھ عام کنیزوں کا سلوک نہ برتا جائے اور انہیں خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں نہ لایا جائے۔ اس پس منظر میں اب مظلوم کربلا پر اس طرح گریہ کرو جس طرح غلام اپنے آقا پر گریہ کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام شرف و منزلت و بزرگی میں عظیم ترین درجہ پر فائز تھے لیکن اس کے باوجود زمین کربلا پر انہیں عریاں کیا گیا۔ اہل و عیال کو اسیر کر کے در بدر پھرایا گیا اولاد کو کنیزی میں طلب کیا گیا اب اس تناظر میں بھی جو شخص مظلوم کربلا پر نہ روئے تو گویا اس نے ان کا مرتبہ پہچانا ہی نہیں۔

اگر انسان نیک اور پسندیدہ صفات کا مالک ہو تو اس کی یاد بھی گریہ کا سبب بن سکتی ہے۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ اس کو پہچان کر ہی گریہ کیا جائے۔ شریعت اسلام

میں ایسے شخص کے احترام کے لئے اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہو سخت تاکید ہے جیسا کہ رب جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی لاتقتل السامری فانہ سخی، یعنی اے موسیٰ سامری کو قتل نہ کرنا کہ وہ سخی ہے۔ اسی طرح پروردگار عالم نے اپنے محبوب کو کفار کے بعض اسیروں کے قتل کی اس بناء پر ممانعت فرمائی کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس انسان کے مصائب قلب کو متاثر کرتے ہیں جو صفات حمیدہ کا مالک ہو۔ خاص طور سے صفات حسنہ جتنے بلند ہوں گے ان کے مصائب اتنی ہی شدت سے قلب انسان پر اثر کریں گے۔ اب اگر کسی ایسے صاحب جود و کرم کو دیکھو جس نے ہزاروں ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کی ہوں اور وہ ایک لقمہ کا محتاج ہو گیا ہو تو اس کی حالت دیکھ کر دل روئے گا۔ اب اگر ایسا شخص صاحب حیا اور غیرت مند بھی ہو اور اسے خاص و عام کے درمیان میں ذلیل کی جائے تو اس کی حالت بطریق اولیٰ رقت قلب کا باعث بنے گی۔ اب اس تناظر میں اگر جناب سید الشہداؑ کے مقام اور صفات اور اس کے بالمقابل ان پر وارد ہونے والے مصائب پر غور کیا جائے تو خصوصیت سے گریہ کا سبب بنیں گے۔ اس لئے گریہ کی اس قسم کے پیش نظر بھی امام عالی مقام پر گریہ لازم آتا ہے۔ ذیل میں جناب سید الشہدا علیہ السلام کے خصائص کثیرہ میں سے صرف چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے تاکہ اس پس منظر میں ان پر پڑنے والے مصائب کی شدت کو بہتر طور پر محسوس کیا جاسکے۔

اول۔ آپ کا نور آسمانوں اور زمینوں کی خلقت سے قبل تسبیح و تہلیل الٰہی میں مصروف تھا۔ ملائکہ نے آپ ہی سے سیکھ کر خدا کی تسبیح و تحمید شروع کی۔ آپ عالم ارواح میں بھی ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ بعد میں جب آپ کا نور آپ کی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں منتقل ہوا۔ اس وقت سے تسبیح و تقدیس کی صدائیں سنی گئیں۔ اس کے بعد ولادت کے موقع پر ایام طفلی، جوانی اور کبر سنی میں شہادت کے ہنگام اور بعد شہادت بھی مسلسل خدا کی عبادت و بندگی کرتے رہے۔ یہانتک کہ سر مبارک نیزے پر بھی قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔ اب بتلائیں کہ کیا تلاوت قرآن کرنے والے یہ کب اس امر کے سزاوار تھے کہ یزید ملعون چھڑی سے

ان کے بے حرمتی کرے۔

دوم۔ آپ نے ایک مرتبہ کسی عرب کو دیکھا کہ وہ صحیح طریقہ سے وضو نہیں کر رہا تھا۔ آپ اپنے بھائی حضرت حسن علیہ السلام کو ساتھ لے کر وضو کرنے بیٹھ گئے اور اس عرب سے فرمایا "اینا یحسن الوضو" اے برادر عرب ہم دونوں میں سے کس کا وضو درست ہے۔ اس عرب نے جواب دیا میں آپ پر فدا ہوں آپ دونوں کا طریقہ وضو درست ہے اور میں ہی غلطی پر تھا۔ یعنی آپ کو اس شخص سے یہ کہنا تک گوارا نہ تھا کہ تمہیں وضو کا صحیح طریقہ نہیں معلوم۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس کا دل ٹوٹ جائے۔ ایک ایسے انسان پر اس وقت کیا گزری ہو گی جب دشمنان خدا میں سے ایک ظالم نے یہ کہا تھا عجلت بنار الدنیا (آتش آخرت سے قبل ہی دنیا سے جانے میں جلدی کی) یا پھر اس وقت جبکہ آپ نماز کا ارادہ فرما رہے تھے تو حصین نے آپ کو مخاطب کر کے کہا انھا لا تقبل منک (تم سے یہ نماز قبول نہ کی جائے گی)۔

سوم۔ کسی نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا آپ نے فوراً ہی جواب میں فرمایا۔ حاجتک مقضیۃ "تیری حاجت پوری کر دی گئی ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اس کا عریضہ پڑھنے سے پہلے کیونکر اس کو جواب دے دیا؟ تو فرمایا خدا کو یہ پسند نہیں کہ جب تک میں اس کا عریضہ پڑھتا رہوں وہ میرے سامنے کھڑا رہے۔ یعنی جب تک میں اس کا خط پڑھتا وہ امید و بیم کے عالم میں احساس ذلت کے ساتھ میرے سامنے کھڑا رہتا اور مجھے یہ بات پسند نہ تھی۔ امام پر اس وقت کیا کیفیت گذری ہو گی جب اہل کوفہ و شام کے مد مقابل کھڑے ہو کر حجت تمام کرنا چاہتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ ظالم ان کی بات کو قبول نہ کریں گے۔ لیکن چاہتے تھے کہ ان کی بات سن لی جائے۔ لیکن اشقیاء مسلسل شور مچاتے رہے۔ اس پر مجبور ہو کر فرمایا ویلکم والان لا تنصتونی ولے ہو تم پر کیا اب بھی میری بات نہ سنو گے۔

چہارم۔ اسامہ بن زید بستر مرگ پر جان کنی کے عالم میں تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام

اس کی عیادت کیلئے اس کے پاس گئے تو اسامہ نے ایک آہ بھر کر کہا واغماہ آپ نے فرمایا بھائی آہ بھرنے کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے عرض کی میرے ذمہ ساٹھ ہزار درہم کی رقم قرض ہے۔ آپ نے جواب دیا میں اس کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔ اس نے دوبارہ عرض کی میری خواہش تھی کہ یہ رقم میری زندگی ہی میں ادا کر دی جاتی۔ آپ نے اسی وقت اس کا قرض ادا کر دیا۔ کیا ایسے رحیم و رؤف شخص کے لیے سزاوار ہے کہ وقت آخر ایک قطرہ آب جیسی معمولی شے کا سوال کریں اور وہ رد کر دیا جائے۔ واسفاه علیک یا مولائی

پنجم۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام نماز میں مصروف تھے کہ ایک اعرابی نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی "لم یخب الآن من رجاک و من حرک من دون بابک الحلقة" "جس نے تجھ سے امید باندھی اور جس نے تیرے باب کرم کی زنجیر کو ہلایا وہ کبھی مایوس نہ ہوا۔ اس پر امام بیت اشرف میں داخل ہوئے اور چار ہزار دینار اپنے گوشہ ردا میں باندھ کر بطور حیا دروازے کی اوٹ سے سائل کی طرف بڑھا دیئے اور معذرت خواہانہ انداز میں یہ اشعار پڑھے "خذها فانی الیک معتذر ---- الی الآخر۔ (دوسرے باب کے اوائل میں ان اشعار کو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جا چکا ہے) اعرابی یہ کیفیت دیکھ کر رونے لگا۔ سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا استقلت العطا اے اعرابی کیا یہ عطا تیری نگاہ میں کم ہے۔ اس نے عرض کی لا ولکن کیف یاکل التراب جودک ایسا نہیں ہے بلکہ میرا رونا اس بات پر ہے کہ مٹی تیرے اس سخی ہاتھ کو کیونکر کھائے گی۔ اعرابی اس بات پر رو رہا تھا کہ یہ ہاتھ کیونکر مٹی میں دفن ہوں گے۔ لیکن ہمارا گریہ اس بات پر ہے کہ ایک سائل اضطرار کے بغیر امام سے سوال کر رہا تھا جبکہ آپ اسے عطا کرتے وقت حیا محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ایسے انسان پر اس وقت کیا گذری ہوگی جب ایک ضرورت مند نے ان سے سوال کیا ہو اور وہ اسے عطا کرنے پر قادر نہ ہوں۔ اسی طرح وہ کیا عالم ہوگا جب سید الشہداء کی چھوٹی بیٹی اپنے باپ سے ایک گھونٹ پانی کا سوال کر رہی تھی اور حسینؑ اسے پانی پلانے پر قادر نہ تھے اور ایک تھر رہ اپنے طفل شیر خوار کیلئے پانی کا ایک قطرہ مانگتی رہیں اور

امام پانی نہ پلا سکے۔ اس سے بڑھ کر مصیبت کا وقت وہ تھا جب بھائی کی تنہا نشانی حضرت قاسم علیہ السلام گھوڑے سے گرے اور اپنے چچا کو مدد کیلئے آواز دی۔ لیکن جب بھتیجے تک پہنچے تو ان کا بدن گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال ہو چکا تھا۔ ایسے میں فرمایا عَزَّ عَلٰی عمک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا ینفعک کتنی گراں ہے تیرے چچا پر یہ بات کہ تو اپنی مدد کیلئے آواز دے اور وہ تیری مدد کو نہ پہنچ سکے اور اگر پہنچ سکے تو اس کی مدد تیرے کام نہ آ سکے۔

ششم۔ واقعہ کربلا کے بعد جب پشت مبارک پر گٹوں کے نشان دیکھے گئے تو اس بارے میں جناب سید سجاد علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: غذا و طعام کے اس بوجھ کا نشان جو آپ رات کی تاریکی میں پشت پر لاد کر یتیموں، بیواؤں، غرباء اور مساکین کے گھر پہنچاتے تھے۔ ایسا بے مثل انسان اپنے شیر خوار بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے ایک قطرہ آب کا سوال کرتا ہے۔ لیکن جواب میں بچہ کو پیاسا ہی تیر جفا سے قتل کر دیا جاتا ہے۔

ہفتم۔ ایک دن امامؑ کا گزر ایسے مقام سے ہوا جہاں چند مساکین بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول نے کر لیا۔ اور ان کے ساتھ غذا تناول فرمانے لگے۔ کھانے کے دوران آپ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لا یُحِبُّ الْمُستکبرین یقیناً خداوند عالم تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ کھانے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مساکین کو مخاطب کر کے فرمایا میں نے آپ کی درخواست قبول کی۔ اب آپ بھی میری دعوت قبول کریں۔ ان سب نے مثبت جواب دیا۔ جب وہ تمام افراد آپ کے گھر آئے تو آپ نے کنیز سے کہا جو کچھ گھر میں موجود ہے وہ لے آ۔ غرض یہ کہ دستر خوان بچھایا گیا اور امام نے ان سب کے ساتھ مل کر کھانا تناول کیا۔ یہاں تک وہ سب افراد شاد اور مسرور ہو گئے۔ لیکن کربلا میں مظلوم نے انتہائی کوشش کی کہ اپنے اہل و عیال کو پانی کا ایک گھونٹ پلا سکیں لیکن ان کی درخواست رد کر دی گئی۔

ہشتم۔ گریہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دوسروں کو روتا دیکھ کر بھی انسان رونے لگتا ہے۔ گریہ کہ اس خصوصیت کی بنا پر بھی لازم آتا ہے کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہی میں مظلوم کربلا پر گریہ کریں۔ کیونکہ نہ صرف حضرت رسول اکرم ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اوصیاء، تمام آسمان و زمین، چرند و پرند، جنت و جہنم، جن و ملائکہ، اشجار، سنگ و سنگریزوں، نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی ہر مخلوق نے سید الشہداء پر گریہ کیا اس لحاظ سے وہ کونسا سنگ دل انسان ہے جس کا دل آنسو نہ بہائے۔ اس لئے لازم و ضروری ہے کہ ہم بھی حسین علیہ السلام مظلوم کربلا پر گریہ کریں۔

نہم۔ گریہ کی ایک قسم وہ ہے جو رحم کی بناء پر عارض ہے۔ کوئی بھی انسان ہو کسی کو مصیبت میں دیکھ کر دل پسیج جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مصیبت سہنے والا شخص حق پر ہو۔ فطری بات ہے کہ اگر کسی ایسے انسان کا واقعہ سنے جسے بے گناہ صحرائے بے آب و گیاہ میں گھیر لیا جائے۔ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال، چند نوجوان افراد، بہنیں، بیٹیاں، چند گنے چنے اصحاب و انصار اور دودھ پیتے بچے بھی ہوں اور اس پر وہ تمام مصائب گذر جائیں جو امام پر گذرے تو یقیناً دل تڑپ اٹھے گا۔ اب اگر ایسے شخص نے کوئی جرم بھی کیا ہو، حلال پیغمبر کو حرام کر دیا ہو، اور خواہ کافر یا تمہارا دشمن ہی کیوں نہ ہو اس کی حالت قابل رحم بن جاتی ہے۔ جبکہ فرزند رسول اتمام حجت کی منزل پر پکار رہے تھے۔ ھل تطالبونی قتلۃ او بمال استملکتہ او بشریعۃ بدلتھا تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو، کیا میں نے کسی کو قتل کیا، کیا میں نے کسی کے مال پر تصرف کیا؟ کیا میں نے شریعت میں کوئی تبدیلی کی۔ سب نے بیک آواز کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تب بھی اس اذیت و آزار کے مستحق نہ تھے۔ اب اگر کسی اور وجہ سے سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ نہ آئے تو رحم کی اس خصوصیت کے باعث تو گریہ سے گریز ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی کا دل ان پر نہ روئے تو وہ اس قابل نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے۔

دھم۔ ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے گریہ سے مفر ممکن نہیں۔ جناب سید

الشہداؑ اور ہمارے درمیان حقیقی پدر و فرزند کا رشتہ ہے۔ہم ان کے غم و درد میں شریک ہیں۔انہیں آسمانوں اور زمینوں میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ہم پر ان کا ہر ہر حق عائد ہے۔وہ صفات حمیدہ کے مالک ہیں۔خداوند عالم کی ہر مخلوق نے ان پر گریہ کیا۔وہ نوع بشر میں سے تھے۔ان پر بے جرم و گناہ مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔تو پھر ان کے مصائب پر غمناک نہ ہو تو گویا یہ وہ فرزند ہے جسے اس کے باپ نے عاق کر دیا ہو۔وہ نہ صرف بے وفا ہوگا بلکہ اسے اپنے والد کے حقوق اور ان کے مراتب سے واقفیت نہیں۔ ایسا انسان انسانیت کے فطری عواطف سے بے بہرہ ہے۔

گریہ کی دوسری قسم وہ ہے جو خارجی اسباب کی بنا پر عارض ہو۔اس کی بھی مزید کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر حزن واندوہ کے عارض ہونے کے بنیادی سبب کا تعلق مظلوم کربلا پر گذرنے والے مصائب سے ہے۔اس موضوع کی تفصیل میں جانے کے لئے بعض بنیادی باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔جن کا بیان اس مقام پر غیر ضروری ہے۔

۲۔ سید الشہداؑ پر گریہ مخلوقات کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دوست و دشمن سب کسی تفریق کے بغیر حسین مظلومؑ پر بے اختیار گریہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جب دشمن اپنی عداوت سے غافل ہوئے تو ان کی آنکھیں بھی ان مصائب پر گریاں ہو جائیں۔ جیسا کہ یزید کی بیوی ہندہ سے روایت ہے کہ جب وہ نصف شب کو بیدار ہوئی تو اس نے دیکھا کہ یزید ایک گوشے میں بیٹھا رو رہا ہے یا پھر جیسے معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام پر گریہ کیا۔گریہ کی یہ وہ قسم ہے جس میں یہ کہنا ضروری نہیں کہ فلاں شے پر گریہ کرو۔اب اگر فرض کر لیا جائے کہ تم امام حسین علیہ السلام کو نہیں پہچانتے اور نہ ہی تمہارے اور ان کے درمیان کوئی قرابت ہے۔نہ تم پر ان کے کوئی حقوق عائد ہیں اور نہ تم ان کے صفات حمیدہ اور جلالت مقام سے آگاہ ہو اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ان پر رونے میں کوئی ثواب بھی نہیں اور نہ ہی کسی کا عمل تمہارے لئے باعث تقلید ہے۔تو کیا ان مصائب

کے پیش نظر بھی اس وقت بے اختیار آنکھوں سے اشک جاری نہ ہوں گے۔

انسان کی فطرت اسے بے اختیار رونے پر مائل کرتی ہے۔ حالانکہ انسان کا نفس اور صبر پر تلقین کی روش اسے گریہ کرنے سے روکتی ہے۔ جیسا کہ ابن سعد، اخنس بن یزید، خولی، جناب فاطمہ بنت الحسنؑ کے زیورات کو لوٹنے والے اخنس نے اور لشکر اعدا نے گریہ کیا۔ یعنی خود بخود ایسے حالات پیدا ہو گئے جس نے انہیں رونے پر مجبور کیا حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نفس کو گریہ سے روک رکھا تھا اور اپنی عداوتوں پر مصر تھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ وہ جس قبیح عمل میں معروف تھے، اس کے ارتکاب کے ساتھ گریہ کرنا ایک متضاد اور ناممکن امر تھا۔ باوجودیکہ ان کے درمیان زنازادوں اور کفر و نفاق و شقاق کی راہ پر چلنے والوں کی کثیر تعداد موجود تھی لیکن پھر بھی ان کا گریہ، ان کی شقاوت اور خباثت کی نیت پر غالب آیا۔ اب اگر تم تجربہ کرنا چاہو تو کہ نفس کے ممانعت کے باوجود دشمن اپنے مخالف پر کیونکہ گریہ کر سکتا ہے تو تم بھی اپنے نفس کو گریہ سے روکو اور دیکھو کہ تمہاری آنکھیں کس طرح بے اختیار گریاں ہوتی ہیں، اس لئے تجربہ کے طور پر ہم مظلوم کے بعض مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور تم سے رونے کے لئے بھی اصرار نہ کریں گے بلکہ برعکس کہیں کہ اپنے گریہ کو ضبط کئے رکھنا اس وقت محسوس کرنا کہ کیا تم اپنے آپ کو رونے سے روک سکتے ہو؟

اس وقت کو یاد کرو کہ جب حسین علیہ السلام میدان کربلا میں تن و تنہا ایستادہ تھے۔ بدن مبارک تلوار اور نیزے کے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ زخموں سے چور چور تھا۔ سر مبارک شگافتہ اور سینہ اطہر پر تیر سہ شعبہ پیوست تھا۔ باطنہ طور پر دل اطہر، عیال و اطفال کی حالت پر سوزاں تھا۔ ان کی فرقت کا خیال پریشان کئے دئے رہا تھا۔ گرمی کی شدت اور پیاس کی سوزش سے کلیجے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ان حالات میں گلوئے مبارک کو کند خنجر سے کاٹا گیا۔ آپ مسلسل پانی کا سوال کرتے رہے لیکن پانی کی ایک بوند بھی نہ دی گئی۔ تو کیا اس تصور کے بعد بھی گریہ کا ضبط کرنا ممکن ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس پر اس ابن سعد نے بھی گریہ کیا اور آنسو کے قطرے اس شقی کی آنکھ سے بہتے رہے۔ یا پھر اس وقت کو یاد کرو جب

اہلبیت اطہارؑ اور ان کے اطفال کو یزید کے دربار میں داخل کیا گیا۔ ان کے سامنے شہیدوں کے سر لا کر رکھے گئے۔ ان کے دست و بازو کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور مخدرات عصمت و طہارت یزید ملعون کے روبرو کھڑے کر دیئے گئے۔ یزید نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر گریہ کیا اور کہا قبح اللّٰہ ابن مَرْجانۃ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔

سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کے خارجی اسباب

جناب سید الشہداءؑ کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خارجی اسباب کی بناء پر ان پر گریہ عارض آتا ہے۔ اس بیان کے اثبات میں ہم درج ذیل دس واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

○ حضرت آدم علیہ السلام نے جب عالم ذر و اشباح میں سید مظلومؑ کے نور کو دیکھا تو ان پر گریہ غالب آیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ملکوت کی سیر کروائی گئی تو آپ نے وہاں پنجتن پاک کے انوار کو ملاحظہ کیا۔ لیکن جب آپ کی نگاہ حسین مظلومؑ کے نور پر پڑی تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

○ مظلوم کربلا کے نام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نام کو سن کر رونا آتا ہے۔ جیسا کہ خود جناب سید الشہداءؑ فرماتے ہیں۔ ما ذُکِرتُ عند مومنٍ و مومنةٍ اِلّا بَکیٰ واغتم المصابی۔ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے سامنے جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ میری مصیبتوں پر مغموم ہو جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کے لئے حسین علیہ السلام کا نام باعثِ گریہ ہے۔

○ حسین علیہ السلام کے نام کا اثر یہ ہے کہ اس سے گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام، حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تَسِیلُ عبرتی وینکسر قلبی یعنی حسین علیہ السلام کے ذکر سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میرا قلب شکستہ ہو جاتا ہے۔

o سید الشہداؑ پر نظر ڈالنا بھی گریہ کا سبب ہے۔ آپ کا جد بزرگوار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ولادت کے بعد جب بھی آپ پر نظر ڈالتے تو گریہ کرتے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار بھی جب آپ کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ آپ فرماتے ہیں یَاعِبرَۃَ کلّ مؤمنٍ یعنی اے وہ جو ہر مومن کے لیے باعث گریہ ہے۔ حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا بابا کیا آپ میرے متعلق فرمارہے ہیں تو جواب میں کہنے لگے نَعَمْ یابُنَیَّ ہاں میرے فرزند ایسا ہی ہے۔ تو کیا تم بھی حسین علیہ السلام کی طرف نظر کرتے ہوتا کہ تمہاری آنکھ سے بھی آنسو جاری ہو جائیں۔ یہ طے ہے کہ تم جب بھی حسین علیہ السلام کی طرف نظر کرو گے حسین علیہ السلام تمہاری طرف متوجہ فرمائیں گے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے اِنَّ الحُسَین علی یَمینِ العرش ینظر اِلی مصرعہ وَالی زُوّارہ وَانّہ ینظرُ الی من یبکی علیہ، یقیناً حسینؑ عرش کی داہنی طرف سے اپنے مقتل کی طرف نظر کر کے اپنے زوار کو دیکھیں گے۔ وہ ہر اس شخص کو دیکھتے ہیں جو آپ پر گریہ کرتا ہے ایسی صورت میں تعجب کا مقام نہیں کہ فاصلہ کی دوری اور وہ دیوار کی رکاوٹ ان کی رویت میں رکاوٹ نہ بنے۔

o سید الشہداؑ کی قبر پر نظر ڈالنا گریہ کا سبب ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں : الحسین غریب بارض غربۃ یَبکِیہِ مَنْ زارہُ یحزنُ قلبہ من لَمْ یَزُرْہُ ویحزق لہ من لم یشھدہ ویرحمہ من نظر الی قبر ابنہ رجلیہ فی ارض فلاۃ ولا حمی قربہ ولا قریب قربہ، حسینؑ غریب میں دیار غربت میں جو شخص ان کی زیارت کرے وہ ان پر گریہ کرتا ہے۔ جو ان کی زیارت نہ کر سکے وہ دل گرفتہ ومحزون ہو جاتا ہے جو ان کو نہ دیکھ سکے اس کا کلیجہ تپنے لگتا ہے۔ حسین علیہ السلام ہر اس شخص پر رحم کرتے ہیں جو اس بیابان میں ان کے پائنتی پاؤں کی طرف واقع ان کے فرزند دلبند کی قبر پر نظر کرے۔ کیونکہ ان کے قرب وجوار ان کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ ہی قرابتدار۔ شاید اسی حدیث کے پیش نگاہ کسی عارف نے کہا : وَکُل بلدۃ بھاقبرہُ و کربلا کلّ مکان یری۔ ہر شہر قبر

حسین ہے اور ہر مکان کربلا ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مظلوم کربلا کے بدن کو مس کرنا بھی موجب گریہ ہے۔
آپ کے جد بزرگوار کا طریقہ یہ تھا کہ کبھی بڑے نواسے کے گلے کو بوسہ دیتے تھے اور گریہ کرتے کبھی حسینؑ کے دانتوں کو بوسہ دیتے اور رونے لگتے اور کبھی بدن کے مختلف حصوں کو بوسہ دیتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ ایک موقع پر نواسہ نے پوچھا نانا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے تو فرمایا: اُقَبِلُ موَضِعِ السُیُوفِ منک و ابکی۔ میں ان مقامات کو بوسہ دے رہا ہوں جہاں شمشیر جفا سے تیرے بدن کو اذیت پہنچائی جائے گی۔ جب جناب رسالتمآب ﷺ سے کوئی پوچھتا کہ آپ نواسے کے دانتوں کو بوسہ دیتے ہوئے کیوں گریہ کرتے ہیں جواب میں فرماتے ظالم ان دانتوں کو اپنے عصا سے آزار پہنچائے گا۔ ان دانتوں کو بوسہ دے رہا ہوں جنہیں دیکھ کر ابن زیاد ہنسے گا اور مجھے اس کے ہنسنے پر گریہ آتا ہے۔ جب اصحاب سینہ پر بوسہ دینے کا سبب معلوم کرتے تو فرماتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں پر تیر سہ شعبہ پیوست ہوگا۔ لیکن عصر عاشور ایک وقت وہ آیا جب آپ کی مظلوم بہن بی بی زینب علیہا السلام نے چاہا کہ بھائی کے بدن مطہر پر ان مقامات پر بوسہ دیں جہاں رسالتمآبؐ بوسہ دیا کرتے تھے لیکن ہائے ری مجبوری کہ محبت کرنے والی بہن ایسا نہ کرسکی کہ بدن مطہر تیروں تلواروں اور نیزوں کے زخم سے مجروح جبکہ ایک روایت کے مطابق گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ لیکن اگر گھوڑوں کے سموں تلے لاش اطہر کے پامال ہونے کی روایت تسلیم نہ کی جائے جب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ بدن مبارک زخموں کی کثرت سے چور چور تھا۔ کیونکہ خود جناب سید الشہداؑ فرماتے ہیں **کانی تقطعها عسلان الفلوات**، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ صحرا کے درندے میرے بدن کے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہداء نے مظلوم بہن کی اس بے چارگی کی کیفیت کو ان الفاظ میں رقم کیا ہے۔

خاکِ عالم بسرم کز تیر و سناں جائے یک بوسہ من در ھمہ اعضاء تو نیست

جب کوئی جگہ نہ ملی تو بہن نے بھائی کے کٹے ہوئے حلقوم کو بوسہ دیا یعنی وہ مقام جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بوسہ نہ دیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ پیغمبرؐ بدن مظلوم کے جس ظاہری حصہ پر بوسہ دیتے تھے، مظلوم کی بہن نے اسی مقام کے باطنی حصہ پر بوسہ دیا۔ بہن نے چاہا کہ بھائی کی لاش کو دونوں ہاتھوں پر اٹھائیں لیکن جب نہ اٹھا سکیں تو لاش اطہر کو زمین پر رکھ کر فرمایا : ھذا حسین مُقطع الاعضاء ، نانا یہ تیرا حسینؑ ہے۔ جس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔ پھر فرمانے لگیں : ھذا حسین مجزوز الرأس من القفا ، اے جد بزرگوار یہ تیرا حسینؑ ہے جس کے سر کو پشت گردن سے کاٹا گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس مخدرہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کا گلا پشت گردن سے کاٹا گیا۔ لیکن خیال ہے کہ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ ہو سکتا ہے بہن نے خود بھائی کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہو۔ لیکن یہ خیال روایات کے منافی ہے۔ کیونکہ جب شدت جذبات سے مغلوب ہو کر بہن باہر نکلی تو بھائی نے حکم دیا کہ بہن خیمہ میں واپس جاؤ ابھی حسین علیہ السلام زندہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بی بی نے ان لوگوں سے سنا ہو جو قتل گاہ میں موجود تھے۔ یا کسی نے آواز دے کر انہیں اس بابت خبر دی ہو۔ لیکن یہ بھی بعید از امکان ہے۔

تیسری وجہ یہ ممکن ہے کہ جب بہن نے بھائی کی لاش کو منہ کے بل عریاں پڑے دیکھا تو اس سے اندازہ لگایا ہوگا کہ ان کی گردن قفا سے کاٹی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے جد بزرگوار کو آواز دے کر مذکورہ الفاظ میں مخاطب کیا۔

سید الشہداؑ کے نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس شے کو ان کے نام سے نسبت دی جائے اسی میں ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جو رقت کا سبب بنتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تیار ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام کشتی پر نصب کرنے کیلئے چند تختیاں لائے جن میں سے ہر ایک پر ایک پیغمبر کا نام کندہ تھا۔ اس کے بعد کشتی کے اگلے حصہ میں نصب کرنے کے لئے مزید

پانچ تختیاں لائی گئیں۔ جب ان میں سے پہلی تختی کو نصب کیا گیا تو اس سے ایک نور ساطع ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ تختی جناب خاتم الانبیاء کے نام سے منسوب ہے۔ اسی طرح مزید تین تختیوں سے بھی جب جن پر جناب امیر المومنین علیہ السلام، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امام حسن علیہ السلام کے اسماء گرامی کندہ تھے، نور ساطع ہوا لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام نے پانچویں تختی کو نصب کرنا چاہا تو آپ نے دیکھا کہ اس تختی سے تازہ خون اُبل رہا ہے۔ حضرت نوحؑ کے ہاتھ اس پاک خون سے رنگین ہو گئے۔ جناب جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ تختی امام حسین علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے تو جب صرف نسبت میں یہ اثر ہو کہ تختی خون سے رنگین ہو جائے تو کیوں نہ اس عظیم مصیبت کی یاد مومنین کے دلوں کو خون کر دے۔ لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام سے نسبت پانے والے مسرت و سرور کے لمحات بھی گریہ و حزن کا سبب بنتے ہیں۔ روایات کی روشنی میں اس امر کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ بہشت میں سید الشہداؑ سے مخصوص حور یہ مسلسل گریہ و فغاں میں مصروف ہے۔ یا پھر عید کے دن کا وہ واقعہ جب دونوں نواسوں نے نئی پوشاک زیب تن کی تو جناب رسالتمآب ﷺ انہیں دیکھ کر رونے لگے علاوہ ازایں ایک دن حسینؑ کھیلنے میں مصروف تھے کہ وہاں سے جناب رسول اکرم ﷺ کا گذر ہوا اور نواسے کو کھیلتا دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ اسی طرح جب حسین علیہ السلام جنگ صفین میں فاتح بن کر واپس لوٹے تو آپ کے پدر گرامی حضرت امیر المومنینؑ نے انہیں دیکھ کر گریہ کیا۔ کبھی پیغمبر ﷺ حسینؑ کو کھانا نوش کرتے ہوئے دیکھ کر روتے تھے اس سے پہلے جب آپ کی ولادت ہوئی تو پیغمبرؐ نے بچہ کو گود میں لیتے ہی گریہ شروع کیا۔ یا پھر جب کبھی جناب ختمی مرتبت ﷺ کو نواسہ کی مبارکباد دی جاتی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے۔

٥ محرم کا چاند نظر آتے ہی چاہنے والوں کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور ان پر غم و حزن کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اَمَا تَرَیٰ الثَّائِرَ فِي شَهْرِهِ فَفَضَّ شُرْبَ الْمَاءِ

عَلٰی مَنْ رَعٰی اس ماہ کی تاثیر پر کیوں غور نہیں کرتے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں حسینؑ سے محبت کرنے والوں کے حلقوم میں پانی پھنس جاتا ہے۔

o زمین کربلا کی تاثیر یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی انسان پر غم کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کربلا کی زمین پر قدم رکھنے والے ہر پیغمبر نے اس تاثیر کو محسوس کیا۔ روایات کے مطابق ما من نبیِّ اِلّا وقدزار کربلا، کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اس زمین کے متعلق فرمایا گیا فِیْکَ القمرُ الاَزْھرَ یعنی اے کربلا تیری خاک میں ایک چمکتا ہوا چاند دفن ہوگیا کربلا کی زمین پر اپنے پروردگار سے سوال کرتے تو انہیں وحی ہوتی کہ یہ کربلا کی زمین ہے۔ اس زمین پر ختم المرسلین ﷺ کا نواسہ حسین علیہ السلام قتل کیا جائے گا۔ اس کیفیت حزن نے اہل بیت اطہارؑ کو بھی متاثر کیا۔ کیونکہ جب مدینہ والوں کا قافلہ کربلا پہنچا تو حضرت بی بی ام کلثوم علیہا السلام نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے پوچھا "یا اخی ھذہ بادیۃ مھولۃ" "اے میرے بھائی یہ میدان ہولناک ہے۔ ایک مرتبہ پدر گرامی امیر المؤمنین علیہ السلام کو اس زمین پر نیند آ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو رو رہے تھے۔ فرمانے لگے رَاَیتُ وَلَدِیَ الحسین فی بحر الدّم مضطرحی میں نے خواب میں دیکھا میرا فرزند حسینؑ خون کے سمندر میں تڑپ رہا ہے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے کیف تکون اذا وَقَعتِ الوَاقِعَۃُ ھٰھُنا وہ کیا وقت ہوگا جب اس مقام پر یہ واقعہ رونما ہوگا۔

کربلا کے نام ہی میں یہ اثر ہے کہ اسے سن کر آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں کیونکہ جب سید الشہداء علیہ السلام کا کاروان کربلا پہنچا تو آپ نے مقامی افراد سے اس زمین کا نام دریافت کیا۔ لوگوں نے متعدد نام گنوائے لیکن جب کسی نے یہ کہا کہ اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں تو چشم ہائی مبارک سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الکَرْبِ وَالبَلاءِ ھٰھُنا مَناخُ رِکَابِنَا وَمَحَطُّ رِحالِنا وَسُفِکُ دِمآئنا وَمَذْبَحُ اطفالِنا یعنی پروردگار تیری بارگاہ میں کرب وبلا سے پناہ چاہتا ہوں اسی زمین پر ہمارے

خیمے نصب ہوں گے۔ اسی پر ہمارا خون بہایا جائے گا اور اسی پر ہمارے بچے ذبح کیے جائیں گے فیھا یُراقدمی فیھا تُری حرمی خسراۤءَ علیھنَّ ثوب الذلۃ مسُبالُ فیھا القتل وتذبح الطفالی وتستعبدالاحرار اُرذالُ حطوالرجال بھایاقوم وانصرفوا عنی فمالی عنھاالمُ ترحال۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں میرا خون بہایا جائے گا۔ اس زمین پر میرے حرم کو ذلیل کیا جائے اس زمین پر میرے بہادروں کو قتل کیا جائے گا۔ میرے بچوں کو تہہ تیغ کیا جائے گا۔ قوم کے ذلیل و پست افراد رہنے والوں کو غلامی اور کنیز میں مانگیں گے۔ یہیں اپنے خیمے ڈال دو۔ میرے ساتھیو تم سب آزاد ہو۔ جہاں جی چاہے جاؤ اور مجھے اکیلا چھوڑ دو کہ اب اس سرزمین سے واپس جانا نصیب نہ ہوگا۔

کربلا کے بعد اہل بیت اطہار" کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی ٹھنڈا پانی پیتے تو حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ کرتے۔ داؤد رقی نقل کرتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے پانی پیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: ومانغض ذکرالحسین علیہ السلام للعیش انی ماشربت ماۤءً بارداًالا ذکرث الحسین ...... حسین علیہ السلام کی یاد عیش و آرام کو کس قدر مکدر کر دیتی ہے گلاس میں جب بھی ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو حسین علیہ السلام کو یاد کرتا ہو۔ دوسری روایت میں خود جناب سیدالشہدا سے مروی ہے کہ عصر عاشورآپ نے فرمایا: شِیْعَتِی مَاانْ شَرِبْتُمْ مَاۤءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِی یعنی اے میرے چاہنے والو جب بھی ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔

○ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کربلا کی خاک کو سونگھتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ راوی بیان کرتا ہے: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ عَیْنَاہُ تَفِیضَانِ فَقُلْتُ بِاَبِی اَنْتَ وَ اُمِّی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مایعینک تفیضان مَااَغْضَبَکَ اَحَدٌ" قَالَ لَا بَلْ کَانَ عِنْدِی جبرئیلُ علیہ السلام فَاَخْبَرَنِی اَنَّ الْحُسَیْنَ تَقْتُلُ بِشَاطِیِٔ الْفُرَاتِ فقال ھَلْ لَکَ اناَشَمَّکَ من تربتِہٖ قلت نعم فمدَّیَدَہُ

فاخذ قبضة مِنْ تُرَابِ فاعطانیها فلم املک عینی ان فاضتا واسم الارض کربلا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا فخر کونین کو آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کس چیز نے آپ کو غضبناک کیا۔ فرمایا نہیں بلکہ ابھی جبرئیل آئے تھے انہوں نے خبر دی کہ میرا حسینؑ فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔ اور مجھ سے پوچھا گیا آپ ان کی قبر کی خاک کو سونگھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں پس جبرئیل نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مجھے قبر کی ایک مشت خاک دی۔ میں نے جیسے ہی خاک کو ہاتھ میں لیا پھر اپنے گریہ کو ضبط نہ کر سکا جبرئیل نے بتایا کہ جس زمین پر میرا نواسہ قتل ہوگا اس کا نام کربلا ہے۔

ایک اور مقام پر راوی بیان کرتا ہے : وَاَخَذْتُ مِنْ عِنْدِ الرَّاسِ طِیْناً اَحْمَرَ فدخلت علی الرضا علیه السلام فعرضتها علیه فاخذها فی کفه ثم شمها ثم بکاحتی جرت دُمُوْعُهُمْ قال هذا تُرْبَةُ جدی ، میں نے کربلا میں حسین مظلومؑ کی قبر کی زیارت کی۔ اور بالائے سر مطہر سے قدرے مٹی اٹھائی جس کا رنگ سرخ تھا۔ اور جب میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے وہ مٹی ان جناب کو پیش کی۔ آپ نے اس خاک کو ہاتھوں میں لے کر سونگھا اور پھر اتنا روئے کہ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے پھر فرمایا یہ میرے جد کے قبر کی خاک ہے۔

سید الشہداء کے مصائب کا سننا، انہیں تصور میں لانا اور ان پر فکر کرنا بھی باعث گریہ ہے۔ لیکن طبیعتوں کے اختلاف کے پیش نظر یہ ذکر ہر انسان پر مختلف طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کی اقسام

ا۔ وہ گریہ جو قلب کے متاثر ہونے کی وجہ سے عارض ہو۔ جیسا کہ نفس مہموم کیلئے فرمایا گیا نَفَسُ الْمَهْمُوْمِ لَنَا تَسْبِیْحٌ "غم زدہ نفس کا اجر خدا کی تسبیح کے برابر ہے۔

۲۔ مصائب کو سن کر دل کا تڑپ اُٹھنا۔ حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّ الْمُوْجِعَ قَلْبِہٖ لَنَا لَیَفْرَحُ عِنْدَ مَوْتِہٖ فَرْحَۃً لاتزال تلک الفرحۃ فی قلبہ حتی یرد علینا الحَوْضِ۔ جس کا دل ہماری مصیبت پر تڑپ اٹھے وہ موت کے وقت مسرور ہوگا۔ یہ مسرت اس کے دل میں اس وقت تک باقی رہے گی جب تک حوض کوثر پر ہم سے ملاقات نہ کر لے۔

۳۔ سید الشہداء پر ایسا گریہ جس سے صرف آنکھیں بھیگ جائیں اور آنسو باہر نہ نکلیں وہ بھی پروردگار کی رحمت کا موجب ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اَنَّہٗ رَحْمَۃُ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ یَّخْرُجَ الدَّمْعَۃُ مِنْ عَیْنِہٖ جو شخص حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئے تو اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے سے پہلے ہی خداوند عالم اس پر رحم فرماتا ہے۔

۴۔ ایسا گریہ بھی باعث ثواب ہے جس میں صرف آنکھیں نمناک ہوئی ہوں۔ روایت کے الفاظ میں اَنَّہٗ یُوْجِبُ غُفْرَانَ الذُّنُوْبِ وَلَوْ کَانَتْ کَزَبَدِ البحر ہر چند حسینؑ مظلوم کی مصیبت پر آنکھ میں آنے والے آنسو کی مقدار سمندری جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ مصیبت مظلوم پر بہنے والے آنسوؤں کے متعلق معصومؑ فرماتے ہیں: فَاِذَا خَرَجَتْ الدمعۃ من عینہ فلو ان قطرۃ منھا سقطت فی جھنم لا طُفِئَتْ حرّھا آنکھوں سے بہنے والے ان آنسوؤں کا اگر ایک قطرہ جہنم میں گر جائے تو وہ آتش جہنم کو سرد کر دے گا۔

۶۔ اس طرح گریہ کرنا کہ آنسوؤں کے قطرے چہرے، داڑھی اور سینے پر بہہ نکلیں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد مظلوم کا مرثیہ سن کر اسی طرح گریہ فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: لقد بَکَتِ الْمَلَائِکَۃَ کما بکینا او اکثر۔ ملائکہ بھی اکثر و بیشتر حسینؑ پر اسی طرح گریہ کرتے ہیں جس طرح ہم نے گریہ کیا۔ ولقد وجب اللّٰہ لک الجنۃ بِاَسْرِھَا۔ ایسے رونے والے کیلئے خداوند عالم نے بہشت کو واجب قرار دیا ہے۔

۷۔ حسین علیہ السلام پر بلند آواز سے چیخ کر رونا۔ یا اس طرح رونا کہ روح بدن سے نکل جائے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام مظلوم کربلا پر بلند آواز سے گریہ کرنے والے کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں :اللھم ارحم تلک الصرخۃ التی کانت لنا۔ پروردگار ہماری مصیبت میں بلند ہونے والی ان آوازوں پر رحم فرما۔ لیکن گریہ کی موخر الذکر قسم وہ ہے جس میں سانس گلے میں پھنس جائے۔ گریہ کی یہ قسم جناب سیدہ کونین سلام اللہ علیہا سے مخصوص ہے۔ فانھا تشھق کل یوم شھقۃ غلی ولدھا حتی یسکنھا ابوھا یعنی بی بی زہراء ہر روز اپنے نور نظر پر اس طرح بلند آواز چیخ و پکار کر گریہ کرتیں تھیں کہ محسوس ہوتا گویا ان کی روح بدن سے مفارقت کر جائے گی یہاں تک کہ ان کے پدر بزرگوار انہیں تسکین دیتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شہادت حسین علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے کہا لوگو اگر تم جان سکتے ہو کہ حسین علیہ السلام پر کتنی عظیم مصیبتیں پڑیں گی تو اتنا گریہ کرتے کہ تمہاری روح بدن سے پرواز کر جاتی۔

۸۔ مظلوم کربلا پر بلند آواز کر گریہ کرنا۔ جناب سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل یزید کا اپنی زوجہ ہند سے اصرار کرنا حسینؑ پر بلند آواز سے گریہ کرو، عجائبات روزگار میں سے ہے۔ وہ کہتا ہے اِعْوِلِی یا ھند وابکی فانہ صریخۃ قریش عجل علیہ ابن الزیاد اے ہند (حسینؑ پر) بلند آواز سے گریہ کرو کہ وہ قریش کا دادرس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں عجلت کی۔ لیکن یہ کیفیت ایک مخصوص وقت میں وقوع پذیر ہوئی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

۹۔ غم سید الشہداء علیہ السلام میں اپنے سر اور چہرے کو پیٹنا۔ جب عبداللہ بن عمر نے حسین مظلوم علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو وہ بلند آواز کر روئے اور اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ وہ روتے ہوئے کہتے جاتے تھے لا یوم کیومک یا ابا عبد اللہ حسین علیہ السلام پر جو مصیبت پڑی اس سے بڑھ کر کوئی اور مصیبت نہیں۔ یہاں تک کہ زید نے انہیں خاموش کرا دیا۔

۱۰۔ رونے والوں جیسی شکل بنانا۔ اس حالت کے اظہار کیلئے عربی میں تَبَاکی کا لفظ

مخصوص ہے۔ حدیث میں ایسے رونے والے کیلئے فرمایا گیا اِنَّ مَنْ تَبَاکٰی فَلَهُ الجنة یقیناً کہ جو شخص حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونے والوں جیسی شکل بنائے۔ اس پر جنت واجب ہے۔ یعنی جب قلب سخت ہو جائے اور رقت طاری نہ تو کم از کم اتنا تو کر سکتا ہے کہ سر کو جھکا کر بیٹھے اور رونے والوں جیسی شکل بنائے۔ جب میں غور کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان کا قلب کیونکر اتنا سخت ہو جائے کہ وہ رونے پر مائل نہ ہو۔ کیونکہ کربلا والوں کی مصیبت اتنی عظیم ہے کہ اگر کوئی اس پر صبر کرنا چاہے تب بھی نہیں کر سکتا۔ اس سنگ دلی کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان خود کو ضرورت سے زیادہ دنیاوی امور میں سرگرم کرلے کیونکہ معصومؑ سے منسوب دعا میں کہا گیا ہے کہ اللھم انی اعوذبک من قلب لا تخشع و عین لا تدمع و بطن لا تشبع یعنی پروردگار میں پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جو تجھ سے خوف نہ کھائے اس آنکھ سے جو آنسو نہ بہائے اور اس پیٹ سے جو کبھی نہ بھرے۔

سنگ دلی کی دوسری وجہ کثرت کلام یعنی زیادہ باتیں کرنا ہے۔ حالانکہ کثرت کلامی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ روایات میں اس کیفیت کے ازالہ کے لیے یہ علاج بتایا گیا ہے کہ کسی یتیم کے سر پر دستِ شفقت دھرا جائے۔

۱۱۔ گریہ کی کثرت کی بناء پر آنسوؤں کا خشک ہو جانا۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اہلبیت اطہارؑ کو درپیش ہوئی۔ اسیروں کا قافلہ جب مدینہ واپس لوٹا تو انہوں نے وہاں مجلس عزا برپا کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کثرت سے گریہ ان کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ اس کا علاج "سویق" سے کیا گیا جس کے کھانے سے آنسوؤں کے خشک ہونے کی کیفیت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اس حد تک گریہ کرنا کہ آب و طعام کی خواہش جاتی رہے۔ روایات کے بموجب مسمع بن عبداللہ الملک نے جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ جناب سید الشہداؑ پر گریہ کرتے وقت اس کے دل سے آب و طعام کی خواہش ختم ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا رحم اللہ دمعتک خدا تمہارے آنسوؤں پر رحم کرے۔ اس کے بعد امام نے جناب سید الشہداؑ کی مصیبت پر بہنے والے آنسوؤں کی فضیلت پر

گفتگو فرمائی۔ جس کا ثواب موت کے بعد سے قیامت تک ملتا رہے گا۔اس موضوع کی تفصیل گریہ کی خصوصیات کے ذیل میں بیان کی جائے گی انشاءاللہ

عزائے سید الشہداؑ میں منعقد ہونے والی مجالس

ان مجالس کو نوعیت کے اعتبار سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- وہ مجلس جو خلقت آدم علیہ السلام سے پہلے منعقد کی گئی۔
- وہ مجالس جو خلقت حضرت آدم علیہ السلام کے بعد منعقد ہوئیں۔
- مظلوم کربلا کی ولادت سے قبل اور شہادت کے بعد منعقد ہونے والی مجالس۔
- مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد دنیا میں برپا ہونے والی مجلس۔
- کائنات کے فنا ہونے کے بعد قیامت کے دن ہونے والی مجلس۔

حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے منعقد ہونے والی مجلس

تعداد کے اعتبار سے ایسی دو مجالس منعقد ہوئیں۔البتہ انہیں مجلس سے تعبیر کرنا ایک مجازی عمل ہے۔ایک مجلس اس وقت ہوئی جب خداوند عالم قضا و قدر کا تعین فرما رہا تھا۔ جب قلم تقدیر نے لوح پر شہادت سید الشہداؑ کو رقم کیا تو اس پر قلم لوح دونوں مغموم ہو گئے۔

خلقت حضرت آدم علیہ السلام سے قبل کی دوسری مجلس وہ ہے جسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں یاد کیا گیا ہے اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً جب تیرے پروردگار نے ملائکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں زمین پر ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ بعض تفاسیر

کے مطابق ملائکہ نے حسین بن علیؑ کی شہادت کے واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور غمزدہ ہو کر کہنے لگے پروردگار تو زمین پر اسے خلیفہ بنائے گا جو فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا جس پر خداوند عالم نے جواب دیا انی اعلم مالا تعلمون میں ان تمام چیزوں کو جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

خلقت حضرت آدمؑ کے بعد منعقد ہونے والی مجالس

ان مجالس کی تعداد چودہ ہے۔

ا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پیشانی عرش پر نگاہ کی تو دیکھا اس پر پنجتن پاک کے مبارک نام درج ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے جناب آدمؑ سے اس دعا کے پڑھنے کی تلقین کی یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علي یا فاطر بحق فاطمه یا محسن بحق الحسن و الحسین و منک الاحسان۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس دعا کو پڑھا۔ لیکن جب ان کی زبان سے حسینؑ کا نام جاری ہوا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل بھر آیا۔ فرمایا

یا اخی فی ذکر الحسین یُکْسِرُ قلبی وتَسِیْلُ عِبْرَتی۔ برادرم جبرئیل پنجتن پاک میں سے جب پانچوں نام زبان پر جاری ہوتا ہے تو میرا دل بھر آتا ہے اور آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اس پر جبرئیل نے حضرت آدمؑ اور تمام ملائکہ کے سامنے واقعات کربلا بیان کیے جس پر سب نے گریہ کیا۔ جبرئیل عرض کرتے ہیں ولدک هذا یصاب بِمُصِيبَةٍ تصغر عندها المصائب اے آدم تیرے اس فرزند پر اتنی مصیبتیں پڑیں گی جس کے سامنے تمام دوسرے مصائب معمولی نوعیت کے ہوں گے۔ جب حضرت آدمؑ نے پوچھا وہ عظیم مصائب کون سے ہیں تو عرض کی یقتل عطشانا وحیدا فریدا لیس له ناصر و لا معین و لو تراه یا آدم وهو یقول و اعطشاه و اقلة ناصراه حتی یحول بینه و بین السماء کالدخان فلم یجبه احد الا بالسیوف و شرب الحتوف فیذبح

ذبحةُ الشاة من قفاو ينهكب رمله وتشهر رؤسهم في البلدان معهم النِّسوانِ كذالک سبق في علم الواحد المنان۔ اسے اس حالت میں پیاسا قتل کیا جائے گا کہ جو یکہ و تنہا ہوگا۔ اس کا کوئی یاور ہوگا اور نہ مددگار۔ اے آدمؑ تم اسے اس حال میں دیکھو گے کہ وہ ہائے پیاس پکار رہا ہوگا، اس کی مدد کرنے والوں کی تعداد قلیل ہوگی، اس کے پیاس کی شدت کا عالم یہ ہوگا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان گویا دھوئیں کا پردہ حائل ہوگا۔ تلواروں اور موت کے شراروں کے علاوہ اس کی پکار پر لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اسے گوسفند کی طرح پشت گردن سے ذبح کیا جائے گا اس کے خیام لوٹ لئے جائیں گے، ان کے سروں کو دیار بہ دیار پھرایا جائے گا ان کے ساتھ ان کے اہلبیتؑ بھی کوچہ و بازار میں پھرائے جائیں گے۔ یہ تمام واقعات خداوند واحد منان کے علم میں گزر چکے ہیں۔

دوسری اور تیسری مجلس

دوسری اور تیسری مجلس بہشت میں منعقد کی گئیں۔ دوسری مجلس کی مرثیہ خواں حور یہ ہے جبکہ رسول خدا ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام مجلس کے سامعین میں سے ہوں گے جبکہ تیسری مجلس وہ ہوگی جس میں جبرئیل علیہ السلام مرثیہ پڑھیں گے اور جناب ختم المرسلینؐ اور حور العین مجلس میں شرکت فرمائیں گے۔ صاحب بحار الانوار جناب رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں: قالَ لما اسرِیَ بی الی السّماءِ اخذ جبرائیل علیه السّلام بیدی فادخلنی الجنة و انا مسرور فاذاانا بشجرة من نور مکللة بالنور فی اصلها ملکان یطویان الحلی والحلل الی یوم القیامة ثم تقدمت فاذاانا بتفاح رایت اعظم منه فاخذت واحد فضلقتها فخرجت علی منها حُوْراً کان اجفاهما مقدیم اجنحة النسور فقلت لمن انت فبکت وقالت لا بنک المقتول ظلمًا الحسین بن علی ابن ابی طالب علیهم السلام۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب میں معراج پر گیا تو جبرئیل

میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہشت میں لے گئے۔ میں اس وقت بہت شاد و مسرور تھا۔ میں نے ایک درخت کو دیکھا جو نور سے منور تھا۔ اس کے نیچے دو فرشتے موجود تھے جو اس درخت کی زیب و زینت میں مصروف تھے اور قیامت تک اسی طرح اس درخت کو سجاتے رہیں گے۔ جب میں ذرا آگے بڑھا تو میں نے ایک سیب دیکھا میں نے اس سے بڑا سیب پہلے کبھی نہ دیکھا تھا میں نے اس سیب کو ہاتھ میں لے کر دو نیم کیا اس میں سے حور برآمد ہوئی جس کی پلکیں مرغ نسو کے پروں کی مانند سیاہ تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کس کے لیے خلق کیا گیا ہے؟ تو وہ رو کر کہنے لگی آپ کے فرزند حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے لئے جنہیں ظلم و جور سے شہید کیا گیا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے ان الحسین لما دنت وفاته تاثر السّم فی بدنه واخضر لونه فقال له الحسین فالی ارلی لونک مایلا الی خضر...... وقال باکی لقد صدق جدلی فی وفیک ثم اعتنقه و بکیا کثیراً۔ حضرت امام حسنؑ کا وقت شہادت قریب آیا تو زہر کے اثر سے بدن مبارک سبز ہو چکا تھا۔ جب مظلوم کربلا نے بھائی سے بدن کے سبز ہونے کی بابت سوال کیا تو امام حسنؑ نے گریہ کیا اور فرمایا بھائی میرے جد امجد نے میرے اور تمہارے متعلق بالکل درست فرمایا۔ پھر دونوں بھائی گلے مل کر بہت دیر تک روتے رہے۔ جب حضرت سید الشہداءؑ نے پوچھا کہ بھائی نانا ہمارے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو فرمایا اخبرنی جدی قال لما دخلت لیلة المعراج لجنة رایت قصرین عالیین مجاورین علی صفتٍ واحدة احد هما من الذمر جد الاخضر والاخر من الیاقوت الاحمر فسالت جبرئیل فقال احدهما للحسن والاخر للحسین فقلت الم یکونا علی لون واحدة فسکت جبرائیل فقلت لملا تتکلم قال حیاء منک فقلت سالتک باللّٰہ الاما اخبر فقال اما خضرة قصر الحسن فانه یموت بالسّم ویخضر لونه واما حمرة قصر الحسین فانه یقتل ویحمر وَجْهُهُ بالدم فعند ذالک بکیا وضجّ

الحاضرون بالبکاء النحیب میرے جد نے مجھے خبر دی اور بتایا کہ جب میں شب معراج بہشت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ دو قصر ایک دوسرے سے نزدیک اور باہم مشابہ ہیں۔ ان میں سے ایک سبز زمرّد سے اور دوسرا سرخ یاقوت سے تعمیر کیا گیا۔ میں نے جبرئیل سے اس بابت سوال کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ان میں سے ایک حسنؑ کے لئے اور دوسرا حسینؑ کے لیے ہے لیکن جب میں نے پوچھا کہ یہ دونوں قصر یک رنگ کیوں نہیں تو جبرائیل خاموش ہو گئے۔ میں نے پوچھا جبرئیل جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو عرض کیا یارسول اللہؐ مجھے آپ سے حیا آتی ہے۔ میں نے جبرئیل سے کہا تجھے اللہ کی قسم کہ اس راز کی بابت مجھے خبر دے۔ تو جبرئیل نے کہا حسنؑ کے قصر کے سبز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں زہر دیا جائے گا جس کے اثر سے ان کا بدن سبز پڑ جائے گا لیکن حسینؑ کے قصر کے سرخ ہونے کا سبب یہ ہے کہ انھیں تیروں، نیزوں اور تلواروں سے قتل کیا جائے گا اور ان کا سراپا خون میں سرخ ہو جائے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر گریہ کیا۔ آپؐ کو روتے دیکھ کر تمام حاضرین نے بھی بلند آواز سے گریہ کیا۔

چوتھی مجلس

چوتھی مجلس حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت برپا کی جب آپ چلتے چلتے سرزمین کربلا میں داخل ہوئے۔ لیکن جب مقتل سید الشہداءؑ پر پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ ضرب کی شدت سے آپ کے پائے مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت آدمؑ نے اس موقع پر سر کو بلند کر کے پروردگار عالم کو یوں خطاب کیا ھل حدث ذنب اخر فعاقبتنی خداوندا کیا پھر مجھ سے کوئی ترک اولیٰ سرزد ہوا جس کی تو نے یہ سزا دی ہے۔ اتنے میں وحی آئی لاولکن یقتل فی ھذا الارض ولدک الحسین ظلما فسال دمک موافقۃ اے آدمؑ تجھ سے کوئی ترک اولیٰ نہیں ہوا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ اس سرزمین پر تیرا فرزند حسین علیہ السلام مظلوم قتل کیا جائے گا یا آدم تیرا خون اسی بنا

پر جاری ہوا تا کہ اس مظلوم کے خون سے مل جائے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا من القاتل پروردگار ان کا قاتل کون ہوگا۔ وحی آئی یزید لعنہ ان کا قاتل یزید ہوگا۔ پس اس پر لعنت کرو۔ فلعنہ اربعاً و مشی خطوات الی جبل عرفات حضرت آدمؑ نے چار مرتبہ یزید پر لعنت کی اس کے بعد کوہ عرفات پر روانہ ہوئے۔

پانچویں مجلس

پانچویں مجلس اس وقت منعقد ہوئی جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی پر رواں دواں تھی۔ جب کشتی اس مقام پر پہنچی جہاں حسین علیہ السلام کی قتل گاہ ہے تو پانی میں تلاطم برپا ہوا۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جاتی۔ حضرت نوح علیہ السلام غرقابی کے خیال سے متردد ہوئے اور عرض کی: اِلٰهِیْ طُفْتُ الدُّنْيَا وَمَا اَصَابَنِیْ فَزَعٌ مِثْلَ هٰذَا الْاَرْضِ پروردگار میں پوری زمین پر گھوما لیکن اس زمین کی مانند کسی زمین پر ایسی مشکل صورتحال سے دوچار نہیں ہوا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کربلا کا پورا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اس زمین پر آخری پیغمبر کا نواسہ قتل کیا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھیوں نے یہ واقعہ سن کر گریہ کیا اور سب نے مظلوم کربلا کے قاتل پر لعنت کی۔

چھٹی مجلس

روایات کے بموجب چھٹی مجلس جناب خضر علیہ السلام نے پڑھی۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو دریاؤں کے مقام اتصال پر جناب خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو حضرت خضرؑ نے ختم المرسلینؐ اور ان کی عترت طاہرہ پر گزرنے والے مصائب بیان کیے۔

جب سید الشہداءؑ کے مصائب پر پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے گریہ کیا۔

ساتویں مجلس

جناب سلیمان علیہ السلام جن وانس وطیر پر مشتمل ایک عظیم لشکر کے مالک تھے۔ جب ہوا بساط حضرت سلیمان علیہ السلام کو لے کر چلی تو ایک مقام پر ہوا نے بساط کو تین مرتبہ گھمایا اور پھر ایک زمین پر اتار دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے برافروختہ ہوئے اور پھر عتاب کیا۔ ہوا نے جواب میں سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب بیان کئے اور عرض کی اِنَّ هٰذَا مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ...... یہ حسین علیہ السلام کا قتل گاہ ہے۔ یہ اس سلسلہ کی ساتویں مجلس ہے۔

آٹھویں مجلس

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت کی سیر کروائی گئی تو آپ کو مصلے پر حضرت حسین علیہ السلام کی شبیہ نظر آئی اور انہوں نے سخت گریہ کیا۔ یہ آٹھویں مجلس ہے۔

نویں مجلس

نویں مجلس بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منعقد کی۔ آپ بتوں کو توڑتے جاتے رہے تھے اور کہتے تھے اِنِّیْ سَقِیْمٌ" یعنی میں حسین مظلومؑ کے مصائب پر غمگسار ہوں۔

دسویں مجلس

دسویں مجلس کا تعلق بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: لَمَّا اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّذْبَحَ مَكَانَ ابْنِهٖ

اسماعیل علیہ السلام الکَبِشَ الَّذِی نَزَلَ عَلَیْہِ بِابْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یکون قد ذَبَحَہُ ابنہ اسماعیل بیدہ و انہ لم یومرہ بذبح الکبش مکانہ لیرجع الی قلبہ ما یرجع الی قلب الوالد الذی یذبح اعز ولدہ علیہ بیدہ فیستحق بذالک رفع درجات اھل ثواب علی المصائب فاوحی اللّٰہ عزوجل الیہ یا ابراھیم من احب خلقی الیک فقال یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیب محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم" امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ جب خداوند عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کی جگہ اس گوسفند کو ذبح کریں جو رب جلیل کی طرف سے بھیجا گیا تھا (اور جب گوسفند ذبح ہو گیا) تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ایک حسرت باقی رہی کہ کاش گوسفند نہ بھیجا جاتا اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز ترین فرزند کو ذبح کرتے تا کہ ان مصائب کی بنا پر انہیں درجات حاصل ہوتے۔ تو ایسے میں خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی اے ابراہیمؑ تیری نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو عرض کی پروردگار تو نے کسی ایسی مخلوق کو پیدا ہی نہیں کیا جو میری نگاہ میں تیرے حبیب محمدؐ سے زیادہ محبوب ہو۔ فاوحی اللّٰہ والیہ اَفَھُوَ اَحَبُّ الیک اَمْ نَفْسُکَ قَالَ بل ھو احب اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی قال فَوَلَدُہُ احبُّ الیک اَمْ وَلَدُکَ قَالَ بَلْ ولدہ قال فذبح ولدہ ظلما علی ایدی اعدائہ اوجع لقلبی قال یا ابراھیم فان طائفۃ تزعم انھا من امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ قتل الحسین ابنہ من بعدہ ظلما و عدوانا کما یذبح الکبش ویستوجبُوْنَ بذالک سخطی۔ خداوند عالم نے وحی کی (اے ابراہیم) تمہیں وہ عزیز ہے یا تمہاری اپنی ذات؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی میں اسے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا ابراہیم تمہیں اس کے فرزند سے زیادہ محبت ہے یا اپنے فرزند سے؟ تو عرض کی میں اس کے فرزند سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ تو فرمایا تمہارے لئے میرے حبیب کے فرزندوں کا دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا زیادہ تکلیف دہ ہے یا میری اطاعت میں اپنے

فرزند کو ذبح کرنا زیادہ باعث اذیت ہوگا تو عرض کی پروردگار اس کے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا ہمارے لئے زیادہ اذیت ناک ہے۔ وحی آئی اے ابراہیم ایسے افراد کا گروہ جو محمد کی امت ہونے کا دعویدار ہوگا اسے نہایت بے رحمی سے اس طرح ذبح کرے گا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے ان کا یہ عمل میرے غضب وغصہ کو دعوت دے گا۔ فجزع ابراهیم بذالک وتوجع قلبه وبکی فاوحی الله عزوجلّ یاابراهیم قَدْفَدیتُ جَزْعَکَ عَلٰی ابنِکَ اسماعیلُ لو ذبحتهُ بیدِکَ فزعَ عَلٰی الحسین وقتله واَوْجبتُ لک درجاتِ اهلِ الثوابِ عَلٰی المصآئبِ وذالک قول اللّٰه عزوجل وفدیناه بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے ان مصائب کو سن کر گریہ کیا اور ان کے قلب پر رقت طاری ہوگئی۔ اتنے میں رب جلیل نے وحی کی کہ اے ابراہیم ہم نے تیرے بیٹے اسماعیل کی قربانی کو فدیہ قرار دیا۔ اور اب چونکہ حسین علیہ السلام کے قتل کی داستان سن کر تم نے گریہ کیا ہم نے تمہیں اہل ثواب کے درجات عطا کیے۔ خداوند عالم کے ارشاد کی تفسیر بھی یہی ہے جہاں فرمایا گیا کہ ہم نے تیری قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔

گیارھویں مجلس

گیارھویں مجلس بھی درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ یہ مجلس سلسلہ کے اعتبار سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی چوتھی مجلس ہے۔ جب حضرت خلیل اللہ کربلا کی زمین پر پہنچے تو آپ کے گھوڑے کا پیر پھسل گیا۔ زمین پر گرنے سے جناب ابراہیمؑ کے سر پر زخم آیا۔ بارگاہ رب العزت میں عرض کی میرے مالک میرے پروردگار کیا مجھ سے کوئی ترک اولی ہوا ہے؟ اس پر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا ابراہیمؑ آپ سے کوئی ترک اولی نہیں ہوا بلکہ بات یہ ہے کہ جناب ختم المرسلین ﷺ کا

فرزند اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ آپ کے بدن سے خون کا بہنا اسی قتل ناحق کی یاد دلاتا ہے۔ فرمایا جبرئیل ان کا قاتل کون ہوگا۔ عرض کیا: لعین اهل السموات والارضین والقلم جری اللوح بلعنه بغیر اذن" یعنی ان کا قاتل وہ ہے جس پر آسمانوں اور زمینوں پر رہنے والوں کی طرف سے لعنت ہے۔ قلم نے اذن خدا سے قبل ہی اس کے لئے لوح پر لعن تحریر کر دیا تھا۔ خداوند عالم نے اس پر وحی فرمائی کہ اس لعن کی وجہ سے تو تعریف کا مستحق قرار پایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے ہاتھوں کو بلند کر کے یزید پر لعنت کی۔ اور جواب میں ان کے گھوڑے نے آمین کہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رہوار سے پوچھا اے گھوڑے تم نے میری لعنت پر کیا سمجھ کر آمین کہا۔ گھوڑے نے بزبان فصیح عرض کیا اے ابراہیمؑ میں اب تک اس پر فخر کرتا رہا کہ آپ جیسا نبی میری پشت پر سواری کرتا ہے لیکن جب میرا پاؤں پھسلا اور آپ میری پشت سے زمین پر گر پڑے تو مجھے بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس شرمندگی کا سبب یزید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آمین کہا۔ مولف کا خیال ہے کہ جس مقام پر جناب ابراہیمؑ زمین پر گرے شاید وہی مقام ہو جہاں حسینؑ مظلوم زین سے فرش زمین پر تشریف لائے تھے۔

بارھویں مجلس

بارھویں مجلس حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔ جناب اسماعیلؑ کی بکریاں روزانہ دریائے فرات کے کنارے چرا کرتی تھیں۔ ایک روز چرواہے نے آکر خبر دی کہ آپ کی بکریاں کئی دن سے فرات کا پانی نہیں پی رہی ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس مسئلہ پر پروردگار عالم سے رجوع کیا تو وحی آئی کہ اس راز کے متعلق اپنی بکریوں سے پوچھو۔ جب جناب اسماعیلؑ نے ایک بکری سے اس کے پانی نہ پینے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ اس مقام پر ختم

المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نظر حسین پیاسا قتل کیا جائے گا۔ یہ خبر ہمارے لئے اتنی اندوہناک ہے کہ اس مقام سے اب ہم سے پانی نہیں پیا جاتا۔

تیرھویں مجلس

فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیرھویں مجلس کا تعلق حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ہے ۔اس مجلس کی روایت ابن عباس سے مروی ہے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔روایت کی تفصیل آئندہ سطور میں نقل کی جائے گی۔

چودھویں مجلس

اس سلسلے کی چودھویں مجلس خداوند عالم نے خود کوہ طور پر منعقد کی۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عجلت میں کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ان کا رنگ مبارک زرد تھا۔بدن پر لرزہ طاری تھا اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔اس نے یہ سوچ کر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کو جا رہے ہیں،عرض کی "یانبی اللّٰہ قد اذنبت ذنباً عظیماً فاسئل ربک اَنْ یعفُوَعَنّی "اے پیغمبر خدا مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ مجھے معاف کردے۔

حضرت موسیٰ نے مقام مناجات پر بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا رب انت العالم قبل نطقی پروردگار تو میری لب کشائی سے پہلے ہی حقیقت امر سے واقف ہے۔تیرے فلاں بندے سے ایک عظیم گناہ سرزد ہوا اور وہ تجھ سے عفو و بخشش کی درخواست کر رہا ہے۔آواز آئی "یاموسیٰ اَغْفِرُ لمن اِسْتَغفَرَنی اِلّاقاتِلَ الْحُسَیْنِ "اے موسیٰ حسین

کے قاتل کے علاوہ جو بھی مجھ سے طلب مغفرت کرے میں اسے معاف کردوں گا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی پروردگار حسینؑ کون ہے؟ تو آواز آئی "الذی مر ذکرہ علیک بجانب الطور" حسینؑ وہ ہے جس کا ذکر کوہ طور پر تجھ سے کیا جا چکا ہے۔ تو عرض کی ومن یقتلہ اسے کون قتل کرے گا؟ آواز آئی حسینؑ کو اس کے جد کی امت کا ایک باغی گروہ کربلا کی زمین پر قتل کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا گھوڑا فریاد کرتے ہوئے کہہ رہا ہے: "الظالمۃ الظالمۃ مِنْ اُمۃٍ قتلت ابنِ بنتِ نبیھا" وائے ہو اس امت پر جس نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو قتل کیا "فیبقی ملقی علی الرمال بغیر غسل ولا کفن وینھب رحلہ تسبی نسائہ فی البلدان ویقتل ناصروہ وتشھر رؤسھم مع راسہ علی اطراف الرماح۔ اس کا بدن خاک پر بے غسل وکفن پڑا ہوگا۔ ان کے خیمے لوٹ لئے جائیں گے ان کی عورتوں کو قید کر کے شہر شہر پھرایا جائے گا۔ اس کے مددگاروں کو قتل کر کے ان کے سروں کو ان حضرت کے سر کے ساتھ نیزوں پر بلند کیا جائے گا۔

یاموسی صغیرھم یمیتھم العطش و کبیرھم جلدہ منکمش یستغیثون فلا ناصر و یستجیرون فلا خافر فبکی موسی علیہ السلام فقال سبحانہ یا موسی اعلم انہ من بکی علیہ او ابکی او تباکی حرمت جسدہ علی النار۔
اے موسیٰ ان کے بچوں کو پیاس سے تڑپا کر مارا جائے گا۔ ان کے مردوں کے بدن کی کھال پیاس کی شدت سے سکڑ جائے گی۔ بدن زخموں سے چور ہوگا وہ لوگوں کو مدد کیلئے پکاریں گے لیکن کوئی ان کی مدد کو نہ آئے گا۔ جو استغاثہ کریں گے لیکن ان کو لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ سن کر گریہ کیا۔ خطاب باری ہوا اے موسیٰ معلوم ہو کہ جو شخص بھی اس مظلوم پر روئے گا یا کسی کو رلائے گا یا رونے والوں کی شکل بنائے گا میں آتش جہنم کو اس پر حرام کردوں گا۔

اب مؤلف کہتے ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر تھے

اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ انہیں جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوتی یا پروردگار سے معافی کے طلبگار ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرتے کہ وہ ان کی درخواست کو مقام مناجات پر قاضی الحاجات کی بارگاہ میں پیش کردیں۔ لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے لئے بھی ایک کلیم موجود ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام کی مانند صاحب ید بیضا اور عصا ہے۔ وہ کچھ خصوصی نشانیوں کا مالک ہے۔ وہ ہمہ کے اوقات عرش الٰہی کی داہنی جانب مقام مناجات پر ایستادہ ہو کر بن مانگے ہماری بخشش کے لئے از خود دعا کرتے ہیں۔ ہمارا وہ کلیم ہے جس کے چہرے پر زردی نہیں بلکہ سرخی چھائی ہوئی ہے۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری نہیں بلکہ اس کا بدن شدتِ ضربات سے پارہ پارہ اور اعضاء بکھرے ہوئے ہیں۔

پندرھویں مجلس

پندرھویں مجلس کا مقام بیت المقدس اور اس کا ذاکر خداوند متعال ہے۔ امام زمانہ حضرت حجۃ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف روایت کرتے ہیں: ''اِنَّ زَکَرِیَّا سَئَلَ رَبَّهُ اَنْ یُعَلِّمَهُ اَسْمَآءَ الخمسۃِ فَاَهْبَطَ عَلَیْهِ جِبْرَائِیلُ فَعَلَّمَهُ اِیَّاهَا وَ کَانَ زکریا اِذَا ذَکَرَ اسم الحسین علیہ السلام خَنَقَتْهُ العبرۃ و وقعت علیہ البھرۃ'' یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انہیں پنجتن پاک کے مبارک نام تعلیم کیئے جائیں تو جناب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہیں یہ مبارک نام بتائے گئے۔ اس کے بعد جناب زکریا علیہ السلام جب بھی محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کے پاک نام دہراتے، ان سے غم واندوہ کیفیت زائل ہوجاتی، لیکن جیسے ہی حسینؑ کا نام زبان پر آتا گریہ گلوگیر ہوجاتا، سینے میں سانس اٹکنے لگی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ ایک دن جناب زکریاؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی ''الھی مابی اذا ذکرتُ اربعۃً مِّنْهُمْ تسلّیت باسمآئھم من ھمومی و اذا ذکرتُ الحسینِ علیہ السلامُ

تدمَعُ عَینی ونوروزفرتی فانباهُ اللّٰہ تعالیٰ عَنْ قصَةِ فقال کھیعص فالکاف اسم کربلا والھاء ھلاکُ العترۃ الطاھرۃ والیآء یزید لعنه اللّٰہ وھوظالم الحسین علیه السلام والعین عطشه والصادصبرہ۔ ''پروردگار کیا سبب ہے کہ جب میں پنجتن پاک میں سے پہلے چار مبارک ناموں کاورد کرتا ہوں تو میں ہر غم واندوہ سے نجات پاجاتا ہوں۔لیکن جیسے ہی حسینؑ کا نام زبان پر آتا ہے آنکھوں سے اشک بہنے لگتے ہیں اور طبیعت کبیدہ ہوجاتی ہے۔خداوند عالم نے جناب زکریاؑ کو کربلا کا پورا واقعہ سنایا۔ پھر کھیعص کی تفصیل بتائی اور فرمایا کہ کاف سے کربلا کی طرف اشارہ ہے۔'ھا' سے عترت طاہرہ کی ہلاکت مراد ہے'یاء' سے یزید لعنت اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حسینؑ پر ظلم روا رکھے گا۔'عین' سے حسینؑ کی عطش اور پیاس کو ظاہر کرتا ہے اور 'ص' سے حسینؑ کے صبر کا آئینہ دار ہے۔اس واقعہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اتنا متاثر کیا کہ تین دن تک نہ صرف مسجد سے باہر نہ نکلے بلکہ لوگوں کو اپنے پاس آنے سے بھی منع کردیا۔اس تمام مدت میں حسینؑ مظلوم پر مسلسل گریہ کرتے رہے۔انہوں نے اس مصیبت پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں :

الھی اتفجع خیر جمع خلقک بولدہ

الھی اتنزل بلویٰ ھذہ الرزیة بفنائه

الھی اتلبس علیاً وفاطمة ثیاب ھذہ المصیبة

الھی اتحل کربة ھذہِ بساحتھما

پروردگار کیا تو اپنی بہترین مخلوق کو اس کے فرزند کی مصیبت پر رلائے گا؟ پروردگار کیا تو اس مصیبت کو اس فرزند کی موت کیلئے نازل کرے گا؟ خداوند کیا تو علیؑ و فاطمہؑ کو اس مصیبت کا پوشاک پہنائے گا؟ بارالٰہا کیا تو یہ مصائب اس لئے نازل کرے گا کہ وہ سب موت سے ہم کنار ہوجائیں؟ پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے : اللھم ارزقنی ولداً تقرّبه عینی علی الکبر فاذارزقتنیهِ فافتنی بحبهِ ثم افجعنی به کما تُفجعُ

محمد حبیبک بولده فرزقه الله یحیی وفجعه به و کان حمل یحیی ستة اشهر وحمل الحسین کذالک"

پروردگار مجھے اس بڑھاپے میں ایک فرزند عطا کر جس کی وجہ سے میری آنکھیں روشن ہوں اور جب مجھے فرزند نصیب ہو تو مجھ سے اس کی محبت کا امتحان لے اور میرے دل پر اس کی مصیبت کے صدقے کا بار اسی طرح وارد کر جس طرح تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اس کے فرزند کی مصیبت پر تڑپا ہے۔ کیونکہ جس طرح حضرت یحییٰؑ کے حمل کی مدت چھ ماہ تھی اسی طرح حسینؑ کے حمل کی مدت بھی چھ ماہ تھی۔

سولہویں مجلس

سولہویں مجلس جنگل کے درندے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین کے روبرو پڑھی۔ سفر کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر کربلا کی زمین سے ہوا۔ جہاں ایک غضبناک شیر نے ان کا راستہ روکا۔ حضرت عیسیٰؑ شیر کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تم نے ہماری راہ کیوں روکی ہے؟ شیر نے عرض کی "انی لا ادعکم تمرون حتی تلعنو یزید قاتل الحسین سبط محمد النبی الامی وان علی اولی سلام الله علیهم "یعنی میں آپ کو اس وقت نہ جانے دوں گا جب تک محمدؐ و علیؑ کے فرزند حسینؑ کے قاتل یزید پر لعنت نہ کریں۔

ولادت کے بعد اور شہادت سے پہلے منعقد ہونے والی مجالس

سید الشہداؑ کے مصائب پر منعقد ہونے والی مجالس کی تیسری قسم ان مجالس سے عبارت ہے جو ان کی ولادت کے بعد اور شہادت سے قبل منعقد ہوئی۔ یہ مجالس تعداد کے

اعتبار سے تیس ہیں۔

۱۔ سید الشہداؑ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خداوند عالم نے سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک جبرئیلؑ کو مخاطب کر کے مظلوم کربلا پر گذرنے والے واقعات بتائے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ملائکہ کے ایک ہزار ایسے قبیلے موجود تھے جن میں سے ہر قبیلے پر ملائکہ کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ خداوند عالم نے انہیں حکم دیا کہ تم سب زمین پر نازل ہو کر ختم المرسلین کو حسینؑ کی ولادت پر مبارک باد دو۔ باری تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: اذاھبنه فعزه وقُلْ لَهُ ان ولدک ھذا یقتل مظلوماً "یعنی جب مبارک باد دے چکو تو ختمی المرتبت کو تعزیت پیش کرو اور انہیں خبر دو کہ آپ کا یہ فرزند مظلوم قتل کر دیا جائے گا۔

۲۔ یہ مجلس جناب سیدۂ کونینؑ کے حجرے میں برپا ہوئی۔

۳۔ پیغمبر کی ازدواج مطہرات نے بھی اپنے اپنے حجروں میں حسینؑ کی مجلس منعقد کی۔

۴۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کبھی آپ خود حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرتے، کبھی جبرئیل، کبھی ملک القطر اور کبھی وہ بارہ فرشتے جو جناب رسالتمآب کی زیارت کرنے کیلئے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے تھے۔ بلکہ احادیث کے مطابق تمام ملائکہ نے زمین پر اتر کر جناب رسالتمآب کو تعزیت پیش کی۔ روایت کے الفاظ میں "لم یبق ملک الا نزل یعزیه بالحسین" ایسا کوئی فرشتہ باقی نہ بچا جس نے زمین پر اتر کر جناب ختم المرسلین ﷺ کو حسینؑ کی تعزیت نہ پیش کی ہو۔ ان مجالس کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کی کیفیت، زمان ومکان، گریہ کرنے والوں اور مرثیہ پڑھنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ احادیث کے پیش نظر مجھ پر یہ بات ثابت ہے کہ جب سے جناب سید الشہداؑ متولد ہوئے بلکہ اس وقت سے جبکہ آپ مادر گرامی صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر میں تھے۔ جناب رسالتمآب ﷺ مسلسل اپنے چھوٹے نواسے کے مصائب کا ذکر کرتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ

مسجد میں ہوں یا گھر میں، خواہ باغ میں ہو یا مدینہ کی گلیوں میں، سفر میں ہوں یا حضر میں، خواب میں ہوں یا عالم بیداری میں، کبھی اپنے اصحاب کے روبرو ان مصائب کا ذکر کرتے، کبھی ملائکہ کو حسینؑ کے مصائب بیان کرتے اور کبھی پیغمبرؐ از خود ان واقعات کی تکرار کرتے اور سرد آہ بھرتے۔ کبھی چھوٹے نواسے پر گذرنے والے مظالم کو یاد کر کے فرماتے کـانّـی یَسْتَغِیْثُ فَلَا یُغَاثُ "جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی نصرت نہیں کر رہا ہے۔ کبھی فرماتے کَاَنّی بِالسَّبَایَا علی اَقْتَابِ الْمَطَایَا "گویا میں ان اسیروں کو دیکھ رہا ہوں جو ناقوں کی پشت پر سوار ہیں۔ کبھی فرماتے "کـانـی بَـرَاسِہٖ وقد اُھْدِیَ الٰی یَزِیْدَ لعنۃ اللّٰہ فمَنْ نظر الی رَاْسِہٖ و فَرِحَ بذالک خَالَفَ اللّٰہ بین لسانہ و قلبہ "گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سر کو تحفتاً یزید لعنتی کے پاس لے جایا جا رہا ہے۔ پس جو شخص اس مظلوم کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کرے گا خداوند عالم اس کے دل و زبان کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ اس سے شاید یہ مراد ہو کہ اسلام کا زبانی اقرار قلبی اعتقادات کا آئینہ دار نہیں بن سکتا۔ کبھی فرماتے "صـبـرًا یـا ابـا عـبـداللّٰہ" یا ابا عبداللہ صبر کرنا ان مصائب پر۔ جب کبھی حسینؑ کے قاتل پر نگاہ پڑتی تو چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ جب بھی حسینؑ کو دیکھتے، گود میں اٹھا کر بوسہ دیتے۔ کبھی حسینؑ خود چل کر جناب رسالتمآب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جاتے یا کبھی حسینؑ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزر جاتے یا کبھی نواسے کو نیا لباس پہنے دیکھتے تو گریہ فرماتے تھے۔ جب عید کے دن حسینؑ کو خوش دیکھتے یا کھیل میں مصروف پاتے۔ لذیذ غذا تناول فرماتے یا نواسے کو بھوک ستاتی یا کسی بات پر حسینؑ رونے لگتے، تو سرورِ کونین بھی گریہ فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اپنی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کے سامنے سے گزرتے اور نواسے کے رونے کی آواز آتی تو آپ بھی رونے لگتے۔ بیٹی کے گھر جا کر فرماتے "سَکِّتِیْہِ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ بکائَہٗ یؤذِیْنِی" بیٹی میرے نورِ نظر کو خاموش کراؤ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی فرشتہ کربلا کی خاک لاتا تو اسے سونگھتے اور

نواسے کے قاتل کا خیال ذہن میں لا کر گریہ فرماتے۔

مجالس کی تفصیل

درج بالا سطور میں مجالس حسینیہ کا صرف اجمالی تذکرہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سے آپ کا نور آپ کی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں منتقل ہوا اس وقت سے لے کر آپ کی شہادت تک خود سرور کونینؐ کی موجودگی میں اتنی کثیر تعداد میں مجالس منعقد ہوئیں جن کا شمار مشکل ہے۔ جس وقت حسینؑ متولد ہوئے تو سرور کونینؐ کو نواسے کی خوشخبری دی گئی اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی گئی کہ آپ کا یہ فرزند صحرائے کربلا میں پیاسا قتل کیا جائے گا۔ پیغمبرؐ نے یہ سن کر بے اختیار گریہ کیا۔ اس سے پہلے جب آپ اپنی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں تھے اس وقت بھی جناب رسالتمآب ﷺ نے گریہ کیا تھا۔ لیکن جب سید الشہداؑ کی ولادت ہوئی تو اسی وقت آپ کو ایک سفید اونی کپڑے میں لپیٹ کر جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پیغمبر نے نواسے کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر بچے کو گود میں رکھ کر اس پر نظر کی۔ مرثیہ کہا او روئے پھر فرمایا: سَیَکُونُ لَکَ حَدِیثٌ" اللھم اِلعَنْ قاتلہٗ۔ بیٹے جلد ہی تیرے لئے یہ واقعہ رونما ہوگا۔ پروردگار اس کے قاتل پر لعنت کر۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کے لئے ایک مینڈھے کا انتظام کیا گیا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ایک خصوصی عطر (خلوق) کے ذریعے نواسہ کے سر کے بال اتارے گئے۔ بالوں کے ہم وزن چاندی راہ خدا میں تصدق کی گئی۔ پیغمبرؐ نے حسینؑ کو گود میں لے کر ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ پھر رو کر فرمایا "یا ابا عبد اللہ عزیز علی" یا ابا عبداللہ تجھ پر پڑنے والے مصائب میرے لئے بے حد گراں ہیں۔ اس کے بعد بارگاہ رب العزت میں فرمایا: اللھم انی اسئلک فیھما ما سالک ابراھیم فی ذریتہ اللھم انی اُحِبُّھُمَا واُحِبُّ مَنْ

بنجیبہمَا۔ پروردگار میں اپنے دونور ہائے نظر کے متعلق تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جیسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے بابت سوال کیا تھا۔ خداوندا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور اسے بھی دوست رکھتا ہوں جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ جب حسین علیہ السلام ایک سال کے ہوئے تو ملائکہ تعزیت کیلئے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے بارہ فرشتے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے۔ ان میں سے ایک نبی آدم کی شکل میں تھے۔ انہوں نے اپنے پروں کو کھول کر حسینؑ کا مرثیہ پڑھا اور تعزیت پیش کی۔ پھر ملکِ قطر نازل ہوا اس نے بھی تعزیت پیش کی۔ اس کے بعد مسلسل فرشتے تعزیت کے لئے آتے رہے۔ یہاں تک کہ کوئی ایسا فرشتہ باقی نہ بچا جس نے تعزیت نہ دی ہو۔ معتبر روایات میں یہ تمام واقعات درج ہیں۔ فرشتوں کا نازل ہونا صرف اس لئے تھا کہ وہ تعزیت کے ثواب میں شامل ہوں ورنہ حسینؑ کی شہادت کی خبر پہلے ہی جناب ختم المرسلین کو مل چکی تھی۔ ملائکہ نے تو تربت سید الشہداؑ کی خاک بعد میں جناب رسالتمآبؐ کو پیش کی تھی۔ تربت مطہر کی خاک لانے والے پہلے فرشتہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ روایت کے مطابق حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ سرور کونین کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ آپ کے گریہ کا سبب کیا ہے؟ کیا کسی نے آپ کو اذیت دی ہے؟ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ میرا نور نظر حسینؑ کربلا کی زمین پر قتل کیا جائے گا جبرئیل اپنے ساتھ کربلا کی خاک بھی لائے تھے۔ جب میں نے اس خاک کو سونگھا تو اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا اور وہ جس زمین پر قتل کیا جائے اس کا نام کربلا ہے۔

جب سید الشہداؑ کی عمر دو سال ہوئی تو خاتم المرسلینؐ سفر پر تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک مقام پر توقف کیا اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کی تلاوت فرمائی۔ سرور کونین کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ

کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ تو فرمانے لگے مجھے ابھی جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے کربلا کی زمین پر قتل کیا جائے گا۔ میں گویا اس کی قتل گاہ اور اس کی دفن ہونے کے مقام کو دیکھ رہا ہوں۔ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ اہلبیت کو اسیر کر کے ناقوں پر بٹھایا گیا اور میرے فرزند حسینؑ کے سر پر نگاہ منڈ الے گا مگر وہ جس کے قلب اور زبان میں خداوند کریم نے اختلاف پیدا کر دیا ہو۔ ایسے شخص کو خداوند عالم دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس لوٹے تو غمزدہ محزون تھے۔ اسی حالت میں منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں لوگوں کو پند و موعظہ کیا۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے داہنے ہاتھ کو امام حسنؑ کے سر پر اور دائیں ہاتھ کو امام حسینؑ کے سر پر رکھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی "اللھم ان محمداً عبدک ورسولک وھذان طایب عترتی وخیار اُمتی وافضل ذریتی وانا اخلفھما فی امتی" پروردگار بے شک محمد تیرا بندہ اور رسول ہے۔ یہ دونوں فرزند میری پاکیزہ ترین عترت ہیں۔ میرے منظور نگاہ اور میری بہترین ذریت ہیں اور میں نے انہیں امت میں اپنا جانشین قرار دیا۔ ابھی ابھی جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ "ان ولدی ھذا مقتول بالسّم والاخر شھید مضرّج بالدم اللھم فبارک لہ فی قتلہ واجعلہ من سادات الشھداء اللھم ولاتبارک فی قاتلہ وخاذلہ واصلہ حر نارک اُحشرہ فی اسفل درک من الجحیم" بہ تحقیق میرا نور نظر حسنؑ ہر زہر سے قتل کیا جائے گا اور یہ دوسرا فرزند اپنے خون میں پڑا پایا جائے گا۔ خداوندا اس قتل کو اس کے قاتل کے لیے مبارک نہ بنا۔ اس کے قاتل کو ذلیل و رسوا کر۔ آتش جہنم کو اس کا مقدر اور اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں قرار دے۔ یہ سن کر لوگوں نے بلند آواز سے رونا شروع کیا۔ جناب پیغمبر اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا "یاایھا الناس اتبکونہ ولاتنصرونہ" اے لوگو تم اس پر گریہ تو کر رہے ہو لیکن اس کی نصرت نہ کرو گے۔ "اللھم فکن انتَ ولیاً وناصراً" پروردگار تو خود اس کا سرپرست اور مدد کرنے والا بن جا۔ پھر فرمایا "یاقوم انی مخلف

فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی واردتی ومزاجمالی وثمرة فوادی ومھجتی لن یفترقاحتی یرداعلی الحواض الا وانی لاستلکم فی ذالک الا ما امرنی ربی ان استلکم عنہ استلکم عن المودة فی القربی فاحذروا وتلقونی غداً علی الحوض وقداذیتم عترتی وقتلم اھل بیتی وظلمتوھم انہ سیردعلی یوم القیامة ''اے قوم میں تم میں دوگراں بہاچیزیں چھوڑ رہا ہوں یعنی کتاب خدااور میری عترت۔ وہ میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا میوہ اور میری روح ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے جب تک قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ آ گاہ رہو کہ میں تم سے ان کے متعلق کوئی سوال نہ کروں گا۔ مگر وہی سوال کروں گا جس کے متعلق میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے اس لئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ میرے اقرباء سے مودت رکھو۔ پس ڈرو (ایسا نہ ہو کہ) کل کے دن قیامت میں حوض کوثر پر اس حالت میں مجھ سے ملاقات کرو کہ تم نے میرے اہل بیت کو قتل کیا اور میری عترت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہوں۔'' الا انہ سیردعلی یوم القیامہ ثلاث رایات من ھذہ الامہ الاولی رایة سوداء مظلمة قد فزعتمنھا الملائکہ فتقف علی واقول لھم من انتم فتنسون ذکری و یقولون نحن اھل التوحید من العرب فاقول لھم انّی احمد نبی العرب والعجم فیقولون نحن من امتک فاقول کیف خلفتمونی من بعدی فی اھل بیتی وعترتی و کتاب ربی فیقولون اما الکتاب فنبسمناہ واما العتراہ لغرصاان نبیدھم من حدید الارض فلما اسمع ذالک منھم اعرض عنھم وجھی فیصدرون عطاشامسودة وجوھھم'' آ گاہ رہو کہ اس امت میں سے تین علم جلد ہی قیامت کے دن مجھ سے ملاقات کریں گے، پہلا علم سیاہ اور گمراہی کا علم ہو گا۔ ملائکہ بھی اس سے خوفزدہ ہوں گے وہ میرے سامنے کھڑے ہوں گے۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ تم لوگ کون ہو؟ وہ جواب میں مجھے فراموش کردیں گے اور کہیں گے کہ ہم سب اہل توحید اور عرب کے رہنے

والے ہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ میں احمد پیغمبر ہوں جسے تمام عرب وعجم پر مبعوث کیا گیا۔ وہ کہیں گے کہ ہم آپ کی امت میں سے ہیں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد میرے اہلبیت، میری عترت، کتاب خدا اور پروردگار سے متعلق میری وصیت پر کس طرح عمل کیا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے کتاب خدا کو ضائع کردیا۔ آپ کی عترت کو فراموش کردیا۔ اور اس امر پر اہتمام کیا کہ روئے زمین سے ان کا وجود ختم کردیا جائے۔ جب میں یہ کلمات سنوں گا تو ان کی طرف سے منہ پھیر لوں گا۔ وہ حوض کوثر سے پیاسے ہی واپس لوٹ جائیں گے اور ان کے چہرے سیاہ اور تاریک ہو جائیں گے۔ "ثم ترد علی رایة اُخریٰ اشد سواداً من الاول فاقول کیف خلفتمونی من بعدی فی الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی فیقولون اما الاکبر فخالفناہ و اما الاصغر ممزقناھم کل ممزق فاقول الیکم عنی فیصدرون عطاشاً مسودہ وجوھھم"

اس کے بعد دوسرے پرچم والے میرے پاس آئیں گے جن کے پرچم کا رنگ پہلے پرچم والوں سے زیادہ سیاہ ہوگا۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے ثقلین یعنی کتاب خدا اور عترت کے بارے میں میری سفارش کا کیونکر خیال رکھا۔ وہ جواب میں کہیں گے ان میں سے اکبر کی مخالفت کی اور اصغر کو متفرق اور ضائع کردیا۔ میں ان سے کہوں گا کہ دور ہو جاؤ میرے سامنے سے وہ اس حالت میں پیاسے واپس لوٹ جائیں گے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

"ثم ترد علی رایة تلمع وجوھھم نوراً فاقول لھم من انتم فیقولون نحن اھل کلمة التوحید والتقویٰ من امة محمد المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و نحن بقیة اھل الحق حملنا کتاب ربنا وحللنا حلالہ وحرمنا حرامہ واحببنا ذریة نبینا محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ ونصرناھم من کل مانصرنا بہ انفسنا وقاتلنا معھم فاَنَا اُبَشِّرُھُم وَاَقُوْلُ لَھُم اَنَا نَبِیُّکُمْ محمد ولقد کنتم فی الدین کما قلتم ثم اسقاھم من حوض فیصدرون

مروین مستبشرین ثم یدخلون الجنۃ خالدین فیھا ابدالابدلین" اس کے بعد میرے پاس ایسے پرچم والے آئیں گے کہ جن کے چہروں سے نور جھلک رہا ہوگا میں ان سے کہوں گا کہ تم لوگ کون ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم صاحب کلمۂ توحید اور تقویٰ ہیں۔ ہم محمد مصطفیٰؐ کی امت سے ہیں۔ اور ہم ہی اہل حق کی یادگار ہیں۔ ہم نے پروردگار عالم کی کتاب کا خیال رکھا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ ہم نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے محبت کی ہم نے ہر اس چیز سے ان کی مدد کی جو ہمارے اختیار میں تھا۔ ہم نے ان کی نصرت میں ان کے دشمنوں سے جنگ کی۔ پھر میں انہیں بشارت دوں گا کہ میں ہی تمہارا پیغمبر محمد ہوں۔ درحقیقت دنیا میں تمہاری بودوباش کا طریقہ وہی تھا جیسا کہ کہہ رہے ہو۔ میں اپنے حوض (کوثر) سے سیراب کروں گا۔ وہ اس حالت میں واپس لوٹیں گے کہ سیراب ہو چکے ہوں گے اور انہیں بشارت دی جا چکی ہوگی۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ رہنے کے لئے بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ سید کونین کیلئے مظلوم کربلا کے مصائب اتنے گراں تھے کہ انہیں قید تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ گھر میں ہوں یا مسجد میں ہوں یا منبر پر، سفر میں ہوں یا حضر میں، قیام کی حالت میں ہوں یا قعود میں، جب بھی حسینؑ پر نظر پڑتی بے اختیار آنسو نکل پڑتے۔ نواسے کو اٹھا کر گود میں لیتے اور بوسہ دیتے اور گریہ کرتے فرماتے۔ نواسے کی نسبت سے وہ تمام کیفیات جو کسی انسان کیلئے باعث سرور مسرور بن سکتی ہیں جناب رسالتمآب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے باعث حزن واندوہ تھیں۔

ان کیفیات کی تفصیل یوں ہے کہ جب بھی سرور کونین چھوٹے نواسے کو گود میں لے کر ان کے سر کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو یہ خیال دامن گیر ہوتا کہ یہی سر نوک نیزہ پر چڑھایا جائے گا۔ بس یہ تصور آتے ہی آپ گریہ فرماتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے گویا میں اونٹوں کی پشت پر کچھ اسیروں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ میرے فرزند حسینؑ کا سر یزید کے دربار میں تحفتاً پیش کیا جا رہا ہے۔ جب حسینؑ کو گود میں بٹھاتے تو ان

کے رخسار پر نظر کر کے گریہ کرتے اور فرماتے ''یابن عباس کانی بہ وقد خضب شیبہ من دمہ یدعو فلا یجاب وَیَسْتَجِیْرُ فلا ینصر '' اے عباس کے فرزند گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کی داڑھی اس کے خون سے خضاب ہے۔ وہ نصرت کے لئے پکار رہا ہے لیکن اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ جب عید کے دن حسینؑ کو نئی پوشاک پہنے دیکھتے تو رونے لگتے اور یہ خیال ستانے لگتا کہ نواسہ کی لاش صحرائے کربلا میں عریاں پڑی ہوگی۔ کبھی دیکھتے کہ چھوٹا نواسہ اپنے پدر بزرگوار، والدہ معظمہ اور برادر والا مرتبت کے ساتھ لذیذ غذا تناول کر رہا ہے تو پہلے مسرور ہوتے، اور پھر رونے لگتے۔ کبھی خود نواسہ کے مصائب سناتے یا پھر جبرئیل نازل ہو کر بتاتے کہ اسی حسینؑ کے عیال واطفال کربلا میں اتنے پیاسے ہوں گے کہ دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو جائے گی۔ ان کے مردوں کو شمشیر ستم سے شہید اور اطفال ومخدرات کو قید کر کے در بدر پھرایا جائے گا۔ جب گلوئے مبارک کو بوسہ دیتے تو گریہ کرتے اور علی ابن ابیطالبؑ سے فرماتے اس فرزند کا خیال رکھنا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات جب کپڑا ہٹا کر بدن اطہر کو بوسہ دیتے تو چھوٹا نواسہ عرض کرتا ''یا جداہ لم تبکی'' اے جد بزرگوار آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرماتے ''اقبل موضع السیوف وابکی'' میں ان مقامات پر بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلوار سے زخم لگایا جائے گا۔ اور یہی میرے رونے کا سبب ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق سرور کونین نے فرمایا بیٹے تیرا گلا خنجر جفا سے کاٹا جائے گا۔ اور تیرا بدن مطہر شمشیر ظلم سے پارہ پارہ ہوگا۔ اسی ظلم کا تصور مجھے آنسو بہانے پر مجبور کر رہا ہے۔ جب حسینؑ کے لب و دندان ہائے گوہر کو چومتے تو یہی بھی فرماتے کہ ابن زیادہ و یزید ملعون کے دربار میں ان دانتوں کو چھڑی سے اذیت پہنچائی جائے گی۔ اس قیامت کی گھڑی میں زید بن ارقم دربار ابن زیاد موجود تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ شقی ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کے دانداں ہائے مبارک پر چھڑی مار رہا ہے تو ان سے رہا نہ گیا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اِرْفَعْ قَضِیْبَکَ عَنْ هَاتَیْنِ الشَّفَتَیْنِ فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ لا الٰہ الا ھو لقد رایت ثنایا رسول اللّٰہ تَرْشَفُ ثنایاہ'' ان لبوں

سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں میں نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔" وکان یوماً جالساً فی المسجد فدخل جماعۃ مِنْ قُرَیْشٍ مَعَهم عمر بن سعد فتغیر وجهه وحاله صلوات اللّٰه علیه فقالوا یا رسول اللّٰه ما اصابک فقال"

ایک دن رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے تھے کہ ایسے میں قریش کی ایک جماعت جس میں عمر بن سعد بھی شامل تھا مسجد میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی جناب رسالتمآب ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اصحاب نے سوال کیا" یا رسول اللہ کیا اتفاق رونما ہوا؟ آپ نے فرمایا: "اِنّی ذَکَرْتُ مَا یَلْقٰی اَهْلُ بَیْتِی مِنْ قَتْلٍ و ضَرْبٍ وَ شَتْمٍ وَتَطْرِیْدٍ و تَشْرِیْدٍ" میں بتلائے دیتا ہوں کہ میرے اہل بیت کو قتل کیا جائے گا۔ تازیانوں سے اذیت دی جائے گی ناسزا کہا جائے گا۔ اور وطن سے بے وطن کر دیا جائے گا۔" وان اول راسٍ یُحْمِلُ عَلَی الْرُّمحِ رَاسُ وَلَدِی الْحُسَیْنِ" وہ پہلا سر جو نیزے پر چڑھایا جائے گا میرے بیٹے حسینؑ کا سر ہوگا۔ جناب رسالتمآب ﷺ زندگی بھر ظلم کی اس داستان کو یاد کر کے روتے رہے۔ رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر مسلسل گریہ فرماتے۔ یہاں تک کہ حالتِ احتضار میں بھی حسینؑ کو پاس بلایا اور اپنے سینے سے اس طرح لپٹایا کہ بدن سے پسینہ کے قطرے سے سید الشہداؑ پر ٹپک رہے تھے اور فرمایا: مالی وَیَزِیْد لا بارَکَ اللّٰهُ فِی یَزِیْدِ اللّٰهُمَّ الْعَنْ یزید ثُمَّ غشی عَلَیْهِ فَاَفَاقَ" میں نے یزید کا کیا بگاڑا تھا۔ خداوند عالم یزید پر مبارک نہ کرے۔ پروردگارا یزید پر لعنت کر۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر غشی طاری ہوئی۔ جب افاقہ ہوا تو دوبارہ حسینؑ کو بوسہ دیتے رہے۔ اس دوران سید انس و جان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے۔ ساتھ ہی فرما رہے تھے۔" اَمَا اَنَّ لِی وَلِقَاتِلِکَ مَقَاماً بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" آگاہ رہو کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں میرے اور تمہارے قاتل کے درمیان مسلسل جنگ رہے گی۔ درج بالا یہ تمام واقعات مدینہ سے متعلق ہیں۔

کربلا میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس

۵۔ یہ مجلس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کربلا میں منعقد کی۔ جناب سرور کونین فرماتے ہیں۔ مجھے اس زمین پر لیجایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہاں مجھے وہ تمام مقامات دکھلائے گئے جہاں حسینؑ اور ان کے اصحاب کو قتل کیا جائے گا۔ جناب رسالتمآبؐ نے اسی مقام پر ایک مجلس منعقد کی اور ان پر گذرنے والے مصائب کی تفصیل بیان فرمائی۔

آنحضرت کی مجلس مدینہ میں

۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف فرماتے تھے۔ آپ کی خواہش پر سامنے کے تمام حجاب ہٹ گئے۔ آنکھوں کے سامنے حسینؑ کی قتل گاہ نظر آئی۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر تربت کی خاک اٹھالی۔ شاید وہی مٹی تھی جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب بی بی ام سلمہؓ کو دیا اور فرمایا "اِحْتَفِظِی بِهِ فَاِذَا صَارَ دَمًا فَاعْلَمِی اَنَّ الْحُسَیْنَ قَدْ قُتِلَ" اس خاک کو حفاظت سے رکھنا اور جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے بھی کربلا کی خاک بی بی ام سلمہ کو دی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

مجلس حضرت علی علیہ السلام کوفہ اور مدینہ میں

۷۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی مدینہ، کوفہ اور دیگر مقامات پر اپنے فرزند کے مصائب بیان کئے۔ آپ نے متعدد مقامات پر کبھی نظم میں اور کبھی نثر میں اپنے نور نظر کا

مرثیہ پڑھا۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

کانی بنفسی و اعقابہا وبالکربلاء ومحرابہا

فتخضب منا اللحیٰ بالدماء خضاب العروس باثوابہا

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اور میرے اولاد کی داڑھی کربلا اور محراب میں اس طرح خضاب خون سے زینت پائے گی جس طرح دلہن کو اس کے لباس سے زینت دی جاتی ہے۔ جس وقت محراب مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا فرق مبارک ابن ملجم ملعون کی تلوار سے شگافتہ ہوا تو اسی حالت میں اپنے نور نظر کو مخاطب کر کے فرمایا "یا ابا عبد اللہ انت شہید ھذہ الامۃ " یا ابا عبداللہ تم اس امت کے شہید ہو۔ اس وقت تمام اہل کوفہ جمع تھے۔ جناب امیر المومنینؑ نے ان سب کے سامنے حسینؑ پر گذرنے والے مصائب بیان کئے اور حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد جب امیر المومنینؑ کو بیت الشرف میں لایا گیا تو آپ زخمی سر کے ساتھ بستر پر تشریف فرما تھے۔ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا "فقد اقر اللہ بہ عینک یوم یقوم الناس لرب العالمین " میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا خرما کے درختوں کی شاخوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور زمیں تازہ خون سے پر ہو گئی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا نور نظر حسینؑ خون دریا میں غوطے کھا رہا ہے۔ وہ مدد کے لئے پکار رہا ہے اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں اور گویا کہ......

اور دیگر مخدرات اطراف میں موجود تھیں بیٹے کو دیکھ کر فرمایا "یا بنیہ کانی وبنساء اھلبیتک اساری فی ھذہ البلد تخافون ان یتخطفکم الناس...... اے میرے نور نظر گویا میں تمہیں اور تمہارے اہل بیت کو اسی شہر میں اسیر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ یہ قوم تمہیں اسیر نہ کرے...... اس سے قبل مدینہ میں جب اپنے بیٹے حسینؑ پر نگاہ پڑی تو گریہ کرتے اور فرماتے "یا عبرۃ کل مومن " اے وہ جس کا نام ہر مومن کے لیے باعث گریہ ہے۔ جواب میں آپ فرماتے "فیقول انا یا ابتاہ فقال نعم " پدر بزرگوار کیا میرا نام ہر مومن کیلئے باعث گریہ ہوگا تو فرماتے ہاں اے میرے نور نظر ایسا ہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی تین مجالس کربلا میں

۸۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کربلا میں تین مواقع پر اپنے نور نظر کی مجلس برپا کی۔ پہلی مجلس وہی جسے مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ہمرکاب تھا۔ جب آپ کا لشکر سرزمین نینوا میں فرات کے کنارے پہنچا تو آپ نے بلند آوز سے مجھ سے فرمایا "یابن عباس العرف هذا الموضع قلت له ما اعدوه یا امیر المؤمنین" اے پسر عباس کیا تم اس زمین کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی یا امیر المومنین میں اس زمین سے واقف نہیں۔ فرمایا "لو عرفته كمعرفتي لم تكن تجوزه حتى تَبْكِيْ كبكائي" اگر تم اس زمین کو اس طرح پہچانتے جس طرح میں اس سے واقف ہوں تو میری طرح گریہ کیے بغیر یہاں سے نہ گذرتے۔ اس کے بعد آپ نے اتنا گریہ کیا کہ آپ کے محاسن اقدس آنسوؤں سے تر ہو گئے اور اشک کے قطرے سینہ مبارک پر جاری ہو گئے۔ پھر ہم سب نے آپ کے ساتھ مل کر گریہ کیا۔ آپ فرما رہے تھے "اوه اوه مالي و لآل ابي سفيان مالي و لآل حرب حزب الشيطان وَاَلِيۡكَ صبرا يا اباعبدالله فقد لقي ابوک مثل الذي تلقى منهم" آہ آہ میں نے آل سفیان کا کیا بگاڑا تھا۔ میں نے آل حرب، گروہ شیطان اور اولیائے کفر کا کیا بگاڑا تھا۔ یا ابا عبداللہ صبر کرنا کہ جس طرح انہوں نے تمہارے باپ پر مظالم ڈھائے تھے اسی طرح تم پر بھی ظلم کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے پانی مانگا، وضو کیا اور کافی دیر تک نماز میں مصروف رہے۔ پھر دوبارہ گذشتہ جملے کی تکرار کی اور نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کیلئے سو گئے۔ بیدار ہونے کے بعد مجھے آواز دی۔ میں نے عرض کی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا میں تمہیں آگاہ کروں کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی یا امیر المومنینؑ جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے وہ خیر

ہے۔ آپ نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا کہ چند افراد آسمان سے اترے ہیں جن کے ساتھ کچھ سفید پرچم ہیں۔ انہوں نے اس زمین کے اطراف ایک خط کھینچا میں نے دیکھا۔ "کان هذه النخیل قد ضربت باغصانها الارض تضطرب بدم عبیط وکانی بالحسین سخلتی وفرخی ومضغتی ومخی قد غرق فیه یستغیث فلا یغاث وکان الرجال البیض قد نزلوا من السماء ینادونه ویقولون صبراً یقولون یا ابا الحسن البشر۔ سفید پوش افراد پکار کر حسینؑ سے کہتے ہیں۔ فرزند رسول صبر فرمائیں۔ آپ اشرار کے ہاتھوں قتل کر دیئے جائیں گے۔ یا ابا عبداللہ یہ جنت آپ کی منتظر ہے۔ یہ لوگ مجھے تعزیت پیش کرتے تھے اور کہتے تھے یا ابالحسن آپ کو مبارک ہو روز قیامت اس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑنے لگی۔ اس کے فوراً بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ والذی نفس علی بیده لقد حدثنی الصادق المصدق ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی ساراها فی خروجی الی اهل البغی علینا وهذه الارض کرب وبلاء یدفن فیها الحسین وسبعة عشر رجلامن ولدی وولد فاطمه انها لفی السموات معروفة تذکر ارض کرب وبلاء کما تذکر بقعة الحرمین وبقعة بیت المقدس۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے جس وقت میں باغیوں کی سرکوبی پر مامور تھا، صادق ومصدق ابو القاسم محمدؐ نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ کرب وبلا کی سرزمین ہے اور اس سرزمین میں حسینؑ اور میری اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے سترہ افراد دفن ہوں گے۔ یہ زمین کرب وبلا کے نام سے آسمانوں میں اسی طرح مشہور ہے جس طرح زمین پر حرمین اور بیت المقدس۔ پھر فرمایا ابن عباس اس صحرا کے قرب وجوار میں ہرن کی مینگنیاں ڈھونڈو۔ خدا کی قسم یہ سچ ہے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کا رنگ زرد ہو کر زعفران کی مانند ہو گیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے حسب الامر ڈھونڈا اور انہیں ایک مقام پر یکجا کیا۔ میں نے پکار کر امیر المومنینؑ کو آواز دی کہ میں نے انہیں ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ انہی خصوصیات کی حامل ہیں جو آپ نے بیان

فرمائی تھیں۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا: "صدق اللہ و رسولہ اللہ اور اس رسول نے سچ کہا ہے۔ آپ اپنے مقام سے اٹھے اور تیزی کے ساتھ اس مقام پر پہنچے۔ انہیں اٹھایا استشمام کیا اور فرمایا "ھی ھیی بعینھا" ہاں ہاں یہ بعینہ وہی ہے۔ ابن عباس کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسی مینگنیاں ہیں؟ جناب عیسیٰ بن مریمؑ نے بھی ان کا استشمام کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریین کی ایک جماعت کے ساتھ اس صحرا سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا کے ہرن ایک جگہ جمع ہو کر گریہ کر رہے ہیں۔ جناب عیسیٰؑ اور ان کے حواریین ایک جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ گریہ کرنے لگے گرچہ حواریین نے بھی ان کی متابعت میں گریہ کیا لیکن انہیں اس گریہ کا سبب معلوم نہ تھا۔ انہوں نے عرض کی، یا روح اللہ کیا امر آپ کے گریہ کا سبب بنا؟ آپ نے جواب دیا اس سرزمین پر پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ طاہرہ جناب بتول کا فرزند قتل اور دفن کیا جائے گا۔ یہ سرزمین اس پاک و پاکیزہ طینت کا مقام دفن ہے جو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے وہ اس فرزند کی طینت ہے جو مقام شہادت پر فائز ہوئی۔ وھذا یکون طنت الانبیاء والاود الانبیاء اسی طرح پیغمبروں اور ان کے اولاد کی طینت جلا پاتی رہے گی۔ ان ہرنوں نے مجھ سے کلام کیا ہے اور کہا کہ اس فرزند عالی مقام کی قربت کا اشتیاق ہمیں اس زمین پر کھینچ لایا ہے ہم اس سرزمین پر ہر دشمن کے خوف سے محفوظ ہیں۔ آپ نے ان مینگنیوں کو اٹھایا اور سونگھا پھر فرمایا مینگنیوں کی یہ خوشبو اس سبزہ کی خوشبو کی وجہ سے ہے جو اس خاک میں پائی جاتی ہے "اللھم فابقھا ابداً حتی یشمھا ابدہ" خداوندا انہیں اس وقت تک باقی رکھ جب تک ان کے والد گرامی ان کا استشمام نہ کرلیں۔ فیکون لہ عزاء وسلوۃ تاکہ ان کے دل کے لئے صبر و قرار کا باعث بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آج تک باقی ہیں لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ان کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وھذا ارض کرب و بلاء یہ زمین کرب و بلا کی سرزمین ہے۔ امیر المومنینؑ نے اس مقام پر باآواز بلند فرمایا یارب عیسیٰ بن مریمؑ "لا تبارک فی قتلہ والمعین علیہ الخاذل لہ، اے عیسیٰ

بن مریم کے رب اس کے قاتلوں اور اس قتل میں مدد کرنیوالوں کے لئے ذلت ورسوائی کا سامان کر۔ امیر المومنینؑ نے بہت زیادہ گریہ کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ روئے۔ امام روتے روتے زمین پر گر کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو تھوڑی سے مینگنیاں اٹھا کر ردا کے گوشہ میں باندھ لیں اور ان میں سے مجھے بھی تھوڑا سا دے کر فرمایا: **یا ابن عباس اذا رایتها تنفجر دما عبیطاً و یسیل منها دم عبیط فاعلم ان ابا عبدالله قد قتل بها ودفن** ۔ ابن عباس، جب تم دیکھو کہ ان سے تازہ خون جاری ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اس کی بعض روایات سے زیادہ حفاظت کی اور اسے ہمیشہ آستین کے ایک طرف باندھے رکھتا اور گاہ بگاہ اسے کھول کر دیکھا کرتا۔ یہاں تک کہ ایک رات جب میں سو کر اٹھا میں نے دیکھا کہ اس مٹی میں سے تازہ خون ابل رہا ہے۔ میری آستین خون سے بھر گئی۔ میں گریہ کرنے لگا اور اپنے آپ سے کہا "**قد قتل واللّٰه الحسین**" خدا کی قسم حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ خدا کی قسم علیؑ نے جو کچھ مجھ سے بیان کیا وہ حرف بحرف سچ تھا۔ انہوں نے مجھے جو جو باتیں بتائیں وہ سب سچ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو جو باتیں بیان کیں وہ ان کے غیر سے نہ سنی گئیں میں نالہ وفریاد کرتا ہوا گھر سے باہر آیا صبح قریب تھی خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ مدینہ پر ایک گھمبیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں کو کچھ بھائی نہ دیتا تھا۔ جب سورج نکلا تو میں نے دیکھا کہ اس پر گہن لگ چکا تھا اور مدینہ کے در و دیوار تازہ خون سے سرخ ہو رہے تھے۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر گریہ وزاری کی در و دیوار تازہ خون سے سرخ ہو رہے تھے۔ میں نے کہا "**قد قتل واللّٰه الحسین**" خدا کی قسم حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔

میں نے ایک مکان سے آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا "**اصبروا آل الرسول قتل فرخ البتول نزل الروح الامین ببکاء وعویل۔**" اے آل رسول صبر کریں، بتول کا پیارا قتل کر دیا گیا اور جناب جبرئیل نے ان پر آنسو بہانے کے لئے اس آواز کے ساتھ گریہ کیا۔ میں نے وہ ساعت یاد رکھی محرم کا مہینہ تھا اور دس دن گزر چکے تھے۔ جب قتل حسینؑ کی

خبر مدینہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ قتل کی تاریخ وہی محرم کی دسویں تھی۔ میں نے اس واقعہ کو ان لوگوں کو سنایا جو حضرت کے ساتھ تھے۔ سب نے کہا واللہ سمعنا ما سمعت۔ خدا کی قسم ہم نے بھی وہی آواز سنی۔ ہم معرکہ کربلا میں تھے ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ یہ آواز کس کی ہے لیکن اندازہ لگایا کہ آواز دینے والے جناب خضر ہی ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلہ کی دوسری مجلس ہرثمہ بن ابی مسلم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جنگ صفین میں علی بن ابی طالبؑ کا ہمرکاب تھا صفین سے واپس لوٹتے وقت جب ہم سرزمین کربلا پر پہنچے تو امیر المومنین علیہ السلام نے وہاں نماز ادا کی۔ وہاں کی خاک اٹھا کر سونگھی اور فرمایا "لک ایتھا التربۃ لیحشرن منک اقوام یدخلون الجنۃ بغیر حساب "خوش قسمت ہے تو اے کاش کہ تجھ سے ایسے افراد محشور ہوں گے کہ جو بے حساب و کتاب داخل بہشت کیے جائیں۔ ہرثمہ اپنی زوجہ کے پاس آئے جو امیر المومنین علیہ صلوٰۃ اللہ الملک المنان کے شیعوں میں سے تھی۔ ہرثمہ نے زوجہ سے کہا آؤ آج میں تجھ سے تیرے آقا ابو الحسنؑ کی ایک حدیث بیان کروں۔ جب تیرے آقا زمین کربلا پر وارد ہوئے تو آپ نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر اس زمین کی خاک اٹھا کر فرمایا خوش نصیب اے خاک کہ تجھ سے ایسی قومیں پیدا ہوں گی جو بغیر حساب و کتاب داخل بہشت ہوں گی۔ وہ خوش اعتقاد ضعیفہ کہنے لگی بے شک امیر المومنین علیہ السلام جو فرماتے ہیں وہ حقیقت ہے اس کے بعد جب سید الشہداؑ سرزمین عراق پر پہنچے، ہرثمہ کہتا ہے میں بھی اس گروہ کے ساتھ جسے عبید اللہ بن زیاد نے سید الشہداؑ سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب میں نے اس مقام کو اور ان درختوں کو دیکھا تو مجھے امیر المومنینؑ کی وہ حدیث یاد آئی۔ میں اپنے ناقہ پر سوار ہو کر سید الشہداؑ کی خدمت میں پہنچا سلام کیا جو کچھ میں نے ان کے پدر بزرگوار سے سنا تھا، وہ بیان کیا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں امیر المومنینؑ وارد ہوئے تھے۔ سید الشہداؑ نے فرمایا "معنا انت ام علینا "کیا تم ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے غیر کے ساتھ۔ وہ کہنے لگا نہ آپ کے ساتھ ہوں اور نہ آپ کا مخالف ہوں کیونکہ کوفہ میں میرا ایک گھر ہے۔ مجھے ڈر ہے عبید اللہ

ابن زیاد کے ہاتھوں اسے نقصان نہ پہنچے۔ سید الشہداءؑ نے فرمایا اب جبکہ تم ہماری نصرت نہ کرو گے تو "فامض حیث لاتری لنا مقتلاً ولا تسمع لنا صوتاً فوالذی نفس حسین بیدہ لایسمع الیوم واعیتنا احد فلا ینصرنا الا اکبہ اللہ بوجہہ فی نار جھنم" یعنی ہر ترجمہ یہاں سے ایسی جگہ چلے جاؤ کہ ہمارے مقام شہادت کو نہ دیکھو اور ہماری آواز کو نہ سن سکو اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حسینؑ کی جان ہے وہ شخص جو اس دن ہمارے صدائے استغاثہ کو سنے اور ہماری نصرت نہ کرے خداوند عالم جہنم کو اس کا ٹھکانہ قرار دے گا۔

تیسری مجلس امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپؑ فرماتے ہیں "مر علی علیہ السلام بکربلا فی اثنین من اصحابہ "علیؑ اپنے دو اصحاب کے ساتھ زمین کربلا سے گزرے۔ فلما مر بھا ترقرقت عیناہ للبکاء۔ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے پھر فرمایا: "مناخ رکابھم ھذا ملقی رحالھم وھھنا تھراق دمائھم طوبی لک من تربت علیک تھراق دماء الاحبہ"

(۹) جناب صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ طیبہ میں اتنی کثرت سے مجالس کا انعقاد کیا کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ کیونکہ جب بھی آپ کے سامنے کربلا کے مختلف واقعات سنائے جاتے آپ مرثیہ کہتیں اور از حد گریہ فرماتیں۔

(۱۰) جناب ام ایمن نے مدینہ میں علیا مکرمہ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے سامنے حسینؑ کا مرثیہ پڑھا۔ آپ نے اس موقع پر پیغمبر کی وہ طویل حدیث روایت کی جس میں سید الشہداءؑ کے قتل، گھوڑے سے گرنے کی جگہ اور لاشوں کے بے غسل و کفن رہنے کا تذکرہ کیا گیا ہے یہی حدیث جناب زینب کبریٰؑ نے قتل گاہ میں حضرت سید سجادؑ کو اس وقت بیان فرمائی جب آپ نے دیکھا کہ شہداء کی مطہر لاشیں زمین پر بکھری پڑی ہیں اور اہلبیت اسیر کر کے کوفہ سے لے جا رہے تھے۔

(۱۱) امام حسن علیہ السلام نے وقت آخر مدینہ طیبہ میں حضرت حسینؑ کے مصائب

کا تذکرہ کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ کی شہادت نزدیک تھی۔ زہر کا اثر بدن مبارک پر بڑھتا جارہا تھا۔ جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر طشت میں گررہے تھے۔ ایسے میں حسینؑ اندر داخل ہوئے۔ بھائی کو اس حال میں دیکھ کر بانہوں میں ہاتھ ڈال دیئے اور بے اختیار گریہ شروع کیا۔ حسینؑ فرمانے لگے "مایبکیک یا ابا عبد اللہ" یعنی ابا عبداللہ کس چیز نے آپ کو رلایا۔ عرض کی "ابکی لماصنع بک" مجھے آپ کی مصیبت پر رونا آرہا ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا "لا یوم کیومک یا ابا عبد اللہ یزدلف الیک ثلاثون الف رجل یدعون انھم من امۃ جدنا و ینتحلون دین الاسلام و یجتمعون علی قتلک و سفک دمک وانتھاک حرمتک و سبی ذراریک ونسائک فعندھا المطر السماء دما و رمادا و یبکی علیک کل شئ حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار۔ یا ابا عبداللہ یہ دن آپ کے مصائب سے بڑھ کر نہیں۔ جس وقت تیس ہزار افراد جمع ہو کر دعویٰ کریں گے کہ ہمارے جد کی امت سے ہیں اور دین اسلام کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ وہ سب تمہیں قتل کرنے تمہارا خون بہانے، تیری حرمت کو لوٹنے اور تیرے عیال و اطفال کو اسیر کرنے کے لئے جمع ہوں گے ایسے وقت آسمان سے خاک و خون کی بارش ہوگی۔ ہر شے تیرا ماتم کرے گی۔ یہاں تک کہ جنگل کے وحشی درندے اور پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی تجھ پر گریہ کریں گی۔

(۱۲) جب ولید نے بیعت یزید پر اصرار کیا اور امام حسین علیہ السلام نے محسوس کیا کہ اب مدینہ چھوڑے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ راتوں رات بیت الشرف سے نکل کر اپنے جد بزرگوار کی قبر پر پہنچے اور عرض کی "السلام علیک یا رسول اللہ، انا الحسین بن فاطمۃ فرخک وابن فرختک وسبطک الذی خلفتنی فی امتک فاشھد علیھم یا نبی اللہ انھم قد خذلونی وضیعونی ولم یحفظونی وھذہ شکوائی الیک حتی القاک۔ اے اللہ کے رسول آپ پر میرا سلام ہو۔ میں آپ کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ ہوں۔ آپ نے مجھے اپنی امت کے درمیان امانت قرار دیا تھا۔ اے پیغمبر خداؐ آپ

گواہ رہیں کہ انہوں نے میری بے حرمتی کی۔ مجھے ضائع کیا اور میرے بارے میں آپ کی وصیت کا پاس نہ رکھا۔ میں آپ سے ان کی شکایت کرتا ہوں تاوقتیکہ آپ سے ملاقات نہ ہو جائے۔ اس کے بعد تسبیح و تحلیل الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ولید نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حسین علیہ السلام مدینہ سے نکلے ہیں یا نہیں؟ کسی کو حسین علیہ السلام کے گھر روانہ کیا اس شخص نے ولید کو خبر دی کہ حسین علیہ السلام گھر پر نہیں۔ ولید نے یہ سن کر خدا کا شکر جس نے حسینؑ کو مدینہ سے باہر نکالا اور مجھے ان کا خون بہانے سے محفوظ رکھا۔ جب رات گزر کر صبح نمودار ہوئی تو حسین علیہ السلام دوبارہ بیت الشرف میں واپس آئے۔

دوسری رات آپ دوبارہ جد گرامی کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ چند رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "اللھم انی حرب المعروف و انکر والمنکر و انا اسئلک یا ذو الجلال و الاکرام بحق البقر و من فیہ الا اخترت حی ماھو لک رضی ولرسولک رضا" پروردگار! میں معروف سے محبت کرتا ہوں اور منکر سے نفرت۔ اے صاحب جلال و اکرام میں تجھ سے اس قبر اور صاحب قبر کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ میرے لئے اس امر کو پسند فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا شامل ہو۔ اس کے بعد آپ نے قبر مطہر کے پاس بیٹھ کر گریہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپ نے اپنے رخسار مبارک کو قبر پر رکھا اسی حال میں آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور ان کو دائیں بائیں آگے اور پیچھے سے ملائکہ مقربین نے گھیر رکھا ہے۔ پیغمبر نزدیک آئے اور حسینؑ کو سینہ سے لپٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:

حبیبی یا حسین کانی اراک عن قریب مرملا بدمائک ملبوحاً بارض کرب و بلاءٍ من عصابۃ من امتی و انت مع ذالک عطشان" لاتسقی وظمان" لاتزوی و ھم مع ذالک یرجون شفاعتی لاانالھم اللہ سفاعتی یوم القیامۃ حبیبی یا حسین ان اباک و امک و اخاک قدمو یلی

وھم مشتاقون الیک وان لک فی الجنان للدرجات لن تنالھا الا بالشہادۃ۔

اے میرے حبیب حسینؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد سرزمین کربلا میں تم اپنے خون میں تڑپو گے۔ تجھے میری امت کا ایک گروہ بھوکا اور پیاسا قتل کرے گا۔ اس کے باجود وہ مجھ سے شفاعت کی توقع رکھیں گے۔ خدا روز قیامت انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ میرے لخت جگر حسینؑ آپ کے والد آپ کی والدہ اور آپ کا بھائی سب میرے پاس جمع ہیں اور ملاقات کے بے چین ہیں۔ بے شک تیرے لئے بہشت میں ایسے درجات ہیں جنہیں تم شہادت کے بعد ہی حاصل کرسکو گے۔ حسینؑ جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتے ہیں:

یا جداہ لا حاجۃ لی فی الرجوع الی الدنیا فخذنی الیک فادخلنی معک فی قبرک۔

اے جد بزرگوار مجھے طلب دنیا کی کوئی خواہش نہیں۔ مجھے اپنے پاس بلالیں اور اپنے ساتھ قبر میں داخل کرلیں۔ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

لابدلک من الرجوع الی الدنیا حتی ترزق الشہادۃ و ما کتب اللہ فیھا من الثواب العظیم۔ تمہارے لئے طے ہے کہ دنیا کی طرف واپس جاؤ تاکہ شہادت نصیب ہو اور اس سعادت اور عظیم ثواب کو حاصل کرو جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ بے شک، حسینؑ تم، تمہارے والد، تمہارے عم اور والد کے عم سب روز قیامت ایک ساتھ محشور ہوں گے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد حسین علیہ السلام بیدار ہو گئے اس دردناک واقعہ کو اپنے اہلبیت اور اولاد عبد المطلبؑ کے لئے بیان کیا۔ اس دن عالم شرق وغرب میں اہل بیت رسولؐ سے زیادہ کوئی قوم محزون و غمگین نہ تھی اور عالم میں کوئی شے ایسی نہ تھی جس نے اس دن سے زیادہ گریہ کیا ہو۔

اے میرے نور نظر مدینہ سے عراق کی طرف سفر کر کے مجھے محزون نہ کرو۔ کیونکہ میں نے آپ کے جد بزرگوار کو یہ کہتے سنا ہے کہ میرا بیٹا حسین عراق میں اس زمین پر قتل کیا

جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یا اماہ وانا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لا محالۃ ولیس لی من ھذا بد وانی واللہ عرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من یقتلنی واعرف البقعۃ التی ادفن فیھا وانی اعرف من یقتل من اھل بیتی وقرابتی وشیعتی۔

اماں خدا یہ چاہتا ہے کے مجھے مظلوم قتل کیا جائے۔ مرضی الٰہی یہ ہے کہ میرے حرم، اقربا اور اہل وعیال کو اور اطفال کو در بدر، اسیر، مذبوح ومظلوم دیکھے وہ دیار غیر استغاثہ بلند کریں اور کوئی ان کا یاور ومعین نہ ہو۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے عرض کی میرے پاس آپ کے قبر کی تربت موجود ہے جسے آپ کے جد بزرگوار نے میرے سپرد کیا تھا۔ اور میں نے اسے ایک شیشی میں محفوظ کرلیا ہے سید الشہداؑ نے فرمایا۔

واللہ انی مقتول کذلک وان لم اخرج الی العراق یقتلونسنی

بخدا میں اسی طرح مظلوم کیا جاؤں گا اور اگر میں عراق کا سفر اختیار نہ کروں جب بھی یہ لوگ مجھے قتل کردیں گے۔ آپؑ نے تھوڑی سے خاک شیشی میں رکھ کر جناب ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا اسے بھی اس شیشی کے برابر میں رکھ دیں جو میرے جد بزرگوار نے آپ کو دی تھی۔ "فاذا فاضتا دما فاعلمی انی قدقتلت" جب ان شیشیوں میں خون ابلنے لگے تو سمجھ لینا کہ میں قتل کردیا گیا۔

(۱۴) امام کی پھوپھیوں نے مدینہ کے باہر مجلس غم برپا کی۔ جب آپ نے مدینہ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، بنی عبدالمطلب کی عورتیں جمع ہوکر نوحہ وفریاد کرنے لگیں۔ جب سید الشہداؑ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔

انشدکم اللہ ان تبدین ھذا الامر معصیۃ اللہ ولرسولہ۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اس امر کو لوگوں پر ظاہر نہ کرنا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے۔ بنی عبدالمطلب کی عورتوں نے عرض کی ہم کیونکر گریہ ماتم نہ کریں کہ یہ دن ہمارے لئے اس دن سے کم نہیں جب حضرت پیغمبرؐ اور علیؑ وفاطمہؑ نے اس دنیا سے

رحلت کی۔ امام کی بعض پھوپھیوں نے روتے ہوئے امام سے کہا حسینؑ آپ گواہ رہیں کہ میں نے جنات کے ایک گروہ کو جو آپ پر گریہ ماتم کر رہے تھے یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

وان قتیل الطف من آل ہاشم اذل رقاباً من قریش فذلت

حبیب رسول اللہ لم یک فاحشا ابانت مصیبتک الانوف وجلت

بیشک بنی ہاشم سے شہید کربلا کے قتل نے قریش کو رسوا کر دیا۔ وہ رسول خدا کا محبوب تھا جس نے کوئی خلاف کی تھی۔ اے حسینؑ تیری مصیبت نے ہمارے سروں کی عزت چھین لی۔

وہ جنات یہ مرثیہ پڑھ رہے تھے۔

ابکو حسیناً سیداً ولقتلہ شاب الشعر

ولقتلہ زلزلتم ولقتلہ انکسف القمر

واحمرت آفاق السماء من العشیۃ والسحر

وتغیرت شمس البلاد بھم واظلمت الکور

ذاک ابن فاطمۃ المصاب بہ الخلائق البشر

اورثنا ذلا بہ جدع الانوف مع الغرر

یعنی حسین علیہ السلام پر گریہ کرو کہ قوم کا سید و سردار ہے اس کے قتل سے بال سفید ہو گئے زمین میں زلزلہ آیا۔ چاند میں گہن لگ گیا۔ افق آسمان پر صبح و شام سرخی چھا گئی۔ شہروں میں آفتاب چھپ گیا اور سیاہی چھا گئی۔ یہ ہے وہ فرزند فاطمہؑ جس کے سبب سے تمام خلقت اور بشریت مصیبت زدہ ہو گئی۔ اس کا قتل ذلت و رسوائی کا سبب بنا جس کی وجہ سے عزیز ذلیل ہو گئے۔

(۱۵) یہ مجلس خود سرور شہیداں نے منعقد کی۔ آپ جیسے ہی مدینہ سے باہر تشریف لائے ملائکہ کا ایک گروہ نازل ہوا۔ وہ سب بہشتی ناقوں پر سوار ہاتھوں میں مخصوص نشان اور اسلحہ جنگ سے آراستہ تھے۔ انہوں نے سرور شہیداں کو سلام کیا اور عرض کیا۔

یا حجۃ اللہ علی خلقہ بعد جدہ و ابیہ ان اللہ سبحانہ امد جدک بنا

فی مواطن کثیرۃ وان اللہ امدک بنا.

اے وہ جو آپ کے جد، والد اور بھائی کے بعد خلق پر خدا کی حجت ہیں۔ بیشک خداوند سبحانہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر ہمارے ذریعہ آپ کے جد کی مدد کی ہے اور اب پروردگار عالم نے ہمیں آپ کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔ فقال لھم الموعد حفرتی وبقعتی التی استشھد فیھا وھی کربلا فاذا وردتھا فاتونی ۔ آپ نے فرمایا۔ آپ سے میری وعدہ گاہ میرا مقام قتل وہی ہے جہاں میں دفن کیا جاؤں گا اس مقام کا نام کربلا ہے۔ جب میں وہاں پہنچ جاؤں تو میری ملاقات کیلئے آنا ملائکہ نے عرض کی یا حجۃ اللہ مرنا نسمع ونطیع فھل تخشی من عدو یلقاک فنکون معک ۔ اے حجت خدا آپ ہمیں حکم دیجئے ہم اطاعت کریں گے۔ کیا آپ کو دشمنوں سے خوف ہے کہ ہماری موجودگی کی وجہ سے ان سے آپ کی مڈبھیڑ ہو جائے گی۔

فقال لا سبیل لھم علی ولا یلقونی بکریھۃ واصل الی بقعتی

(جفا کاروں کا نام نہ لیا)

آپ نے فرمایا ان کیلئے میری نسبت کوئی چارہ کار نہیں۔ وہ بکرامت مجھ سے ملاقات نہ کریں گے۔ مگر یہ کہ میں اپنے مقام دفن پر نہ پہنچ جاؤں۔

(۱۶) جب حسین علیہ السلام مدینہ سے باہر تشریف لے گئے مسلمان اجنہ کی فوج خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی۔ یاسیدنا نحن شیعتک وانصارک فمرنا بامرک وماتشاء ولو امرتنا بقتل کل عدو لک وانت بمکانک لکفیناک ذالک ۔ اے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں۔ آپ جو چاہیں امر فرمائیں اگر آپ ہمیں تمام دشمنوں کے قتل کا حکم دیں تو آپ کے اپنے مقام سے ہٹنے سے پہلے ہم ان کا کام تمام کر دیں گے۔ فجزاھما الحسین خیراً۔ سید الشہداء نے انہیں جزائے خیر کی دعا دی اور فرمایا، کیا تم نے کتاب خدا کا جو میرے جد رسول خدا پر نازل ہوئی مطالعہ نہیں کیا۔ خدا فرماتا ہے اینما تکونو یدرککم الموت ولو کنتم فی

بروج مشیدۃ۔ظاہر معنی یہ کہ تم جہاں بھی ہو موت تمہیں آلے گی گرچہ مضبوط و پائیدار بروج ہی میں کیوں نہ ہو۔

خداوند سبحانہ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم ۔ظاہر معنی یہ کہ جن لوگوں کے لئے قتل ہونا لکھ دیا گیا ہے وہ اپنے قبور اور ابدی آرام گاہوں کی طرف نکل پڑے ہیں۔پس اگر میں اپنے مقام پر رہوں تو اس ہلاک ہونے والی مخلوق کا کیونکر امتحان لیا جا سکے گا اور کیا چیز انہیں مقام اختیار پر قرار دے گی۔
ومن شایکو ساکن حفرتی بکربلا اور کربلا میں کون میری قبر پر مجاور بن کر رہے گا؟
وقد اختارہ اللہ لی یوم دحی الارض وجعلہ معقلاً لشیعتنا ویکون لھم امانافی الدنیا ولاخرۃ۔

جس دن خدا نے زمین کو فرش قرار دیا اسی دن رب کریم نے کربلا کو میرے لئے پسند فرمایا اور اس زمین کو شیعوں کے لیے دنیا اور آخرت میں جائے پناہ قرار دیا۔تم شنبہ کو جبکہ عاشورا ہوگا حاضر ہونا اسی دن عصر کے ہنگام میں شہید کر دیا جاؤں گا۔

ولایبقی بعدی مطلوب من اُھلیتی ونسبی واخوتی واھل بیتی وُیسار براسی الی یزیدلعنۃ اللہ۔

میرے بعد میرے اہل بیت علیہ السلام سے کوئی ایسا نہ بچے گا جس کے قتل کے درپے ہوں میرے اہل بیت اور میری بہنیں اسیر کر لی جائیں گی۔میرے سر کو یزید علیہ اللعنۃ کے پاس لے جایا جائے گا۔جنات کے گروہ نے عرض کی:

نحن واللہ یا حبیب اللہ وابن حبیبہ لولاان امرک طاعتہ ولایجوزلنا مخالفتک قتلنا جمع اعدائک قبل ان یصلوا الیک۔

اے حبیب خدا اور حبیب خدا کے فرزند اگر خدا آپ کی اطاعت کو واجب نہ کرتا اور آپ کے امر کی مخالفت حرام نہ ہوتی تو ہم آپ کے دشمنوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے۔آپ نے جواب دیا۔

نحن و اللہ اقدر علیھم منکم و لکن لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حیسی عن بینۃ۔

خدا کی قسم ہم آپ سے زیادہ اس امر پر قادر ہیں کہ اپنے دشمنوں کو دفع کریں لیکن ضروری ہے کہ دشمن کو دلیل و بینہ کے ساتھ ہلاک کیا جائے اور جو شخص دلیل کی رو سے مارا جائے گا تو اگر وہ زندہ کیے جانے کے قابل ہو تو دلیل کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔

(۱۷) اس موقع پر خود سید الشہداؑ نے مکہ معظمہ میں حجاج بیت اللہ کو مخاطب کر کے اپنے قتل کی اطلاع دی اور فرمایا:

الحمد للہ وماشاء اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

پھر پیغمبر پر صلوٰت وسلام کے بعد فرمایا:

خط الموت علی ولد آدم مخط القلادۃ علی جید الفتاۃ وما اولھنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب یوسف وخیری لی مصرع، انالاقیہ کانی باوصالی یتقطعھا عسلان الفلوات بین نواویس و کربلا فیملأن منی اکراشاً جوفاً واجربتہ سغباً لامحیص عن یوم خط بالقلم رضا اللہ رضانا اھل بیت نصبر وعلی بلاو یوفینا اجور الصابرین لن یشذعن رسول اللہ لحمتہ وھی مجموعۃ لہ فی خطیرۃ القدس تقربھم عینہ وتنجز لھم وعدہ من کان فینا باذلا مھجتہ موطنا علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا فانا راحل غداً انشاء اللہ۔

موت نے اولادِ آدم پر اس طرح خط کھینچ دیا ہے جس طرح گلوبند عورتوں کے گلے پر نشان چھوڑ دیتا ہے۔ میں اپنے اسلاف کی زیارت کا اس قدر مشتاق ہوں جتنا یعقوبؑ اپنے فرزند یوسفؑ کے لئے بے چین تھے۔ میرے لئے ایک قتل گاہ کا تعین ہو چکا ہے مجھے اپنے آپ کو اس تک پہنچانا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان صحرا کے بھیڑیے میرے بدن کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ میرے خلاف صحرا میں بے شمار لشکر اور گروہ

جمع ہو جائیں گے۔ اسی دن سے مفر نہیں جسے قلم تقدیر سے لکھا جا چکا ہے۔ ہم اہل بیتؑ اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ ہم نازل کی ہوئی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں صبر کرنے والوں کا اجر ہم سے وفا کرے گا۔ رسول خداؐ سے ان کے لخت جگر اور ان کے فرزند جدا نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تمام اولاد خطیرہ قدس میں جمع ہوگی جہاں پیغمبر ان سے ملاقات کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دیں گے۔ خدا ان لوگوں کی نسبت جو ہماری راہ میں لقاء الہی کے لئے اپنی جانیں پیش کریں گے اپنے وعدہ کو وفا فرمائے گا۔ پس ایسے لوگ ہمارے ساتھ ہمرکاب ہوں گے میں صبح سویرے روانہ ہو جاؤں گا۔ انشاء اللہ

(۱۸) یہ مجلس مکہ کے نواح میں منعقد ہوئی جس میں ذاکر خود حسینؑ بن علیؑ تھے۔ جس رات حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اگلی صبح مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں گے اسی رات محمد بن حنفیہ خدمت امام میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے۔

یااخی ان اهل الکوفه قد عرفت عذرهم بابیک واخیک وقد خفت ان یکون حالک کحال من مضی فانی رایت ان تقیم فانک اعز من بالحرم وامنعه۔

اے برادر! اہل کوفہ نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ جو مکر و فریب کیا میں اس سے واقف ہوں مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس مکہ میں توقف فرمائیں کیونکہ حرم مکہ میں رہنے والے سب آپ کو اپنا سرور مانتے ہیں۔ امام نے جواب میں فرمایا:

یا اخی قد خفت ان یغتالنی یزید ابن معاویة بالحرم فاکون ذالک یشباح به حرمة البیت۔

بھائی! میں ڈرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ حرم میں مجھے خفیہ طور پر قتل کرا دے گا جس سے خانہ خدا کی بے حرمتی لازم آئے گی۔ محمد بن حنفیہ نے عرض کی:

فان خفت ذالک فصر الی یمن او بعض نواحی البر فانک امنع الناس

به و لا یقدر علیک احد۔

اگر آپ کو مکہ میں قیام سے خوف ہو تو یمن چلے جائیں یا کسی بیابان کی طرف نکل جائیں کہ آپ کا شمار طاقتور ترین لوگوں میں ہوگا اور کسی کو آپ کو چھیڑنے کی جرات نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا : انظر فیما قلت تم نے جو کچھ کہا میں اس پر غور کروں گا۔

فلما کان السحر ارتحل الحسین پس امام نے وقت سحر کوچ کا ارادہ کیا۔ محمد بن حنیفہ کو یہ خبر پہنچی تو فوراً خدمت امام میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ کر عرض کی یا اخی الم تعدنی الن ظر فیما سا ئتک یعنی بھائی کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ کیا تھا کہ میری عرض پر غور فرمائیں گے۔ فرمانے لگے یقیناً محمد بن حنیفہ نے عرض کی فما حداک علی الخروج عاجلا اتنی عجلت میں سفر اختیار کرنے کا کیا سبب ہے؟ فرمانے لگے :

اتانی رسول الله بعدما رقتک فقال یا حسین اُخرُج فان الله قد شاء ان یراک قتیلا۔

رات آپ کے چلے جانے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرما رہے تھے حسینؑ قیام کرو کہ مشیت الٰہی میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ تمہیں مقتول دیکھے۔ محمد حنیفہ نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون پھر عرض کی فما معنی حملک ھولا النساء معک و انت تخرج علی مِنْ ھذا الحال۔

پھر آپ عورتوں کو اپنے ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں جبکہ آپ اس حالت میں قیام فرما رہے ہیں۔ امام فرماتے ہیں :

ان الله قد شآء ان یراھن سبایا۔

اللہ کی مشیت میں طے پا چکا ہے کہ وہ ان سب کو اسیر دیکھے۔ امام نے سب کو الوداعی سلام کیا اور سفر پر نکل پڑے۔

(۱۹) یہ مجلس خود سید الشہداؑ نے مکہ کے نواح میں ایک دفعہ عبداللہ بن عمر اور دوسری مرتبہ عبداللہ بن زبیر کی موجودگی میں منعقد کی۔ آپ مکہ سے باہر نکل چکے تھے عبداللہ بن

عباس اور عبداللہ بن زبیر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو مکہ میں توقف کا اشارہ دیا۔ آپ نے فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر ایک امر کی تکمیل کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ مجھ پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ ابن عباس یہ سن کر باہر آئے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے واحسینا اس کے بعد عبداللہ بن عمر آئے اور امام کو مشورہ دیا کہ اہل مشرکین سے صلح کر کے قتال سے باز رہا جائے۔

آپ نے جواباً فرمایا:

یا اباعبدالرحمن اما علمت ان من هوان الدنیا علی الله تعالی ان راس یحییٰ بن زکریا اهدی الی بغی من بغایا بنی اسرائیل۔

اے اباعبدالرحمٰن خدا کے نزدیک دنیا کتنی پست و بے اعتبار ہے! کیا تو نہیں جانتا کہ جناب یحییٰ بن زکریاؑ کے سر کو کاٹ کر بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت کے پاس تحفتاً لے جایا گیا۔

اَما تعلم ان بنی اسرائیل کانو تقتلون بین طلوع الفجر الی طلوع الشمس سبعون نبیاً ثم یجلسون فی اَسواقهم یبیعون ویشترون کان لم یُغَیّرُوا شیأفلم یعجل الله علیهم بل اخذه م بعد ذالک اخذ عزیز دمی انتقام۔

کیا تو نہیں جانتا کہ بنی اسرائیل طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان ستر پیغمبروں کو قتل کرتے اور پھر بازاروں میں خرید و فروخت میں اس طرح ہو جاتے گویا ان سے کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود خدا نے ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی بلکہ ان میں سے ایک انتقام لینے والے کو ان پر غالب کر دیا۔

اتق الله یاباعبد الرحمن و لاتدع نصرتی

اے اباعبدالرحمٰن خدا سے خوف کھاؤ اور میری نصرت سے پیچھے نہ ہٹو۔

(۴۰) مقام خزیمیہ پر جنات نے جناب بی بی زینب خاتون سلام اللہ علیہا کے حضور

حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھا۔ امام نے دوران سفر خزیمیہ کے مقام پر ایک رات ایک دن توقف فرمایا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو بہن زینب بھائی کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کی بھائی کل رات عجیب بات رونما ہوئی۔ گھر کے باہر سے میں نے سنا ایک ہاتف آواز دے رہا تھا۔

الا یا عین فاحتفی بجهدی

ومن یبکی علی الشهدا بعدی

علی قوم تسوقهم المنایا

بمقدار الی انجاز وعد

اے آنکھ میری جدوکوشش سے اشک برساؤ۔ کون ہے جو میرے بعد شہیدوں پر گریہ کرے۔ اس قوم پر جسے موت اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس وقت تک جب تک وعدہ کی تکمیل نہ ہو جائے۔ جناب حسین علیہ السلام نے جواب دیا بہن ہر اس چیز پر عمل کیا جائے گا جس پر قضا طے ہو چکی ہے۔

(۲۱) ثعلبیہ کے مقام پر ہونے والی اس مجلس کے ذاکر عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کو جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر دی۔ بعد میں خود سید الشہداء علیہ السلام نے اہل بیت کے سامنے خود اپنا مرثیہ پڑھا۔ یہ دونوں افراد روایت کرتے ہیں حجر اسود کے اعمال بجالانے کے بعد ہم فارغ ہو چکے تھے اور اب ہمیں صرف امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونے کی فکر تھی تاکہ معلوم کیا جائے کہ سید الشہداء علیہ السلام مزید کیا امر صادر فرماتے ہیں۔ ہم نے اونٹوں کو نہایت تیزی سے بھگایا یہاں تک کہ آپ کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اہل کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا جیسے ہی اس کی نظر حضرت حسینؑ پر پڑی حسینؑ اپنے مقام پر ٹھہر گئے گویا آپ اس شخص کے لئے چشم براہ تھے۔ لیکن اس شخص نے اپنا راستہ کاٹا اور دوسری طرف نکل گیا ہم بھی اس کے پیچھے چل پڑے اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں اس شخص سے کوفہ کے حالات معلوم کرنا چاہیے۔ ہم نے اس کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا اس نے جواب دیا اور میں نے اس سے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے اس

نے کہا بنی اسد سے۔ میں نے کہا ہم بھی قبیلہ بنی اسد سے ہیں تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا بکر بن فلاں۔ ہم نے بھی اس کو اپنا تعارف کروایا اور اس سے کوفہ کے حالات معلوم کیے اس نے جواب دیا مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کر دیئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی لاشوں کے پیروں میں رسی باندھ کر کوفہ کے کوچہ و بازاروں میں گھسیٹا جارہا ہے۔ سید الشہداؑ نے یہ سن کر آیت انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کی دوبارہ تلاوت فرمائی اور کہا خدا ان پر رحمت نازل کرے ہم نے عرض کی مولا آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی اور اہل بیت کی جانوں پر رحم کریں اور یہیں سے واپس لوٹ جائیں کہ کوفہ میں آپ کا کوئی یارومددگار باقی نہیں رہا۔ ہمیں خوف ہے کہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔ حسینؑ نے اولاد عقیل پر نگاہ کی اور فرمایا ماترون وقد قتل مسلم مسلم قتل کر دیئے گئے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے عرض کی و اللّٰہ ما نرجع حتی نصیب ثارنا او نذوق ماذاق خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں لوٹیں گے جب تک اپنے خون کا انتقام نہ لے لیں یا ان کی مانند موت کا ذائقہ چکھیں۔ حسین علیہ السلام ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لا خیر فی العیش بعد ہولاء ان کے بعد اب زندگانی دنیا میں مزا نہیں۔

ہم سمجھ گئے کہ آپ کی رائے یہ ہے کہ سفر جاری رکھا جائے۔ ہم نے عرض کی خدا خیر کرے حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ آپ کے اصحاب نے عرض کی خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل نہیں کہ قتل کر دیئے جائیں بلکہ جیسے ہی کوفہ میں داخل ہوں گے لوگ چاروں طرف سے آپ کی نصرت کے لئے نکل پڑیں گے۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

سید بن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ مسلم کہ شہادت کی خبر زبالہ میں امام حسینؑ کو ملی۔ کچھ ہی دیر بعد فرزدق نے امام کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور کہا

یابن رسول اللّٰہ کیف ترکن الی اھل الکوفہ وھم الذین قتلوا ابن عمک مسلم بن عقیل و شیعتہ۔

فرزندرسولؐ آپ کیونکر کوفہ کا قصد فرمائیں گے۔ حالانکہ ان لوگوں نے آپ کے پسر عم مسلم بن عقیلؑ اوران کے دوستوں کو قتل کردیا۔ فاستعبر الحسین باکیاً امام کی آنکھوں میں اشک جاری ہوگئے اور فرمایا :

رحم اللّٰہ مسلماً صار الی روح اللّٰہ وریحانہ وتحیتہ ورضوانہ۔

خدا مسلم پر رحمت کرے کہ انہوں نے روح وریحان وتحیت ورضوان باری کی طرف رجوع کیا۔

اما انہ قد قضیٰ و بقی ما علینا

مسلم نے اس حق کو ادا کردیا جوان کے ذمہ تھا۔ اور اب ہمیں اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہیں۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

فان تکن الدنیا تعد نفیسة

فدار ثواب اللّٰہ اعلی و ابنل

وان تکن الابدان للموت انشات

فقتل امراء بالسیف فی اللّٰہ افضل

و ان تکن الارزاق قسماً مقدارً

فقلة حرص المرء للرزق اجمل

وان تکن الاموال للترک جمعها

فما بال متروک بہ الحرص یبخل

اگر دنیا کو کوئی نفیس اور بیش بہا شے تصور کرلی جائے تو خدا کا دار جزا وثواب اس سے مزید اعلیٰ وعظیم تر ہے۔ اگر بدن موت کے لئے خلق کئے گئے ہیں تو راہ خدا میں تلوار کے ذریعے قتل ہوجانا زیادہ افضل ہے۔ لوگوں کی روزی معین ومقرر ہے پس ایسی صورت میں حرص کا کم ہونا ضرورت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ مال ودولت رہ جانے والی شے ہے پس اس کے جمع کرنے میں کون سی فضیلت ہے کہ آزاد افراد اس میں بخل کریں گے۔

(۴۲) اس مجلس کا مقام بطن عقبہ ہے۔ امام بیان فرمارہے تھے اور عمرو بن بوذان ہمہ تن گوش تھا۔ اس نے بطن عقبہ میں سید الشہداؑ سے ملاقات کی اور عرض کی این ترید یا اباعبداللہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کوفہ کا۔ اس نے عرض کی۔

اَنْشدک لما نصرفت فواللہ ماتقدم الاعلیٰ الاسنتہ وحدالسیوف وان ھولاالذین بنعوالیک لو کانوا کفوک مونۃ القتال ووطئوالک الاشیآء فقدمت علیھم کان ذالک رایافاما علی ھذا الحالۃ التی تذکروفانی لاادری لک ان تفعل۔

میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ واپس جائیں۔ بخدا آپ نہیں جارہے ہیں مگر نیزوں اور تلواروں کی طرف۔ جن لوگوں نے آپ کے پاس خطوط بھیجے وہ آپ کو جنگ سے بچالیتے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ جب وہ حالات پر غالب آجاتے تو آپ کی ان کی طرف روانہ ہوجاتے۔ یہی بہترین صورت تھی لیکن ان حالات میں جو بیان کیا گیا ہے میری رائے یہ ہے کہ آپ نہ جائیں آپ نے جواب میں فرمایا :

یاعبداللہ لا یخفیٰ علی الرائی ولکن اللہ لایغلب امر۔

اے بندہ خدا مجھ پر کوئی رائے اور تدبیر پوشیدہ نہیں لیکن خداوند تعالیٰ اپنے امر میں مغلوب نہیں ہوتا اس کے بعد آپ نے ان تمام مصائب کا تذکرہ کیا جو آپ پر گزرنے والے تھے۔ سید الشہداؑ کا ان تمام واقعات کو بیان کرنا مرثیہ خوانی ہے۔

اس طرح کی مرثیہ خوانی آپ نے مکہ معظمہ میں کی اور اپنے بدن کے پارہ پارہ ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جاچکی ہے۔ اس مجلس میں آپ نے خون قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

واللہ لایدعونی حتی ستخرجواھذاالعلقۃ من جوفی

خدا کی قسم یہ اس وقت مجھے نہ چھوڑیں گے جب تک اس خون کے لوتھڑے کو میرے سینہ سے باہر نہ نکال دیں۔ آپ نے دل کو علقہ کہہ کر یاد کیا اس سے آپ کی مراد قلب کی

اس حالت کو بتاتا ہے جو کثرت مصائب سے خون میں تبدیل ہو گیا۔ آپ نے اس لفظ سے قلب مبارک سے خون کے بہنے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کو یہ علم تھا کہ یہ سینہ جو علم خدا کا گہوارہ ہے، تیر سہ شعبہ سے چھیدا جائے گا اور آپ بہنے والے خون کو متعدد بار ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر ملیں گے۔ مولا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے یہ فرما کر دوستوں اور چاہنے والوں کے دل تڑپا دیئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہوں گے۔ آپ پر ہم سب کی جانیں قربان کتنا دردناک جملہ فرمایا کہ یستخرجوا هذا العلقة من جو فی (اس جملے کا ترجمہ اوپر ذکر ہوا)

(۲۳) یہ وہ مجالس تھیں جنہیں آپ نے مصائب کے وقت مختلف منازل پر منعقد فرمائیں۔ ان مجالس میں آپ نے سر اطہر کی جدائی اور سر کو یزید کے پاس تحفتاً لے جانے کے واقعات بیان فرمائے۔ جناب یحییٰؑ کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا من هو ان الدنیا ان راس یحیی اهدی الی زانیة یہ دنیا اس سے بڑھ کر اور کتنی بے اعتبار و پست ہوگی کہ جناب یحییٰؑ کے سر کو ایک زن زانیہ کے پاس تحفتاً لے جایا گیا ساتھ ہی آپ گریہ بھی فرما رہے تھے۔

(۲۴) یہ وہ خصوصی مجالس ہے جس کا مرثیہ خود حسین علیہ السلام نے کربلا کے نزدیک پڑھا۔ آپ نے اس مجلس میں وہ تمام مصائب بیان کئے جو خود آپ اور خاندان اہلبیتؑ پر وارد ہوئے۔ جب یہ قافلہ کربلا کے نزدیک پہنچا تو آخری منزل پر آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ خیمے برپا کئے۔ کل خاندان اہلبیتؑ کو ایک مخصوص مقام پر جمع کیا۔ اہلبیتؑ کے مصائب اور ان کی حالت کے تصور نے حسینؑ کو رلا یا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ روئے زمین پر ان کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہیں بچی۔ سب وطن سے دربدر کر دیئے گئے یہاں تک کہ حرم خدا میں بھی جو کفار، حیوانات درختوں اور سبزہ کے لیے بھی جائے امن ہے پناہ نہ مل سکی۔ یہ سوچ کر آپ نے ایک پہر تک گریہ کیا اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح شکایت کی۔

اللهم انّا عترة نبیک قد طر دونا و از عجونا و تعدت بنو امیه علینا

پروردگار ہم تیرے پیغمبر کی عترت ہیں ہمیں اپنے حق سے محروم کردیا گیا، وطن سے در بدر کیا گیا اور بنی امیہ نے ہم پر ظلم و مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے۔

(۲۵) تاسوعا کا ہنگام تھا۔ حسین علیہ السلام وقت عصر اپنے خیمے کے باہر اپنی تلوار پر تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ سر مبارک زانو پر تھا ایسے میں کچھ دیر کے لیے نیند آ گئی۔ کچھ دیر بعد بہن بی بی زینب خاتون نے لشکر مخالف سے نالہ و فریاد کی آوازیں سنیں، بھائی کے پاس آئیں اور عرض کی۔

یا خی اما تسمع هذا لا صوات قدر قتربت

بھائی کیا آپ نے نزدیک سے آنے والی ان آوازوں کو نہیں سنا۔ آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا۔

انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الساعة فی المنام وهو یقول لی انک تروح الینا.

میں نے خواب میں رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں حسین بہت جلد ہم سے آملو گے۔ مخدرہ نے یہ الفاظ سن کر اپنے منہ پر طمانچے مارے اور فریاد کی آپ نے فرمایا۔

لیس لک الویل یا اختہ اسکتی رحمت اللہ۔

بہن آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آہ و بکا کریں۔ خاموش ہو جائیں۔ خدا آپ پر رحم کرے گا۔

سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہن میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ میرے جد محمد مصطفیٰ ﷺ والد گرامی علی مرتضیٰ، والدہ فاطمہ زہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰ آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

وهم یقولون یا حسین إن کُلّ رایح الینا عن قریب

حسین تم بہت جلد ہم سے آملو گے۔ بعض روایات میں لفظ غداً استعمال ہوا ہے یعنی کل ہمارے پاس آؤ گے فلطمت زینب علی وجهها و صاحت پس بی بی زینت

خاتون سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور صیحہ کیا فقال لھا الحسین مھلاً لا تشمت لقوم بنا حسینؑ نے فرمایا بہن آہستگی سے گریہ کریں اور اس قوم جفا کار کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔

(۲۶) شب عاشور حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ سلحہ جنگ کی دیکھ بھال کرتے ہوئے اپنے مصائب کو یاد کر رہے تھے۔ اس مجلس کا کوئی سامع نہ تھا۔ کبھی روزگار کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔

یادھر اف لک من خلیل	کم لک بالا شراق والاصیل
من طالب و اصاحب قتیل	والدھر لایقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل	والدھر حی سالک سبیلی

اے دہر ناپائیدار اُف ہے تجھ پر کہ تُو نے اپنے کسی دوست سے وفا نہ کی۔ تُو نے اپنے کتنے دوستوں کو ہر شہر و دیار میں قتل کروادیا لیکن کسی سے حقیقتاً راضی نہ ہوا۔ سب زندہ موجودات کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر زندہ کو وہی راستہ درپیش ہے جس کی طرف میں جا رہا ہوں۔ حضرت سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام روایت فرماتے ہیں جب سید الشہداء نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار کی تو میں سمجھا کہ امام کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے گریہ گلوگیر ہوا لیکن میں نے ضبط کیا اور مصلحت جانا کہ خاموش رہا جائے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ مصیبت کی گھڑی آن پہنچی ہے لیکن جب میری پھوپھی نے ان اشعار کو سنا تو بہن ہونے کے ناطے ان کا بند ضبط ٹوٹ گیا اور گریہ کناں بے چادر دوڑتے ہوئے اس حالت میں بھائی کے پاس پہنچیں کہ لباس مبارک زمین سے مس ہو رہے تھے عرض کی۔

واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیواۃ الیوم ماتت امی فاطمۃ وابی علی واخی الحسن یا خلیفۃ الماضین و ثمال الباقین۔

کاش موت اس زندگی کو مجھ سے چھین لیتی۔ اے گزشتگان کے وارث اور باقی رہ جانے والوں کی فریادرس گویا آج ہی کے دن میری ماں فاطمہ زہراؑ، والد علیؑ اور بھائی حسنؑ

نے داغ مفارقت دی ہے فنظر الیھا الحسین، حسینؑ نے بہن کی طرف نظر کی۔

وقال لھایا اختالا یذھبن حلمک الشیطان.

بہن شیطان آپ کے علم کے پاس نہ پھٹک سکے گا۔آپ کے حلقہ ہائی چشم آنسوؤں سے بھر گئے۔فرمایالوترک القطاالنام اگر مرغ قطا کواپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو سو جاتا۔

فقالت یا ویلتاہ اتغتصب نفسک اغتصاباً فذالک احرق قلبی واشد علی نفسی.

بہن نے عرض کی کیا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔آپ کی اس بات نے میرے دل کو تڑپا دیا یہ کہہ کر اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ماتم کیا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

فقام، الیھا الحسین فصب علی وجھہ الماء.

حسینؑ بہن کے سرہانے آئے۔چہرہ پر پانی چھڑکا اور فرمانے لگے۔

یا اختاہ اتقی اللہ وتعزلی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون واھل السّماء لایبقون وان کل شی ھالک الاوجہ اللہ تعالیٰ الذی خلق الخلق بقدرتہ ویبعث الخلق ویعودون وھو فرد وحدہ وابی خیر منی واخی خیر منی ولی بکل مسلم برسول اللہ اسوۃ.

میری خواہر عزیز خدا سے ڈرتی رہو اور اس کی قضا پر راضی رہو۔یہ جان لو کہ سب اہل زمین کے لیے موت مقدر ہے اور آسمان میں رہنے والے بھی نہیں بچیں گے۔اللہ کے چہرے کے علاوہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی۔یہ وہ خدا ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا پھر موت کو مبعوث فرمائے گا اور وہ دوبارہ واپس لوٹائے جائیں گے۔اس کی ذات بقاء میں یکتا و یگانہ ہے۔میری ماں، والد اور بھائی سب شہید ہو گئے۔وہ سب مجھ سے بہتر تھے۔میرے لیے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رسول خدا ﷺ کی تاسی اور متابعت کریں۔ان الفاظ سے آپ نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا۔

یا اختاہ انی اقسمت علیک فابری قسمی لاتشقی علی ثوبا ولا تخمشی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور۔

بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ لہٰذا میری قسم کا خیال رکھنا۔ جب میں تیغ جفا سے عالم بقا کی طرف رحلت کر جاؤں تو میرے غم میں اپنے کپڑوں کو چاک نہ کرنا۔ چہرے کو نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔ جناب سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں بعد میں ان مخدرہ کو لا کر میرے پاس بٹھا دیا گیا۔

(۲۷) شب عاشور کا ہنگام تھا۔ امام کے تمام اصحاب وانصار خیمہ میں جمع تھے۔ سید الشہداء نے اپنے اور اصحاب کے مصائب کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد سب کو اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو واپس جا سکتے ہیں سب نے دوبارہ بیعت کی تجدید کی اور قسم کھائی کہ امام کی نصرت میں شہید ہو جائیں گے۔ بعض نے یہاں تک کہا کہ اگر ان کو ہزار مرتبہ قتل کیا جائے، قتل کے بعد لاش جلا دی جائے اور ان کی راکھ ہوا میں تحلیل کر دی جائے اور ہر مرتبہ زندہ کیا جائے پھر بھی آپ کی رفاقت میں شہادت کو زندگی پر ترجیح دیں گے۔

(۲۸) یہ مجلس خیام اور مقتل کے درمیان اس وقت منعقد ہوئی جب امام نے اپنی چہیتی بیٹی سکینہ کے سامنے مرثیہ کے چار بیت پڑھے۔

سیطول بعدی یا سکینہ فاعلمی منک البکاء اذا الحمام دھانی

لا تحرقی قلبی بدمعک حسرۃ مادام منی الروح فی جثمانی

بیٹی سکینہ میرے بعد تجھے بہت رونا ہے۔ جب تک روح بدن میں موجود ہے اشک حسرت سے میرے کلیجے کو نہ تڑپاؤ۔

(۲۹) یہ مجلس خود قتل گاہ میں برپا ہوئی۔ آپ کبھی اپنے اصحاب کے صائب کو یاد کرتے اور کبھی اپنے بھائی، بھانجے، اہلبیتؑ اور دوسرے انصار کا ذکر کرتے عالم اضطراب میں کبھی بیٹھ کر ساتھیوں کو یاد کرتے اور کبھی کھڑے ہو کر اس کیفیت کا تفصیلی بیان آئندہ سطور میں شہادت کے واقعات کے ضمن میں کیا جائے گا۔

(۴۰) سحر عاشورا امام نے اپنا مرثیہ پڑھا اور وہ خواب بیان کیا جس میں جناب رسول خدا ﷺ تشریف لائے تھے۔ مناقب نے اس خواب کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

فلما کان وقت السحر خفق الحسین براسه خفقة ثم استيقظ فقال.
وقت سحر حسین تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے فرمایا۔ اتعلمون ما رايت في منامي الساعة. تمہیں معلوم ہے میں نے ابھی ابھی خواب میں کیا دیکھا ہے؟ عرض کی وما الذي رايت يا بن رسول الله فرزند رسول ﷺ آپ نے کیا خواب دیکھا۔ فرمایا رايت كان كلابا قد شدت علی لتنهشني وفيها كلب ابقع رايته اشد علی واظن ان الذي يتولى قتلي رجل ابرص من بين هولاء القوم. میں نے دیکھا کہ چند کتے چیر پھاڑنے کے ارادے سے مجھ پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان میں ایک کتا زیادہ غرا رہا تھا جو حملہ میں پیش پیش تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ میرا قاتل اس قوم میں سے ہوگا جو مرض برص میں مبتلا ہو۔ ثم انی رايت بعد ذلک جدي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ومعه جماعة من اصحابه وهو يقول لي يابني انت شهيد آل محمد وقد استبشر بک اهل السموات واهل الصفيح الا على فليكن افطارك عندي الليلة عجل ولا تؤخر فهذا ملک قد نزل من السماء لياخذ دمک في قارورة خضراء. میں نے دیکھا میرے جد جناب رسول خدا ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور مجھ سے فرما رہے ہیں "اے میرے نور نظر تو آل محمد کا شہید ہے آسمانوں میں رہنے والوں اور ملاء اعلیٰ کے ساکنین کو تیرے آنے کی بشارت دے دی گئی ہے آج رات میں تیرے ساتھ افطار کروں گا۔ حسین جلدی کرو کہ تاخیر نہ ہونے پائے۔ دیکھو یہ فرشتہ آسمان سے اس لیے نازل ہوا ہے کہ تیرے خون کو ایک سبز شیشی میں جمع کرے۔" فهذا ما رايت وقد انف الامر واقترب الرحيل من هذه الدنيا لا شک في ذلک. یہ ہے وہ کچھ جو میں نے عالم خواب میں دیکھا

مجھے ایک مشکل اور شدید امر در پیش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا سے میری شہادت کا وقت نزدیک ہے۔

خاتمۂ مجالس پر جو مجلس منعقد ہوئی وہ سوز والم اور غم واندوہ میں آپنی مثال آپ تھی۔ مجلس کے ذاکر خود سید الشہداؑ اور سامع رب العالمین تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب حسینؑ قتل گاہ میں پڑے ہوئے تھے۔ بدن مبارک زخموں کی کثرت سے پارہ پارہ تھا۔ باوجود اس کے حسینؑ مکمل ہوش وحواس میں تھے۔ ابھی کچھ سانسیں باقی تھیں۔ ایسے میں آپ نے بارگاہ الٰہی میں فریاد کی اور ان مصائب کو یاد کیا جو آپ پر اور اہلبیت رسولؐ پر وارد ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ مَعَالِ الْمَكَانِ عَظِيْمِ الْجَبَرُوْتِ شَدِيْدُ الْكِبْرِيَاءِ۔ انا عِتْرَةُ نبيّک و وُلْد حبيْبک محمد صلی الله علیه و آله وسلم قَدْ خذلُوْنَا و طرَدُوْنا و غدرَوا بِنا وقتلونا...... اس کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں بیان کی جاچکا۔ یہ مجالس کے سلسلہ کی وہ آخری مجلس ہے جو سید الشہداؑ کی شہادت سے قبل منعقد ہوئی۔

قسم چہارم

یہ موضوع ان مجالس کے بیان کے لیے مخصوص ہے جو شہادت کے بعد منعقد ہوئیں۔
یہ مجالس درج ذیل اکیس مواقع پر عمل میں آئیں۔

(۱) مدینۃ الرسول میں جناب ام سلمہ کے حضور برپا ہونے والی اس مجلس کو ابن عباس اس طرح روایت کرتے ہیں۔

قال بینھما اَنَا رَاقِدٌ فی منزلی اذ سمعتُ صرَاخاً عظیماً عالیاً من بیت اُمِّ سلَمة زوجَةُ النبی صلی الله علیه و آله فخرجت یتوجه بی قائِدی اِلٰی منزلها و اقبل اَهْلُ الْمَدِینَةِ اِلَیْهَا رِجَالُهَا و نِسَاءُهَا فلما انتهیت الیها قلت یا ام المومنین مالک تصرخین وتغوثین فلم تجبنی۔

میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ نا گاہ میں نے سنا پیغمبر اکرم کی زوجہ جناب ام سلمہؓ کے گھر سے نالہ وفریاد کی صدائیں بلند ہیں۔ میں گھر سے باہر نکلا۔ کوئی مجھے ان کے گھر تک لے گیا اہل مدینہ کے مرد اور عورتیں ام سلمہؓ کے گھر کی طرف بڑھنے لگے تو میں نے ام سلمہؓ سے عرض کیا کہ یہ غوا اور فریاد کس لیے۔ ام سلمہ ام المومنین نے جواب نہیں دیا۔

فاقبلت علی النسوة الهاشمیات وقالت یا بناتِ عبدالمطلب اِسْعَدِینِی و ابکین معی وقد قتل و الله سیّدِ کُنّ و سید شباب اهل الجنة۔

جناب ام سلمہؓ زنان ھاشمیہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے عبدالمطلبؑ کی بیٹیوں گریہ میں میرا ساتھ دو کہ خدا کی قسم تمہارا اور جوانان جنت کا سردار قتل کر دیا گیا۔

فقد و الله قتل سبط رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و ریحانته الحسین کہ بخدا اسباط رسول خداؐ اور اس کا ریحان حسینؑ قتل کر دیے گئے۔

فقلت یا ام المومنین و من این علمت ذالک

پس میں نے کہا اے مومنین کی ماں، آپ کو اس سانحہ کی کیسے اطلاع ہوئی؟

قالت رایت رسول الله فی المنام الساعة شعثاً مذعوراً فَسَئَلْتُهٗ عن شانِ ذالک فقال قتل ابنی الحسین و اهل البیت الیوم فد فنتهم و الساعة فرغتُ من دفنهم۔

جناب ام سلمہؓ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی عالم خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ گرد آلود ہے اور آپ پریشان حال ہیں۔ میں نے پوچھا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ تو فرمانے لگے آج میرا نور نظر حسینؑ اور اس کے اہلبیت قتل کر دیے گئے۔ میں نے ان سب کو دفن کیا اور ابھی میں نے ان کے دفن سے فراغت پائی ہے۔

ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا۔ "رایتهٗ صلی الله علیه و آله و اثر التراب علی راسه وَلَحْيَتِهٖ" میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ اور داڑھی خاک سے اٹی ہوئی تھی۔ "فقلتُ مالکَ" میں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ قال وثبَ الناسُ علی اِبْنی فقتلوهٗ الساعةَ وقد شهدْتُهٗ قتیلاً۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دشمن میرے نور نظر پر حملہ آور ہوئے اور اسے ابھی ابھی قتل کر دیا ہے۔ میں نے اپنے فرزند کو مقتول حالت میں دیکھا ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں "فاقشعر جلدی" میں یہ دردناک خبر سن میرا بدن کانپنے لگا۔

فَقُمْتُ حَتّیٰ دخلتُ الْبَیْتَ و انا لا اکاد ان اعقل فنظرت فاذا بتربة الحسین و التی اتی بها جبریل من کربلا فقال اذا صارت هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَماً فَقَدْ قُتِلَ اِبنُکَ، وَاَعطانِیْها النَّبِیُّ صلی الله علیه و آله فقال اجعلنی هٰذِهِ التربة فی زجاجَةٍ اوقال فی قارورةٍ ولتکن عندک فاذا صارت دماً عَبِیْطاً

فقد قتل الحسین فرایت القارورۃ الآن و قد صارت دماً عبیطا تفور۔

پس میں اپنی جگہ سے اٹھی گھر میں داخل ہوئی میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں نے نظر اٹھا کر تربت حسینؑ کو دیکھا جسے جبریلؑ کربلا سے لائے تھے اور یہ تاکید کی تھی کہ جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو سمجھ لینا کہ تیرا فرزند قتل کر دیا گیا۔ یہ مٹی مجھے پیغمبر نے عطا کی تھی اور تاکید کی تھی کہ اس مٹی کو شیشی یا کسی برتن میں رکھنا۔ جب یہ تازہ خون سے بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ جب میں نے اس شیشی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ اس مٹی سے تازہ خون ابل رہا تھا۔

قال فاخذت ام سلمة من ذلک الدم فلطخت به وجهها و جعلت ذلک الیوم ماتماً و مناحته علی الحسین فجائت الرکبان بخبر و انه قتل فی ذالک الیوم۔

راوی کہتا ہے ام سلمہؓ نے اس خون کو اپنے چہرہ پر ملا اور اس دن کو حسینؑ پر غم و ماتم کا دن قرار دیا۔ بعد میں ایک گھوڑ اسوار نے یہ فرمایا کہ مظلوم کربلا کو اسی دن قتل کیا گیا ہے۔

(۲) چودہ عمومی مجلس ہے۔ جس کا کسی ایک سے تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم خلق کے ہر مقام اور ہر زمانے میں رہنے والی مخلوق سے ہے یہی نہیں بلکہ یہ مجلس عالم ادراک و محسوسات میں جو کچھ ہے جو کچھ دکھائی دیتا ہے اور جو کچھ دکھائی نہیں دیتا سب سے متعلق ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ مجلس اللہ کے علاوہ جملہ مخلوقات عالم حجابات اور ان میں رہنے والوں، عرش عظیم اور حاملان عرش، آسمانوں ان کے درمیان اور ان کے نیچے رہنے والوں، زمینوں اور ان میں پیدا ہونے والے تمام جمادات، نباتات، حیوانات، بہشت و رضوان، ان میں رہنے والی حوروں، قصور، درختوں، نہروں اور میووں کے لیے مخصوص مجلس ہے جس نے ماتم سید الشہداء علیہ السلام کو قائم کر کے ماسوا اللہ ہر شے کے وجود میں ہلچل پیدا کر دی۔ ہر شے نے بہ حسب حال اس ماتم کا اثر قبول کیا۔ اس کی وجہ سے ہر آنکھ رکھنے والی شے نے گریہ کیا۔ آسمان نے لہو برسایا، اسکی سرخی ظاہر ہو گئی، آفتاب کو گہن

لگ گیا، عبادت میں مشغول ملائکہ کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور درختوں میں سے خون ٹپکا فضا تاریک ہو گئی۔ زمین میں زلزلہ آیا، پہاڑ اضطراب میں خم ہو گئے، ہواؤں میں اُڑنے والے پرندے زمین پہ گر پڑے، مچھلیاں پانی سے باہر آ گئیں، دریا پھٹ گئے اور ان میں سے بعض دوسرے دریاؤں سے مل گئے اور زمین اور اس میں رہنے والے سب مضطرب ہو گئے۔ امام صادق علیہ السلام نے اس حالت کی اس طرح تعبیر فرماتے ہیں۔

انّه حِيْنَ ضَرَبَ الْحُسَيْنَ بِالسَّيْفِ ثُمَّ ابتدَرَ اِلَيْه بقطع رأسِه

یہ وہ وقت تھا جب آپ کا جسم مبارک تلواروں کے زخم سے مجروح ہوا اور قاتل نے چاہا کہ سر اطہر کو بدن سے جدا کرے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام کو تین مواقع پر تیغ ستم سے زخمی کیا گیا۔ ایک اس وقت جب آپ مرکب پر سوار تھے، دوسرے اس وقت جب آپ سواری سے فرش زمین پر تشریف لائے اور تیسری مرتبہ جب آپ زمین کربلا پر محو سجدہ تھے، ایک تلوار سے مقام ذبح پر متعدد بار ضرب لگائی گئی، جب سر مبارک کو تن اطہر سے جدا کرنے کا ارادہ کیا گیا تو چند آوازیں بیک وقت بلند ہوئیں۔ پس حسینؑ نے آواز دی۔

"وَالْقَتلُ عُطشـاناً وَجَدّی مُحَمَّدُنِ الْمُصطَفٰی" کیا مجھے پیاسا قتل کرو گے حالانکہ محمد مصطفیٰ ﷺ میرے جد ہیں۔ اتنے میں بحکم پروردگار ایک فرشتہ نے وسط عرش سے ندا دی۔ "یا ایها الامة المتحیرة الضَّالّةُ لا وفقتمُ الفِطرَ وَلا اضحٰی۔" اے گمراہ امت، اب تم عید فطر اور عید الضحیٰ کے فیض کا ادراک نہ کر سکو گے۔ فردوس اعلیٰ سے ایک فرشتہ نے جس کے پر کھلے ہوئے تھے سمندروں میں رہنے والوں کو ندا دی۔ "یا اهل البحار البسوا ثوب الحزن فان فرخ الرسول مذبوح" اے سمندروں میں رہنے والو! ماتم کا لباس پہن لو کہ فرزند رسول ﷺ ذبح کر دیا گیا۔ حضرت جبریلؑ نے نالہ و فریاد کرتے ہوئے یوں صدا دی۔ "قد قتل الحسین کربلا" حسینؑ کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ جملہ ملائکہ نے ہم آواز ہو کر یوں پکارا۔ "الهنا وسیدنا یوحل هذا بالحسین صفیک وابن نبیک" اے ہمارے مولا پروردگار یہ مصائب حسینؑ پر

نازل ہورہے ہیں! حالانکہ وہ تیرا برگزیدہ بندہ اور تیرے پیغمبر کا فرزند ہے۔ بی بی زینب خاتون نے قتل گاہ سے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ "الظلیمة الظلیمة من امة قتلوا ابن بنت نبیها" فریاد اس امت پہ کہ اس نے اپنے پیغمبر کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کردیا۔ نالہ وفریاد کی ان آوازوں کو سن کر آپ کی درونی وظاہری خلقت میں ہلچل مچ گئی۔ تو کیا ان مصائب کو سن کر آپ کی درونی وظاہری کیفیات متاثر نہیں ہوتیں؟ جناب ابوخبصر نے ان مصائب میں سے چند کا ذکر کرکے فرمایا۔ "انکم لو تعلمون بما دخل علی اهل العالم عند ذلک لبکیتم حتیٰ تذهق انفسکم۔" اگر تمہیں یہ معلوم ہوجاتا کہ حسینؑ۔ کی شہادت کے وقت اہل عالم کی کیا کیفیت ہوگی تو اتنا گریہ کرتے کہ روحیں تمہارے ابدان سے جدا ہوجاتیں۔

اب جبکہ روحیں تمہارے جسموں میں موجود ہیں تو کیا گریہ وفریاد بھی نہ کروگے کیا آنکھوں سے اشک بھی جاری نہ ہوں گے۔ کیا آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی بھی گردش نہ کریں گے۔ کیا تمہارا دل بھی متاثر نہ ہوگا؟ اگر نہ روؤ تو کیا گریہ کرنے والے کی شکل بھی نہ بناؤ گے؟ لیکن وائے ہو اس پر جو شقی القلب ہو۔ "اللهم انی اعوذبک من قلب لایخشع وعین الا تدمع عند هذا المجلس العام الخاص۔" پروردگار! تیری بارگاہ میں پناہ چاہتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس آنکھ سے جو اس عام مجلس گریہ میں آنسو نہ بہائے۔

(۳) اس مجلس کا مقام قتل گاہ اور مرثیہ خوان علی کی بیٹی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا تھیں۔ جبکہ اہلبیت اطہار اور جملہ اہل لشکر گریہ کررہے تھے۔

(۴) یہ مجلس مرثیہ خواں پرندوں نے منعقد کی جس کا مرثیہ ایک سفید طائر نے پڑھا۔

(۵) محرم کی گیارہ تاریخ کو جنگل کے وحشی درندوں نے جسد اطہر کے چاروں طرف بیٹھ کر صبح تک نالہ وفریاد کی۔

(۶) چھٹی مجلس جناب نے جسد اطہر کے اطراف بیٹھ کر منعقد کی۔

(۷) اس کے بعد جناب کی خواتین نے جسد مطہر کے اطراف بیٹھ کر اسی طرح گریہ کیا۔

(۸) جناب میں سے ایک فرد نے اہل کوفہ میں سے پانچ افراد کے سامنے قریہ شاہی میں سید الشہداء کا مرثیہ پڑھا۔ یہ تمام افراد امام کی نصرت کے لیے آئے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(۹) جنات کے گروہوں نے مختلف مقامات پر اپنے مخصوص مرثیے پڑھے جن میں سے ہر ایک کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

(۱۰) یہ مجلس کوفہ کے کوچہ و بازار میں سرہائے شہداء کے اطراف منعقد ہوئی۔ جناب بی بی زینب خاتون، ام کلثوم، فاطمہ صغریٰ اور جناب سید سجاد علیہم السلام نے جب ان مصائب کا ذکر کیا تو کوفہ کے بام و در سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ مرد و زن بھی سر پر خاک ڈالے ہوئے کبھی ماتم کر رہے تھے اور کبھی اپنے بالوں کو نوچتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے زن و مرد اس کثرت سے بے اختیار گریہ کر رہے تھے کہ اب تک ایسا گریہ کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ ابواب میں اپنے موضوع کے تحت بیان کی جائے گی۔

(۱۱) اہل بیت اطہار نے ہر وقت ہر موقع اور ہر مقام پر کربلا سے شام، شام سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک یہاں تک کہ مدینہ میں زندگی بھر سید الشہداء پر گریہ و ماتم کیا۔ سید سجاد علیہ السلام کربلا کے بعد چالیس برس تک روتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کھانا کھاتے تو فرماتے۔ ''قتل ابن رسول اللہ جائعاً'' رسول ﷺ کا فرزند بھوکا قتل کر دیا گیا۔ جب پانی سامنے آتا تو فرماتے۔ ''قتل ابن رسول اللہ عطشاناً'' یعنی رسول خدا ﷺ کا نور نظر پیاسا مارڈالا گیا۔

(۱۲) یہ مجلس خود قصر یزید میں منعقد ہوئی۔ وہ ملعون خود مرثیہ خوان تھا۔ روساء لشکر کے سامنے اپنی زوجہ ہندہ کو مخاطب کر کے کہا۔ ''یا ھندُ ابکی علی الحسین بن فاطمہ اعوالی علیہ فانہ صریخۃ قریش عجل علیہ ابن زیادہ قاتلہ اللہ۔'' اے ہند

حسینؑ فرزند فاطمہؑ پر گریہ کر، اس پر نالہ وفریاد کرو کہ وہ قریش کا فریادرس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں جلدی کی، خدا اسے ہلاک کرے۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

اب جبکہ روحیں تمہارے جسموں میں موجود ہیں تو کیا گریہ وفریاد بھی نہ کرو گے کیا آنکھوں سے اشک بھی جاری نہ ہوں گے۔ کیا آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی بھی گردش نہ کریں گے۔ کیا تمہارا دل بھی متاثر نہ ہوگا؟! اگر نہ روؤ گے تو کیا گریہ کرنے والی کی شکل بھی نہ بناؤ گے؟ لیکن وائے ہو اس پر جو شقی القلب ہو" **اللھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع وعین لا تدمع عند ھذا المجلس العام الخاص** "پروردگار! تیری بارگاہ میں پناہ چاہتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس آنکھ سے جو اس عام مجلس گریہ میں آنسو نہ بہائے۔

(۳) اس مجلس کا مقام قتل گاہ اور مرثیہ خوان علیؑ کی بیٹی زینب کبریٰ علیہا السلام تھیں۔ جبکہ اہل بیت اطہار اور جملہ اہل لشکر گریہ کررہے تھے۔

(۴) یہ مجلس مرثیہ خواں پرندوں نے منعقد کی جس کا مرثیہ ایک سفید طائر نے پڑھا۔

(۵) محرم کی گیارہ تاریخ کو جنگل کے وحشی درندوں نے جسم اطہر کے چاروں طرف بیٹھ کر صبح تک نالہ وفریاد کی۔

(۶) چھٹی مجلس جنات نے جسد اطہر کے اطراف بیٹھ کر منعقد کی۔

(۷) اس کے بعد جنات کی خواتین نے جسد مطہر کے اطراف بیٹھ کر اسی طرح گریہ کیا۔

(۸) جنات میں سے ایک فرد نے اہل کوفہ میں پانچ افراد کے سامنے قریہ شاہی میں سید الشہداء علیہ السلام کا مرثیہ پڑھا۔ یہ تمام افراد امامؑ کی نصرت کے لئے آئے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

(۹) جنات کے گروہوں نے مختلف مقامات پر اپنے مخصوص مرثیے پڑھے جن

میں سے ہر ایک کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

(۱۰) یہ مجلس کوفہ کے کوچہ و بازار میں سرہانے شہدا کے اطراف منعقد ہوئی۔ جناب بی بی زینب خاتون، ام کلثوم، فاطمہ صغریٰ اور جناب سید سجاد علیہم السلام نے جب ان مصائب کا ذکر کیا تو کوفہ کے بار و در سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ مرد و زن سبھی سر پر خاک ڈالتے ہوئے کبھی ماتم کر رہے تھے اور کبھی اپنے بالوں کو نوچتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے زن و مرد اس کثرت سے بے اختیار گریہ کر رہے تھے کہ اب تک تک ایسا گریہ کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ ابواب میں اپنے موضوع کے تحت بیان کی جائے گی۔

(۱۱) اہل بیت اطہار علیہم السلام نے ہر وقت ہر موقع اور ہر مقام پر کربلا سے شام، شام سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک یہاں تک کہ مدینہ میں زندگی بھر سید الشہدا پر گریہ و ماتم کیا۔ سید سجاد علیہ السلام کربلا کے بعد چالیس برس تک روتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کھانا کھاتے تو فرماتے "قتل ابن رسول اللہ جایعا" رسول کا فرزند بھوکا قتل کر دیا گیا۔ جب پانی سامنے آتا تو فرماتے "قتل ابن رسول اللہ عطشانا" یعنی رسول خدا کا نور نظر پیاسا مار ڈالا گیا۔

(۱۲) یہ مجلس خود قصر یزید میں منعقد ہوئی۔ وہ ملعون یزید خود مرثیہ خوان تھا۔ روساء لشکر کے سامنے اپنی زوجہ ھندہ کو مخاطب کر کے کہا "یا ھندا بکی علی الحسین بن فاطمه اعولی علیه فانه صریخة قریش عجل علیه ابن زیاده قاتله اللّٰه" اے ھند حسینؑ فرزند فاطمہؑ پر گریہ کر، اس پر نالہ و فریاد کرو کہ وہ قریش کا فریادرس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں جلدی کی، خدا اسے ہلاک کرے۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

(۱۳) شام کی اموی مسجد میں جناب سید الساجدین علیہ السلام نے یزید کے کہنے کے بعد منبر پر جا کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ مسجد میں یزید رؤسا بنی امیہ اور اہل شام سب جمع تھے۔ آپ نے خطبہ حمد و ثنا خداوند منان اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

درود سلام کے بعد جد امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل بیان کیئے۔ پھر اپنے پدر بزرگرامی کے مصائب کا ذکر کیا۔ جب مصائب کی ایک منزل پر فرمایا :انا ابن المجزوز من القفاء انا ابن مسلوب العمامة والرداء " میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر پشت گردن سے کاٹا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ و ردا لوٹ لی گئی۔ جیسے ہی سید سجاد علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا کیئے مسجد سے گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ موذن نے حکم یزید سے کلام امام کو قطع کیا اور آواز دی "اللہ اکبر" موذن کا مقصد یہ تھا کہ اذان کی آواز سے اہل مسجد کی صدائے نالہ وشیون کو دبا دے۔ پس ایسی صورت میں جبکہ اہل شام اور بنی امیہ اپنی قساوت قلبی کے باوجود صرف انہیں الفاظ پر گریہ کرنے لگیں کہ حسینؑ کا سر پشت گردن سے کاٹا گیا اور ان کا عمامہ ورداکوتن اطہر سے لوٹ لیا گیا۔ تو ان کے شیعوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جب وہ ان الفاظ کو سنیں اور اس مظلومی کی کیفیت کا تصور کریں جب عمامہ سر اطہر سے لوٹا گیا ہو۔ یہی وہ کیفیت ہے جب ہر سننے والے کا بند ضبط ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۴) یہ مجلس خود یزید کے گھر منعقد ہوئی۔ بی بی زینب خاتون جناب ام کلثوم اور سید الشہداء کی بیٹیاں مرثیہ خوانی اور نالہ و فریاد میں مصروف تھیں جبکہ زوجہ یزید اس کی بیٹیاں اور بنی امیہ کی عورتیں اپنے منہ پر طمانچے مار رہی تھیں۔ اہل بیت نے یزید کی اجازت سے اس کے گھر میں سات دن تک صف ماتم بچھائی اسی طرح سے شام میں بھی مجلس ماتم قائم کی گئی۔

(۱۵) جب سواد مدینہ نمودار ہوا تو جناب بی بی ام کلثوم علیہا السلام نے حضرت سید سجاد علیہ السلام اہلبیت اور اطفال کی موجودگی میں شہیدوں کا مرثیہ پڑھا۔ آپ نے اس مجلس مرثیہ میں پہلے شہر مدینہ کو مخاطب کیا اس کے بعد اپنی والدہ گرامی جناب صدیقہ طاہرہ سید کونین علیہا السلام سے فریاد کی۔ پھر اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے داستان غم بیان کی۔ انشاء اللہ متعلقہ باب میں اس کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

(۱۶) قرب مدینہ میں جناب سید سجاد علیہ السلام کے لئے ایک خیمہ مخصوص کیا گیا۔ سید سجاد علیہ السلام نے اس خیمہ میں اس طرح سے مجلس غم برپا کی کہ خود آپ کرسی پر جلوہ افروز

ہو گئے۔ آپ اس طرح گریہ فرما رہے تھے کہ آنسوؤں کے قطرے تھمتے نہ تھے۔ آنسوؤں کو ایک رومال سے پونچھتے جاتے لیکن گریہ کو قطع نہ فرماتے۔ اہل مدینہ سے مرد و زن استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے سید سجادؑ کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی آہ و بکا میں مصروف ہو گئے۔ گویا جناب سید سجاد علیہ السلام کو ایک نظر دیکھنا ہی ان کے لئے مرثیہ سے کم نہ تھا لوگ اطراف واکناف سے آتے اور امام کو پرسہ دیتے۔ جب آہ وزاری کی صدائیں زیادہ بلند ہوئیں تو آپ نے سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور طرح شدت گریہ میں کمی واقع ہوئی۔ آپ نے پرسہ دینے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

الحمدللّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین بارئ الخلق اجمعین الذین بعد فارتفع فی السموات العلیٰ وقرب فشهد النجوی نحمده علی عظایم الامور وفجایع الدهور والم الفجایع ومضاضة اللواذع، وجلیل الدزء وعظیم المصائب الفاظعة الکاظة القادمة الجائحة۔

ساری حمد و تعریف سزاوار ہیں عالمین کے رب کے لئے۔ جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی۔ روز جزا کا مالک ہے اس نے جملہ مخلوقات کو خلق فرمایا۔ عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ وہ ہر زمان و مکان کی قید سے منزہ ہے۔ وہ آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والوں کے ہر تصور سے بلند ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات سے اس طرح نزدیک ہے کہ ہر ظاہر و باطنی امور سے آگاہ ہے۔ ہم عظیم مصائب و مشکلات پر اس کی حمد بجالاتے ہیں۔

ایها الناس ان اللّٰه وله الحمد ابتلانا بمصائب جلیلة وثلمة فی الاسلام عظیمة قتل ابو عبد اللّٰه وعترته سبی نسائهٗ وصبیهٗ وداروا براسه فی البلدان من فوق عامل السنان وهذه الرزیة التی لا مثلها رزیة"

اے لوگو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے مخصوص ہے اس نے عظیم بلاؤں اور مصیبتوں سے ہمارا امتحان لیا۔ اسلام کی شکل مسخ کی جا رہی تھی۔ ابو عبداللہ

قتل کر دیئے گئے ان کی عزت اور اہل وعیال اسیر کر لئے گئے۔ سر مبارک کو نیزہ پر چڑھایا گیا۔ ان سب کو قریہ بہ قریہ اور کوچہ بازار میں پھرایا گیا۔ یہ مصیبت اتنی عظیم تھی کہ اس کی کوئی مثل پیش نہیں کی جا سکتی۔

"ایھاالناس رجالات منکم تسرون بعد قتله ام ایه عین منکم تحبس و معهاو تفن علی انهمالها فقد بکت السبع الشداد تقتله و بکت البحار بامواجها و السموات بار کانها والارض بارجائها و الا شجار باغصانها و الحیتان و الجج البحار و الملائکة المقربون و أهل السموات اجمعون۔

اے لوگوں تم میں کون ہے جو ان کی شہادت پر خوش ہوا ہو۔ وہ کونسی آنکھ ہے جو ان کے غم میں گریاں نہ ہوئی ہو۔ آسمان اپنے ارکان کے ساتھ زمین اپنے ہر گوشہ و کنار کے ساتھ اور درخت اپنی شاخوں سمیت اس سرور گرامی پر روئے ہیں پانی میں رہنے والی مچھلیاں، سمندروں کے امواج، ملائکہ مقربین اور تمام آسمانوں میں رہنے والے سب ہوں نے اس مظلوم پر گریہ کیا۔

ایھاالناس اىّ قلب یصدع لقتله ام الی فواد لا یحن الیه اهالی سمع یسمع هذه الثملة و التی ثلمت فی الاسلام۔

اے لوگو وہ کونسا قلب ہے جو قتل حسین علیہ السلام پر تڑپ نہ گیا ہو وہ کونسا دل ہے جو غمزدہ نہ ہوا ہو، وہ کونسا کان ہے جس میں اس عظیم مصیبت کو سننے کی تاب ہو۔

ایھاالناس اصبحنا مطرودین مشردین مذودین شاسعین عن الامصار کانااولاد ترک و کابل من غیر جرم اجترمناه و لامکروه ارتکبناه و لاثلمنا هاماسمعنا بهذافی آبائناالاولین ان هذاالاختلاق۔

لوگو ہمیں اپنے حق اور وطن سے محروم کیا گیا۔ ہمیں شہروں سے اس طرح نکال باہر کیا گویا ہم ترک و کابل کے اسیر ہیں۔ حالانکہ ہم نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ کسی مکروہ

بدعت پر عمل نہ کیا تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کوئی گناہ یا جرم سرزد نہ ہوا تھا۔ ان پر یہ الزام ایک صریح جھوٹ اور عظیم بہتان ہے۔

واللّٰہ لو ان النبی تقدم الیہم فی الوصایۃ بنا لما زدادوا علی ما فعلوا بنا فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون من مصیبۃ ما اعظمہا واوجعہا وافجعہا واکظہا واظہا وامرہا وقدجہا فعنداللّٰہ نحتسب فیما اصابنا وما بلغ بنا انہ عزیز و ذانتقام۔

خدا کی قسم اگر پیغمبرؐ اس گروہ کو ہماری عزت و حرمت کے بجائے یہ وصیت کر جاتے کہ ہمیں قتل کر دیا جائے اور ہم پر ہر ظلم و زیادتی روا رکھی جائے تو انہوں نے ہماری نسبت جو قتل و غارتگری اور ظلم و ستم کیا ہے اس سے زیادہ نہ کر سکتے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ہم پر جو ظلم کیا گیا ہے اس سے زیادہ دردناک، دلسوز، گرانبار اور شدید ظلم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں امید ہے ہم پر جو مصائب نازل ہوئے ہیں ان کے بدلے ہمارا پروردگار ہم پر اپنی رحمتیں نازل کر کے ہمارے دشمنوں سے انتقام لے گا تاکہ خداوند منان کے علاوہ مظلوموں کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں۔

(۱۷) یہ وہ مجلس ہے جسے ملائکہ روزانہ قبر مطہر کے نزدیک منعقد کرتے خصوصیات اور تفاصیل کو ملائکہ کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

(۱۸) اس مجلس کی برپا کرنے والی صدیقہ طاہرہ سیدہ کونین فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا ہیں۔ یہ مخدرہ طاہرہ اس مجلس کو روزانہ آسمانوں میں منعقد کرتی ہیں اور یہی اس امر پر دلیل کے سید الشہداؑ کے لئے سال کے ہر دن میں خواہ وہ روز عید ہو یا کوئی اور دن فرش عزا بچھائی جا سکتی ہے۔

اجمالی طور پر اس مجلس کی کیفیت یوں ہے کہ وہ مخدرہ طہارت روزانہ عرش سے اپنے فرزند حسینؑ کی قتل گاہ پر نظر کر کے اس طرح بے تابی سے آہ و زاری کرتی ہیں کہ آسمانوں، زمینوں اور دریاؤں کی موجودات اور جملہ ملائکہ مضطرب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جناب

رسولِ خدا تشریف لا کر اپنی بیٹی کو تسلی دیتے ہیں۔ مخدرہ خاموش ہو کر اپنے فرزند کے زائرین کے حق میں دعا کرتی ہیں۔

(۱۹) یہ وہ مجالس ہیں جنہیں ائمہ معصومین میں سے ہر ایک نے اپنے زمانے میں منعقد کیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو مجالس برپا کیں ان میں سے ایک کا مرثیہ خوان جعفر بن عفان تھا۔ وہ کہتا ہے۔

لیبک علی الاسلام من کانا باکیاً فقد ضیعت احکامہ واستملت

غداۃ حسین للرماح رزیۃ فقد نہلت منہ الیسوف وعلت

ہر رونے والے پر لازم ہے کہ وہ اسلام پر گریہ کرے۔ کہ تحقیق اسلام کے احکام فراموش کر دیئے گئے حرام کو حلال قرار دیا گیا اور سید الشہداؑ کا سر مبارک نیزوں پر چڑھایا گیا۔ لاتعداد تلواریں ان کے خون سے سیراب ہوئیں اس مصرعہ میں ان زخموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بدن مبارک پر وارد ہوئیں۔ جن کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔

اس طرح امام نے ایک اور مجلس بھی منعقد کی جس کا مرثیہ عبد اللہ بن غالب نے پڑھا۔ مرثیہ کے مشہور ابیات میں سے ایک بیت یہ ہے۔

لبلیۃ تسفی حسینا بمسفاۃ الثری غیر التراب

ان کے مصائب کے لیے یہ کیا کم ہے کہ زمین سے گرد و خاک اڑ کر حسین علیہ السلام کے بدن پاک پر گر رہی ہے۔ اس مصرعہ سے جسد مطہر کی بے کسی کا اظہار ہوتا ہے کہ زمین کی مٹی کس طرح بدن صد پارہ کو ڈھانپ رہی ہے۔

یہاں ایک اور مجلس کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔ امام نے ابو ہارون مکفوف کو حکم دیا "انشدنی کما تنشدون عندکم۔" ابو ہارون اس مجلس میں اس طرح مرثیہ کہو جیسے اپنے نزدیک شعر کہتے ہو۔ ابو ہارون نے اس طرح مرثیہ کہا۔ "امرر علی جدث الحسین وقل لا عظمۃ الزکیۃ" حسین علیہ السلام کی قبر کے نزدیک سے گزرو اور ان کے بدن مبارک کے استخوان

ہائے پاکیزہ سے کہو...... امام نے یہ بیت سن کر گریہ کیا۔ ابو ہارون نے مرثیہ روک دیا امام نے بعد میں سکوت کر کے فرمایا مزید شعر کہو، شاعر نے مزید کہے امام نے پھر گریہ کیا اور فرمایا ابو ہارون دوبارہ پڑھو اس نے دوبارہ امام کے لئے یہ مرثیہ پڑھا۔

یامریم وقومی و اندبی مولاتی وعلی الحسین

فاسعدی ببکائی

اے مریم اٹھو اور اپنے مولا پر گریہ کرو۔ اپنی گریہ وزاری سے حسین علیہ السلام کی نصرت کرو۔

امام یہ سن کر تڑپ کر روئے۔ مخدرات حرم نے بھی ایسا گریہ کیا کہ ان کی صدائیں بلند ہوگئیں وہ روتے ہوئے فریاد کر رہی تھیں۔ یا ابتاہ

امام رضا علیہ السلام نے بھی اپنے جد کی مجلس کا اہتمام اس طرح کیا کہ آپ نے خود بہ نفس نفیس اپنے مقام سے اٹھ کر پردہ آویزاں کیا اور مخدرات حرم سے فرمایا کہ پردے کے پیچھے بیٹھیں۔ پھر مشہور شاعر دعبل خزاعی کو حکم دیا کہ آج جد کی مصیبت کو بیان کرے۔ خود امام نے یہ فرما کر فضائل کا آغاز کیا "من زرفت عیناہ علی مصاب جدی حشرہ اللہ یوم القیامۃ معنافی زمرتنا"

میرے جد کی مصیبت میں جس شخص کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے خداوند تعالیٰ روز قیامت اسے ہمارے ساتھ محشور کرے گا۔ اس کے بعد دعبل نے اپنا مرثیہ اس طرح شروع کیا۔

افاطم لو خلت الحسین مجدلا وقدمات عطشاناً بشط فرات

اذا اللطمت الخد فاطم عندہ ......

اے فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ جب بھی یہ تصور فرماتی ہیں کہ آپ کا لخت جگر حسین بیابان میں زخمی پڑا ہے اور وہ فرات کے کنارے اس دنیا سے پیاسا گزر گیا تو آپ اپنے چہرے پر طمانچے مارتی ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے یہ سن کر بے اختیار گریہ کیا۔ حرم کی بھی

صدائے گریہ بلند ہوگئی۔

(۴۰) ملائکہ ہر روز اپنے مخصوص انداز میں حسین علیہ السلام کی مجلس منعقد کرتے ہیں اس کا تذکرہ ملائکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴۱) یہ وہ مجلس ہیں جو حسین علیہ السلام کے شیعہ قیامت تک منعقد کرتے رہیں گے ۔رواج، حالات اور اخراجات سے قطع نظر یہ مجالس اتنی کثرت سے برپا ہوئیں ہیں جو بجائے خود باعث تعجب اور عجائبات میں شمار ہوتی ہیں یہاں تک کہ منافقین، کفار اور مخالفین اسلام کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں حسین علیہ السلام کی مجلس غم برپا نہ ہو۔ موجودہ حالات میں بغداد، قسطنطنیہ، مصر اور شام میں بھی سید الشہداؑ کی مجالس علانیہ منعقد ہوتی ہیں۔

(۴۰) ملائکہ ہر روز اپنے مخصوص انداز میں حسین علیہ السلام کی مجلس منعقد کرتے ہیں اس کا تذکرہ ملائکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴۱) یہ وہ مجلس ہیں جو حسین علیہ السلام کے شیعہ قیامت تک منعقد کرتے رہیں گے۔ رواج حالات اور اخراجات سے قطع نظر یہ مجالس اتنی کثرت سے برپا ہوئیں ہیں جو بجائے خود باعث تعجب اور عجائبات میں شمار ہوتی ہیں یہاں تک کہ منافقین، کفار اور مخالفین اسلام کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں امام حسین علیہ السلام کی مجلس غم برپا نہ ہو۔ موجودہ حالات میں بغداد، قسطنطنیہ، مصر اور شام میں بھی سید الشہداؑ کی مجالس علانیہ منعقد ہوتی ہیں۔

قسم پنجم

روز قیامت اہل محشر بھی مجلس برپا کریں گے جس کی مرثیہ خوان صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ہوں گی جو اپنے مبارک ہاتھوں میں اپنے مظلوم فرزند حسین کا خون بھرا کرتا لے کر فریاد کریں گے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ فرمائیں

گے جملہ ملائکہ آہ وزاری میں مصروف ہو جائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام اس حالت میں وارد محشر ہوں گے کہ آپ کا سر اطہر بدن مبارک سے جدا ہوگا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام ملائکہ کل پیغمبر اور اولین و آخرین کے جملہ مومنین شدت سے گریہ کریں گے۔ اس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائیں گی۔
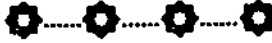
موضوع پنجم

اس عنوان کے تحت ان کتابوں اور صحیفہ ہائے آسمانی کی طرف اشارہ کیا جائے گا جن میں واقعہ کربلا یا ذکر شہادت امام مظلوم موجود ہے اور جو تعداد کے اعتبار سے دس ہیں۔

ا۔ قلم نے بحکم خداوند جبار جو کچھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مشیت رب میں گزر چکا تھا اسے لوح محفوظ پر لکھ دیا۔ چنانچہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلم نے رب کی اجازت سے پہلے آپ کے قاتلوں پر لعن میں سبقت کی۔

۲۔ دوسری کتاب قرآن مجید ہے جس میں متعدد آیات اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ہم اس بارے میں اپنے عنوان "قرآن" کے تحت گفتگو کریں گے۔

۳۔ تیسری کتاب توریت ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ اوصیادر پاسوخ کا چھیالیسواں مکتوب ہے "کی ذبح لدونای الوہیم صواووت بارض صافون آل نهر پرات" یعنی زمین کے شمالی حصہ میں فرات کے کنارے ایک عظیم انسان پروردگار عالم کی بارگاہ میں اپنی قربانی پیش کرے گا۔

۵۔ ان میں سے پانچویں کتاب لحمان ہے۔

۶۔ وہ صحیفہ ہے جو جناب شیث علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اس صحیفہ میں بھی واقعات کربلا کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔

۷۔ وہ صحیفہ جو خداوند ذوالجلال کی طرف سے خصوصی طور پر جناب سید الشہدا

ؑ کے لیے تحریر کیا گیا اس صحیفہ کی ایک عبارت یہ ہے "اکثر نفسک اللہ واخرج باقوام لاشہادۃ لھم الا معک وقاتل حتی تقتل" یعنی اے حسینؑ اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ فروخت کردو اور ایسی اقوام کے ساتھ قیام کرو جن کے لئے شہادت مقدر نہیں مگر تیرے ساتھ اور جنگ کرو یہاں تک کہ قتل ہو جاؤ۔"

۸۔ کنیہ نصاری میں ایک مکتوب پایا گیا جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل تحریر کیا گیا تھا۔ مکتوب میں درج مرثیہ کے اشعار یہ تھے :

"اترجوامۃ قتلت حسیناً   شفاعۃ جدہ یوم الحساب

فلاواللہ لیس لھم شفیع   وھم یوم القیامۃ فی العذاب

یعنی کیا وہ قوم جس نے حسینؑ کو مظلوم کیا روز محشر اپنے جد سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے۔ نہیں ایسا نہ ہوگا۔ خدا کی قسم وہ کبھی شفاعت نہ پاسکیں گے بلکہ وہ روز قیامت درد ناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

شام کے راستے میں جب سر مطہر کو ایک کلیسا کے نزدیک نصب کیا گیا اور تماشا بین سر مبارک کو چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے تو لوگوں نے دیکھا کہ کلیسا کی دیوار پر یہی اشعار درج تھے۔

۹۔ یہ ایک موتی تھا جو احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر اطہر جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عقد کے موقع پر بروز شنبہ مسجد کوفہ میں پایا گیا اس پر یہ عبارت تحریر تھی۔

ان ادر من السماء نثرونی   یوم تزویج والد السبطین

کنت اصفی من اللجین بیاضا   صبغتنی دماءُ

نحرو حسین

یعنی میں ایک موتی تھا جسے جناب سبطین (ابی الحسن والحسین) کے والد گرامی کے عقد کے موقع پر آسمان سے نثار کیا گیا۔ میں بھی چاندی سے زیادہ شفاف تھا۔ لیکن حسین علیہ السلام کے گلے سے بہنے والے لہو نے مجھے رنگین کر دیا۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر

کثرت سے ایسے سنگریزے پائے گئے کہ جن پر جناب سید الشہداؑ کا مرثیہ خون کے مانند سرخ رنگ میں تحریر تھا۔

۱۰۔ دسویں کتاب امام انس وجاں اور ان کے شیعوں سے عبارت ہے ان کے دل نور ایمان سے لبریز ہیں۔ان کا ذہن اور دل ودماغ گویا ایک لوح ہے جس میں واقعات کربلا اور امام مظلوم کے مصائب نقش ہیں۔ جیسے ہی امام کا نام زبان پر آتا ہے ان کے مصائب کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

موضوع ششم

اس موضوع کے باب میں جناب سید الشہداؑ کی مجالس غم اور تعزیہ داری کے خواص کو بیان کیا جائے گا۔ جو آٹھ فضائل پر مشتمل ہے۔

(۱) روایات میں نقل ہے۔

"من جلس مجلسا یحیی فیہ امر نالم یمت قلبہ یوم تموت القلوب "

جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارے امر کو زندہ کیا جاتا ہے، اس کے قلب کو اس دن موت نہیں آئے گی جس دن تمام قلوب مردہ ہو جائیں گے۔

(۲) یہ وہ مقام ہے جہاں سے تسبیح و تحلیل عالم بالا کی طرف صعود کرتی ہیں کیونکہ امام مظلوم کی مصیبت پر مغموم و محزون ہونے والی سانس بھی تسبیح رب ہے۔

(۳) ایسی مجالس محبوب صادق آل محمدؑ ہیں کہ آپ فرماتے ہیں :

ان تلک المجالس احبھا

بے شک میں ایسی مجالس کو پسند کرتا ہوں۔ اس لئے ایسی مجالس کو نہ صرف جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ پروردگار بھی محبوب رکھتا ہے۔

(۴) جناب سید الشہداؑ ایسی مجالس کو توجہ خاطر سے ملاحظہ فرماتے ہیں کیونکہ امام مظلوم یمین عرش سے تین چیزوں پر نظر رکھتے ہیں۔

۱۔ اپنے لشکر گاہ اور شہداء پر جو وہاں مدفون ہیں۔

۲۔ اپنے زوار پر۔
۳۔ اس شخص پر جو آپ پر گریہ کرتا ہے۔

(۵) یہ وہ مقام ہے جہاں پروردگار عالم کے مقرب ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔اس موضوع سے متعلق روایت کو جعفر بن عفان نقل کرتے ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں"میں جناب صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے مجھے عزت بخشی اور مجھے اپنے نزدیک جگہ دی۔اس کے بعد فرمایا:"یا جعفر میں نے عرض کی لبیک جعلنی اللہ فداک۔فرمانے لگے"بلغنی انک تقول الشعر فی الحسین و بخید"مجھے معلوم ہوا کہ تو حسینؑ کی مصیبت پر اچھا اشعار کہتا ہے۔عرض کی"بلی جعلنی اللہ فداک"فرمایا مجھے اپنے اشعار سناؤ۔میں نے مرثیہ کے اشعار سنائے۔امامؑ اور وہ حضرات جو اطراف میں بیٹھے تھے رونے لگے۔"حتی صارت الدموع علی وجھہ ولحیۃ"یہاں تک کہ آنسو آپ کے چہرہ انور اور محاسن مبارک پر جاری ہو گئے۔پھر فرمایا"یا جعفر لقد شھدت ملائکۃ اللہ المقربون ھیھنا یسمعون قولک فی الحسین ولقد بکوا کما بکینا او اکثر یعنی اے جعفر یہ تحقیق ملائکہ مقربین یہاں موجود ہیں جنہوں نے مصائب کے ان اشعار کو سن کر ہماری مانند یا اس سے بھی زیادہ گریہ کیا۔"ولدا وحب اللہ تعالی لک یا جعفر فی ساعتہ الجنہ باسرھا وَیَغْفِرُ اللہ لک اے جعفر خدائے تبارک وتعالی نے اس گھڑی تم پر بہشت کو واجب اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیا۔فقال الا ازیدک قال نعم یاسیدی قال مامن احد قال فی الحسین فبکی او ابکی الا اوجب اللہ لہ الجنۃ وغفر لہ آپ نے فرمایا کیا تم چاہو گے کہ اس فضیلت میں مزید اضافہ کروں۔

میں نے عرض کی یقیناً۔آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی شخص جو حسین علیہ السلام کے مصائب کو بیان کرے۔آپ پر گریہ کرے یا دوسروں کو رلائے مگر یہ کہ خداوند تعالی جنت کو اس پر واجب کر دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

(۶) جس مقام پر مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے وہی جگہ مقام قبر حسین علیہ السلام ہے۔ آپ کی قبر ایک خاص عمارت یا مقام پر مخصوص نہیں بلکہ یہ قبر ہر اس مقام پر موجود ہے جہاں حسین علیہ السلام پر گریہ کیا جاتا ہو۔ گویا ہر مخصوص مجلس غم جو عزائے سید الشہداؑ کے لئے برپا کی جائے وہیں پر قبر حسینؑ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عرفاء کہتے ہیں :

و کل بلدۃ یری قبرہ و کربلا کل معان یری

(۷) مجلس عزا گریہ کرنے والے کے لئے مقام معراج ہے۔ کیونکہ اس مقام پر خدا کی طرف سے خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ رونے والے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت رلانے والا رونے والا دونوں کے لئے مخصوص ہے کیونکہ مجلس عزا "صفقۃ واحدہ" کی مانند ہے۔

(۸) معصوم مجالس عزا کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کوئی اور مجلس ان مجالس کی جلالت وعظمت تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس کتنی خوش نصیب ہیں وہ مجالس جن کا شمار مجلس عزا میں کیا جائے۔

موضوع ہفتم

خصوصیات گریہ بر سید الشہداء علیہ السلام

صفات کے اعتبار سے یہ خصوصیات بھی آٹھ ہیں۔

(۱) گریہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان ہے۔

(۲) سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کرنا گویا جناب صدیقہ کبریٰ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ سلامہ علیہا کی تاسی ہے کہ وہ مظلومہ روزانہ اپنے فرزند مظلوم پر گریہ کرتی ہیں۔ جناب صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں "اما تحب ان تکون ممن یسعد فاطمہ" کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ تمہارا شمار جناب فاطمہؑ کے یاور و انصار میں ہو۔

(۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ گریہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے حق کی ادائیگی ہے۔ روایات صریح بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ روایات میں رونے والے کے متعلق فرمایا گیا "انہ قد اداء حقنا" بے شک گریہ کرنے والا ہمارے حق کو ادا کرتا ہے۔

(۴) حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا گویا ہر زمان میں آپ کی نصرت کرنا ہے۔

(۵) گریہ اسوۂ حسنہ اور پیغمبران ماسبق، ملائکہ اور جملہ خاصان خدا کی متابعت ہے۔

(۶) رونا اجر رسالت اور مودت قربیٰ پر دلیل ہے۔

(۷) ترک گریہ حسین علیہ السلام پر ظلم ہے۔

(۸) حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا ہر نازل ہونے والی مصیبت کی شدت کو کم کر کے سکون بخشا ہے۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "یاابن الشبیب ان کنت باکیاً بشی فابک للحسین بن علی بن ابیطالب فانه ذبح کما یذبح الکبش وقتل معه ثمانیة وعشر رجلا من اهل بیته مالهم فی الارض من شبیه" یعنی اے پسر شبیب جب کبھی تجھے کسی شے پر رونا آئے تو حسین بن علی بن ابیطالبؑ پر گریہ کر لینا کہ انہیں اس طرح قتل کیا گیا جس طرح دنبہ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ خواندہ اہل بیت کے ایسے اٹھارہ افراد کو قتل کیا گیا جن کی نظیر روئے زمین پر نہ تھی۔ ممکن ہے ذبح اور اہل بیت کے وقت کے ذکر سے اس امر کی طرف اشارہ مراد ہو کہ ایسے بے مثال اور یکتائے روزگار اٹھارہ بنی ہاشم کو قتل کرنے پر بھی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ اس کے باوجود فرزند رسول کو جانوروں کی مانند بے رحمی سے ذبح کر کے سر اطہر کو بدن مطہر سے جدا کر دیا گیا۔

موضوع ہشتم

فضائل گریہ

سیدالشہداؑ پر گریہ پانچ وجوہات کی بناء پر دوسرے اعمال پر فضیلت رکھتا ہے۔

(۱) مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر رونے والے کے لئے یہ کہا جائے صلی اللّٰہ علیک وصلوات اللّٰہ علیک روایت نبوی میں وارد ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الا وصلی اللّٰہ علی الباکین علی الحسین رحمۃ و شفقۃ اس بات کا امکان ہے کہ یہ روایت "اخبار" ہو کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے رحمتیں ہیں جو رحمت وشفقت سے حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آنحضرت کا دعائیہ جملہ ہو کہ خداوند عالم سے دعا فرمار ہے ہوں کہ ایسے افراد پر رحمت نازل کر۔ بہر حال حقیقت جو بھی ہو وہ مطلوب کو ثابت کرتا ہے۔

(۲) بعض اوقات گریہ کا ثواب، راہ خدا میں اپنے فرزند کی قربانی سے بڑھ کر ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں امام الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ان ابراھیم ، ذبح الکبش فداآء تمنی ان یکون ذبح ولدہ لینال ارفع الدرجات فاوحی الیہ بواقعۃ الحسین فی کربلا فجزع وجعل یبکی فاوحی اللّٰہ تعالی قد فدیت جزعک علی ابنک اسماعیل لو ذبحتہ بیدک بجزعک علی الحسین وقتلہ واجبت لک ارفع الدرجات اھل الثواب علی المصائب.

جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کے بدلے دنبہ کو ذبح کر دیا تو ان کے
دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میرا فرزند ذبح ہو جاتا تو مجھے قرب خدا میں عظیم ترین
درجات حاصل ہو جاتے۔ پس خداوند تعالیٰ نے جناب ابراہیم کو وحی کے ذریعے کربلا کے
واقعات اور امام حسین علیہ السلام کی قربانی سے آگاہ کیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن
کر شدت سے گریہ کیا۔ خداوند عالم نے وحی فرمائی کہ اے ابراہیم میں نے تیرے گریہ کو
تیرے فرزند اسماعیل کی قربانی کا عوض قرار دیا۔ اور اس گریہ کے سبب سے تجھے بلند ترین
درجات پر فائز کر دیا۔ لہٰذا بہت ممکن ہے کہ حسینؑ پر گریہ کے سبب کسی کو راہ خدا میں فرزند کے
ذبح کا ثواب عطا کیا جائے۔ لیکن ہر شخص اس بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اس بلند مرتبہ کو
وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو حسین علیہ السلام کی اس طرح عزت و احترام کرے جس طرح
جناب ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ اور جیسا کہ روایات میں ہے کہ پروردگار عالم نے حضرت
ابراہیمؑ کی اس تمنا کے بعد انہیں وحی کی۔ "**یا ابراهیم من احب خلقی الیک**" اے
ابراہیم تیرے نزدیک میرا محبوب ترین بندہ کون ہے؟ آپ نے عرض کی **یا رب ما خلقت
خلقاً هو احب الی من حبیبک محمد صلی الله علیه و آله** پروردگار میرے
نزدیک تو نے کسی ایسے کو خلق نہیں فرمایا جو مجھے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ
محبت کرتے ہو یا اپنے نفس سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا میں اس سے زیادہ محبت کرتا
ہوں۔ پھر فرمایا "**فولده احب الیک ام ولدک**" یعنی تجھے اپنے بیٹے سے زیادہ محبت
ہے یا اس کے فرزند سے، عرض کی میں اس کے فرزند کو عزیز رکھتا ہوں۔ دوبارہ خطاب باری
ہوا "**یذبح ولده ظلماً علی ایدی اعدائه اوجع لقلبک او ذبح ولدک
بیدک فی طاعتی**" کیا دشمنوں کے ہاتھوں اس کے فرزند کا مظلوم قتل ہو جانا تمہارے
لئے زیادہ باعث کرب و رنج ہے یا اطاعت خدا میں اپنے فرزند کا اپنے ہاتھوں ذبح ہو جانا؟
حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی "**فذبح ولده ظلماً علی ایدی اعداء اوجع لقلبی**"
اس کے فرزند کا دشمنوں کے ہاتھوں مظلوم قتل ہو جانا یقیناً میرے لئے زیادہ کربناک ہے۔

پس خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گریہ وزاری کی۔ یہاں تک کہ ان پر پروردگار عالم کی طرف سے فدیہ سے متعلق وحی نازل ہوئی جسے گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے۔ خداوند عالم نے اس وحی میں اپنے خلیل کو کربلا کے واقعات کی خبر دی۔ اور بتلایا کہ خاتم النبیین کا نواسہ خدا کی راہ میں کس طرح اپنی قربانی پیش کرے گا پس بشارت ہے سید الشہداؑ کی مصیبت پر گریہ کرنے والوں کے لئے کہ اس عمل کا ثواب راہ خدا میں اپنے فرزند کی قربانی دینے کے مانند ہے۔

(۳) ہر عمل کے لئے کم از کم ایک حد مقرر کی جاتی ہے کہ اس سے کم پر اس عمل کے مقبول ہونے کا امکان نہیں۔ لیکن سید الشہداؑ پر گریہ وہ عمل ہے جس کے لئے کم سے کم کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ اسی طرح اس عمل پر ملنے والے ثواب کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

(۴) اگر رونے والے کی آنکھوں سے اشک جاری نہ ہوں لیکن وہ شخص رونے والے کی شکل بنائے تو اس کے لئے بھی وہی ثواب مقرر ہے۔ یہ امر عجائبات میں سے ہے۔ ایسے انسان کے لئے "فتباکی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی جو رونے والے کی شکل بنائے۔ گریہ نہ کرے لیکن اپنے سر کو مصیبت زدوں کی مانند نیچے ڈال دے۔ گریہ کی آواز بلند کرے اور رقت وغم وکا تاثر دے۔ ایسے افراد بھی گریہ کے ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن "فتباکی" کا ثواب اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ عمل خالصتاً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انجام دیا جائے اور اس میں ظاہر داری اور ریاکاری کا کوئی پہلو نہ ہو۔ "فتباکی" وہ عمل جس کی بنیادی شرط خلوص نیت ہے۔

(۵) اس سرور گرامی پر گریہ کرنا بعض جہات کی رو سے ایمان واعمال صالحہ کی ہر قسم پر ترجیحی حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں سے بعض اقسام کا تذکرہ عمل میں لایا جا چکا ہے۔ بعض دوسری اقسام کو انشاءاللہ آنے والے عناوین کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

موضوع نہم

خصوصیات گریہ بنظر اجر و ثواب

اس سلسلہ کی پہلی خصوصیت قیامت کی ہولناکی سے نجات سے متعلق ہے جس کی تفصیل چند دیگر امور کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

(۱) انسان پر انتہائی مصیبت اور ہولناکی کا وقت وہ ہوگا جب اس کی روح بدن سے پرواز کر جائے گی۔ چنانچہ مولائے متقیان فرماتے ہیں "وان السموات غمرات هي اقطع من ان تستغرف بصفة او يعتدل على عقول اهل الدنيا و البكاء على الحسين ينجي منه" "موت کے لمحات اس قدر شدید و گراں ہوں گے کہ الفاظ میں اس کی شدت کو اہل دنیا کے لئے سمجھایا نہیں جاسکتا نہ عقل کی وہاں تک رسائی ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ ہی وہ امر ہے جو انسان کو موت کی اس ہولناکی سے نجات دیتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے مسمع بن عبدالملک سے فرمایا" یا مسمع انت من هن العراق اما تاتي قبر الحسين" یعنی اے مسمع تو اہل عراق میں سے ہے تو قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کو نہیں جاتا۔ قال لا لان اعدائي النصاب فاخاف ان يرفعوا على عند الولي فيمثلون عليه عرض کی کہ میں زیارت سے اس لئے مشرف نہیں ہوتا کہ نواصب میں میرے کثیر دشمن ہیں مجھے خوف ہے کہ وہ حاکم وقت کو اس کی خبر پہنچادیں گے جو میرے اذیت کا باعث بنے گا۔ قال افما تذکر ما صنع به آپ نے فرمایا کیا تو ان کے مصائب کا تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ قلت نعم عرض کی کیوں نہیں قال فتجزع فرمایا کیا تم ان مصائب پر گریہ بھی کرتے ہو؟ قلت إِیْ و اللہ و استیر و ویدی اهلي الر ذالک على و امتنع من الطعام عرض کی خدا کی قسم اتنا گریہ کرتا ہوں کہ

طبیعت غذا کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ فسال امسا انک ستری عند موتک حضور آبائی و وصیتھم ملک الموت بک ماتقربه عینک فرمایا آگاہ رہنا تو موت کے وقت اپنی بالین پر میرے اجداد گرامی کو دیکھو گے جو ملک الموت سے تیرے متعلق اس امر کی سفارش کریں گے جس سے تیری آنکھیں روشن ہو جائیں گے۔

(۲) موت کے ہنگام ملک الموت کا مشاہدہ خصوصاً اہل معصیت کے لئے انتہائی خوفناک اور وحشت ناک ہے۔ صرف سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ ہی اس خوف وحشت سے نجات دلا سکتا ہے کہ امام صادق علیہ السلام گذشتہ حدیث کے تواتر میں مسمع سے فرماتے ہیں فملک الموت ارق علیک من الام الشفقة علیٰ ولدھا۔ پس ملک الموت تجھ پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی ایک ماں اپنے فرزند پر مہربان ہوسکتی ہے۔

(۳) میت کے لئے انتہائی تکلیف وہ وقت وہ ہے جب اسے قبر میں اتارا جاتا ہے۔ اسی لئے مستحب قرار دیا گیا کہ قبر میں اتارنے سے پہلے میت کو تین مرتبہ قبر کے نزدیک لایا جائے تاکہ اس کی ہیبت قبر جاتی رہے۔ لیکن امام حسین علیہ السلام پر گریہ اس ہیبت سے بھی نجات کا سامان فراہم کرتا ہے۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص کسی مومن کے قلب کو مسرور کرے خداوند تعالیٰ اس سے ایک نیک مثال خلق کرتا ہے جو قبر میں اس شخص کے پاس آکر اس سے ملاقات کرتا ہے اور کہتا ہے ہناوصی اللّٰه بکرامة من الله ورضوان ویومنه ویونسه حتی ینقضی الحساب۔ اے دوست خدا بشارت ہو تجھے اللہ کی کرامت رضوان اور خوشنودی کی جو اسے عذاب سے محفوظ رکھے گی اور روز قیامت تک اس کے ساتھ رہے گی۔ پس جب ہم اسے قبر میں داخل کرتے ہیں تو اس گریہ کی وجہ سے جو اس نے مظلوم کربلا کی مصیبت پر کیا ہے پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ، سیدہ کونین جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا اور جوانان جنت کے سردار جناب حسن مجتبیٰ اور سید الشہداء علیہم السلام اس سے مسرور وشاد ہوتے ہیں۔ کیونکہ خود ان ذوات مقدسہ نے فرمایا "ان ذالک صلة لنا واحسان واسعاد۔ یعنی تمہارا گریہ ہماری نصرت اور ہم پر احسان ہے۔ پس اس

چہرے کے جمال کا کیا عالم ہوگا جوان کے صفات سے متخلق ہوا ہو اور قبر میں داخل ہوتے وقت ہم سے ملاقات کرے اور ہمارا انیس ہو۔

(۴) قبر میں عالم برزخ میں قرار دیا جانا از خود ایک عذاب الیم ہے۔ امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ اہل قبور کی حالت زبان حال سے فرماتے ہیں: الھم یعادون کل ان تکادنا ضیق المضجع وھلمت علینا الربوع الصموت فتشکرت معارف صورنا والمحت محاسن اجسادنا وطالت فی مساکن الوحشة اقامتنا۔ یعنی وہ فریاد کریں گے کہ ہم تنگ قبر سے عذاب میں ہیں۔ زمین کے جانور اور حشرات ہم پر غضبناک ہیں۔ ہمارے مکانات ہمارے سامنے منہدم کر دیئے گئے۔ ہمارے چہرے اس طرح متغیر ہو گئے کہ پہچانے نہیں جاتے۔ ہمارے محاسن محو ہو گئے۔ ان وحشت کے گھروں میں ہمارا قیام طولانی ہو گیا ہے۔ سید الشہداؑ پر گریہ کرنا ایسے وقت میں بھی فائدہ پہنچائے گا کہ قبر میں رونے والے کے حق میں وارد ہے کہ انہ یفرح عند الموت فرحة تبقی فی قلبه الی یوم القیامة ، بے شک گریہ کرنے والا موت کے وقت مسرور ہوگا اور یہ مسرت اس کے دل میں قیامت تک باقی رہے گی۔

(۵) جس وقت مرنے والے قبر سے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ وہ مصیبت و وحشت کا عجب منظر ہوگا اللہ سید الساجدین جیسا امام بھی اس وقت کو یاد کر کے تڑپتے اور گریہ کناں ہوتے ہوئے فرماتے ہیں "ابکی لخروجی من قبری عریاناً ذلیلاً حاملاً ثقلی علی ظھری انظر مرة یمنی و اُخری عن شمالی اذ الخلائق فی شان غیر شانی وجوہ یومئذٍ مسفرة ضاحکة مستبشرہ و وجوہ یومئذٍ علیھا غبرہ ترھقھا قترة و ذلة" میں اس وقت کو یاد کر کے گریہ کر رہا ہوں جب عریاں اور ذلیل قبر سے اٹھایا جاؤں گا۔ میرے عمل کا بار میری پشت پر ہوگا۔ ایسے میں ہم ایک دفعہ داہنی ہاتھ کی طرف اور دوسری مرتبہ بائیں طرف نظر کریں گے۔ مخلوقات کی حالت ہم سے مختلف ہوگی۔ اس دن بعض کے چہرے خنداں اور ان سے نور ٹپک رہا ہوگا۔ اور بعض کے چہرے

گردآلود اور ذلت کی خاک سے سیاہ ہوں گے۔ ایسے ہولناک ہنگام میں حسین علیہ السلام پر گریبان کو عریانی و ذلت سے نجات دے گا۔ ان کی پشت کا بار ہلکا ہو جائے گا۔ پس ایسے وقت میں جبکہ وہ چہرے کے گردآلود ہونے سے خوفزدہ ہوں گے تو حسینؑ پر گریہ کرنے والوں کو بشارت ہوگی کہ انه یخرج من قبره والسرور علی وجهه والملائکة تتلقاه بالبشارة لما اعدالله وله ۔ وہ قبر سے اس حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہروں سے سرور و مسرت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ ملائکہ رحمت ان سے ملاقات کر کے انہیں اس امر کی بشارت دیں گے جس کا خداوند تعالیٰ نے ان کے لئے اہتمام کیا ہے۔

(۲) یقینا قیامت کا زلزلہ ایک واقعہ عظیم اور داہیہ عظمیٰ ہے۔ یہ انتہائی سخت اور شدید وقت ہوگا۔ خداوند عالم نے اُس ہنگام کو بہ حسب حال مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ ایک خاص حالت میں اس کا نام قیامت ہے جبکہ دوسری حالت میں "غاشیہ" حالات کے اعتبار سے اس وقت کو ساعت بھی کہا گیا۔

خصوصی حالت آخری کی بناء پر زلزلہ سے یاد گیا ہے۔ اسے کسی صفت کی وجہ سے طاقت اور کسی صفت کی وجہ سے قارعہ پکارا گیا۔ قرآن مجید نے اس دن کو روز فصل، یوم الدین، یوم الارض، یوم الفزع الاکبر اور یوم حساب سے یاد کیا ہے۔ کہیں اس دن کے لئے طامہ کبریٰ، صاخہ اور واقعہ کے القاب مختص کئے گئے ہیں اور کہیں اس کو یوم الفرار، یوم البکاء، یوم التلاد، یوم التغابن اور یوم آزفہ کا نام دیا گیا۔ اسی دن کے لئے کہا گیا کہ "یکون الناس کالفراش المبعوث و لا یسئل حمیم حمیما" یعنی لوگ اس دن پتنگوں کی طرح متفرق و منتشر ہوں گے۔ کوئی ایک دوسرے کا پرسان حال نہ ہوگا۔ بلکہ ہر شخص وانفسی پکارے گا۔ روز محشر کی ان شدید ساعتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے دنیا میں چند اعمال حسنات، حالات، اخلاق، مجاہدات، جانوں کی قربانی تہجدات، عبادت، ترک راحت اور اختیار زہد کے راستے بتلائے گئے ہیں۔ لیکن سید الشہداء علیہ السلام پر یہی ایک مراد

ہے جوان شدید اور مشکل ترین ہنگام میں انسانوں کی نجات کی ضمانت دے گا۔ جب صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا نے اپنے فرزند مظلوم کے لئے اقامہ عزا کا اہتمام کیا تو آپ نے اس سلسلہ میں اپنے جد بزرگوار جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوال کیے۔ جس کے جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

"انہ اذا کان یوم القیامۃ فکل من بکی علی مصائب الحسین اخذ وادخلناہ الجنۃ" یقیناً قیامت کا دن برپا ہوگا۔ پس جس نے بھی حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کیا ہو۔ ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر داخل بہشت کریں گے۔ پس جس کا ہاتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھامیں گے پھر لئے قارعہ اور فزع سبب عذاب روز جزا بن سکے گا۔ طامہ اور قیامت کا داعیہ اس کو پامال نہ کرے گا۔ وہ روز محشر کی مصیبتوں سے محفوظ اور مسکراتا ہوگا۔

قیامت ایسے انسان کے لئے روز گریہ بن کر نہیں آئے گی کہ اس کو جن جنت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔ قیامت اس کے لئے روز حزن واندوہ نہ ہوگا اور وہ ہر عذاب ومصیبت محشر سے محفوظ ومامون رہےگا۔ روز تغابن کے مصائب اس کے شامل حال نہ ہوں گے۔ وہ سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور پھوؤں کی مانند پراگندہ نہ ہوگا۔ جناب حسین علیہ السلام خود اس کی احوال پرسی فرمائیں گے۔ یہی وہ موقع ہے جب " حمیم" رونے والے سے اس کے حالات پوچھے گا۔

(۷) وہ وقت جب روز حساب انسانوں کو ان کے نامہ اعمال پڑھوائے جائیں گے انتہائی دہشت ناک ہوگا۔ امام المتقین اور صدیقین کے سرور وسردار جب اس کے وقت کا تصور کرتے تو گریہ فرماتے۔ آدھی رات کو صحرا میں نکل جاتے اور لوح کرتے ہوئے فرماتے "اہ ان انا قرأت فی الصحف سیۃ انت محصیھا وانا ناسیھا فتقول خذوہ غیالہ من ماخوذ لاتنجی عشیرتہ۔ پروردگارا آہ اس وقت سے جب اپنے اعمال کے صحیفوں میں اپنے اعمال کے ان سیئات کو پڑھوں جسے تو نے محفوظ رکھا اور میں نے

فراموش کردیا ہے۔ پس ملائکہ غضب سے فرمائیں گے کہ اس کو پکڑلیں۔ اس گرفتار عذاب کا کیا حال ہوگا جسے اس کا قبیلہ اور اقارب نجات دینے پر قادر نہ ہوں گے۔ آپ اس طرح عرض حال کرتے اور گریہ فرماتے و یتململ تململ السلیم اس طرح تڑپتے جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے اور پھر خشک لکڑی کی مانند زمین پر گر پڑتے یقیناً حسین علیہ السلام پر گریہ اس وقت کام آئے گا جب نامہ اعمال ہاتھ میں پکڑایا جائے گا اور آواز آئے گی "اقرا کتابک" یعنی اپنے نامہ اعمال کو پڑھو۔ اس ہنگام دار و گر اور شور قیامت میں جب ہر شخص موقف حساب میں ہوگا، گریہ کرنے والے سایہ عرش میں جناب حسین علیہ السلام کے ساتھ مصروف گفتگو ہوں گے۔

(۸) وہ وقت بھی انتہائی پر خوف ہوگا۔ جب پل سے صراط گزرنے کا حکم دیا جائے گا اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہوگی کہ خداوند عالم کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے "و کان علی ربک حتماً مقضیا" تمہارے پروردگار کی طرف سے حتمی طور سے مقدر کردیا گیا۔ لوگ اس پل پر سے مختلف صورتوں میں عبور کریں گے۔ بعض برق کی مانند، بعض سوار تندرو کی مانند اور بعض چار ہاتھوں اور پیروں سے صحیح سالم بچے کی مانند گزر جائیں گے اور بعض صراط پر سے گزرتے وقت جہنم میں گر جائیں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ "الناس یتھافتون فیه کتھافت الفراش" لوگ آتش جہنم میں اس طرح گریں گے جس طرح پتنگے گرا کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے، پروردگار حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والے کی حفاظت فرما، روایات معتبرہ کی رو سے پیغمبر اکرمؐ ایسے شخص کو ہاتھ سے تھام کر پل صراط عبور کروادیں گے۔

(۹) وہ ساعت عجب روح فرسا ہوگی جب جہنم کی طرف افراد کو لے جایا جائے گا۔ اسی کو فزع اکبر کہتے ہیں۔ صرف وہی جنہوں نے حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہو اس عظیم مصیبت سے نجات پا سکیں گے۔

(۱۰) آتش جہنم میں گرنے سے زیادہ پر عذاب ساعت کوئی نہ ہوگی یہ عذاب اتنا

دردناک ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اس کی برداشت کی طاقت نہیں۔ یہاں بھی حسین علیہ السلام پر گریہ اس کے نجات کا ضامن ہوگا۔ اس کی آنکھ سے بہنے والے آنسو کا ایک قطرہ بھی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ جیسا کہ روایات میں وارد ہے "والقطرۃ منہ مطفئۃ لبحرھا" یہاں پر آگ کا جتنا بھی ذخیرہ ہوگا اس کے بعد بہ سبب گریہ آتش جہنم سے نجات پا سکے گا۔

دوسری خصوصیت :

گریہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ گناہوں کو محو کر دیتی ہے۔ روایات کثیرہ میں وارد ہے کہ "ان القطرۃ تکفر ما کان بقدر زبد البحر و عدد النجوم" بے شک آنسو کا ایک قطرہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے گرچہ گناہ سمندروں کی مانند عمیق اور ستاروں کی مانند کثیر ہوں۔

تیسری خصوصیت :

سید الشہداؑ پر رونے کی ایک خصوصیت حسن مال سے متعلق ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ مرنے والے کے سیئات حساب سے بدل جائیں۔ بلکہ یہ کہ گریہ کے سبب جناب امام حسین علیہ السلام اس کے متعلق جناب سید المرسلینؐ، امیر المومنینؑ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے سفارش فرمائیں گے۔

چوتھی خصوصیت :

گریہ اجر و ثواب اور جنت کے حصول کا سبب ہے۔ روایات میں رقم ہے "ان اجر کل قطرۃ ان یبوئہ و اللہ بھا فی الجنۃ حقباً" خداوند رونے والے کے ہر قطرہ اشک کے بدلے اسے بہشت میں جگہ دے گا۔

یہاں کلمہ حسب جنت میں دائمی قیام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پانچویں خصوصیت :

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ افضل مخلوقات، سید کائنات اہل بیت اطہار اور ائمہ معصومین سلام اللہ علیہا اجمعین کے درجات سے بلند تر کوئی درجہ نہیں۔ جناب حسین علیہ السلام پر گریہ سے متعلق یہ روایت ہے کہ "انہ یکون الباکی معہم فی درجتہم" رونے والا ائمہ معصومینؑ کے ساتھ ان کے درجات میں شامل ہوگا۔ یہ وہ فضیلت ہے جس کے حصول کی تمنا ہر مومن کے دل میں موجود رہنی چاہیے۔ گریہ کرنے والا اس فضیلت کے سبب اس بلند مقام کو حاصل کرتا ہے جس سے بلند تر کوئی مقام نہیں۔ اس لئے کہ یہی ذوات مقدس منتہائے مسئول اور غایت ماحول ہیں۔

چھٹا : گریہ کی حیرت انگیز خصوصیات

مختلف روایات میں رونے والی آنکھوں کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ چشم گریاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین آنکھ ہے۔

۲۔ ان کل عین باکیۃ یوم القیامۃ لشدۃ من الشدائد الا عین بکت علی الحسین فانہا ضاحکۃ مستبشرۃ بنعیم الجنۃ، بہ تحقیق روز قیامت کی دہشت کی وجہ سے اس دن ہر آنکھ گریہ کناں ہوگی مگر وہ آنکھ جس نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہو۔ ایسی آنکھ کو جنت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

۳۔ یہ امر یقینی ہے کہ ایسی آنکھ حوض کوثر کو دیکھتے ہی اس سے متنعم ہوگی۔

۴۔ یہ آنکھ صرف کوثر کو دیکھتے ہی اس کی نعمتوں سے مستفیض ہوگی۔ اس کے علاوہ کوثر کو دیکھنے والی دوسری آنکھیں اس نعمت سے محروم رہیں گی۔

۵۔ ملائکہ اس امر پر مامور ہیں کہ رونے والی آنکھوں سے آنسوؤں کو جمع کیا

جائے۔

ساتویں خصوصیت :

مختلف روایات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عزائے سید الشہداؑ میں بہنے والے آنسو درج ذیل صفات کے حامل ہیں۔

۱۔ یہ قطرہ اشک خداوند عالم کی نگاہ میں محبوب ترین ہیں۔

۲۔ ملائکہ ان قطرہائے اشک کو شیشوں میں جمع کرتے ہیں۔

۳۔ یہ آنسو بعد میں خازنان بہشت کی تحویل میں دے دئے جاتے ہیں جو انہیں بہشت میں آب حیات میں مخلوط کر دیتے ہیں جس سے اس آب کی شیرینی میں ہزار گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ ہر شے کی ایک حد معین ہے لیکن اشک چشم کے اجر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔

آٹھویں خصوصیت :

روایات کے مطابق گریہ کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ "ان لکل شواب الا الدمعۃ فینا" یعنی ہر شے کے لیے ثواب کی ایک حد مقرر ہے مگر اس آنکھ کے لیے جو ہمارے مصائب پر گریہ کرے۔ اس کے ثواب کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے جسے بیان کیا جائے۔ اس میں تعجب کا کوئی مقام نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بارے میں شک میں مبتلا ہو جاؤ یا ثواب کی اس حد کو بہت زیادہ تصور کر بیٹھو کہ در حقیقت یہ فضیلت گریہ کرنے والے کے اشک چشم کا عوض نہیں۔ بلکہ یہ فضیلت رب ذوالجلال کی طرف سے سید الشہداء علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کا صلہ ہے جو انہوں نے راہ خدا میں پیش کی۔ خدا کی اس مرحمت و عطا کو اس بزرگوار کے حق میں زیادہ تصور نہ کرو کہ بادشاہوں اور سلاطین کے واقعات میں بارہا یہ سنا گیا کہ انہوں نے اپنی معمولی خدمت یا مدح کے صلہ میں ہدایات و بخشش کے ایسے نمونے دکھلائے جو ہمیشہ کتب تاریخ کا جز و رہیں

گے۔ اس سلسلہ میں معن بن زائدہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے ایک شعر کے صلہ میں

فیا جود معنٍ ناج معناً بحاجتی

فلیس الی معنٍ سواک شفیع

(یعنی اے معن کی جود و سخا تو معن کو میری حاجت کی خبر دے کہ تیرے سوا معن کے پاس میرا کوئی شفیع نہیں) پہلے دن ایک لاکھ درہم عطا کیئے۔ دوسرے دن دوبارہ اسے بلا کر اتنی ہی رقم انعام میں دی۔ شاعر اس خوف سے کہ کہیں انعام کی رقم کو واپس نہ لے لے فرار اختیار کیا اور شہر سے باہر چلا گیا۔ معن نے جب یہ خبر سنی تو کہنے لگا اگر وہ شہر کو ترک نہ کرتا تو میں پورا خزانہ اس پر لٹا دیتا۔ گرچہ معن خود اس خزانہ ک مالک نہ تھا اور وہ خود بھی اس کا ضرورتمند تھا لیکن پھر بھی آمادہ تھا۔ اپنی مدح کے ایک شعر کے عوض جو صرف زبانی تھا اور اس کے احساسات قلبی کا آئینہ دار نہ تھا۔ اپنا خزانہ اس پر نثار کر دیتا۔ پس وہ جس کے خزانوں کی انتہا نہیں کیوں نہ اجر کے دین کو ادا کرے۔ وہ جس قدر عطا فرماتا ہے اس کے کرم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پس جبکہ کوئی اپنی روح و جسد و جسم و جان، اعضاء و جوارح اور سب سے بڑھ کر عیال و اطفال اور اپنی زندگی و آرام کو اس کی راہ میں اس طرح تج دے کہ بھوک و پیاس کی شدت، تیر و تلوار و سنان کے بے شمار زخم اور اعداء کی ناسزا گوئی اس کے پائے ثبات اور ارادے میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ تو پروردگار عالم کے نزدیک اس کے صلہ کا کیا مقام ہوگا۔

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ہشام کی معشوقہ نے جس کا نام خالصہ تھا اپنے تمام زیورات و جواہرات اس ایک شاعر کو عطا کر دیئے جس نے ایک لفظ کی تبدیلی سے اس کے ہجو کو مدح سے بدل دیا۔ خالصہ کے لیے کہا جانے والا ہجو یہ تھا۔

کما ضاع در علیٰ خالصۃ یعنی خالصہ کے سر پر سجنے والا دُر اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھا۔ اس مصرعہ میں تبدیلی کر کے اسے یوں بنا دیا گیا کما ضآء دُر علیٰ خالصۃ یعنی دُر خالصہ کے سر پر زینت پا کر درخشاں ہو گیا۔ پس جب خالصہ اپنی کل ہستی کو ایک شعر کے ایک لفظ کی تبدیلی پر قربان کر سکتی ہے تو خالق موجودات وجود اجود من کل جواد اس

کی قربانی کا کیا کچھ صلہ نہ دے گا جس نے اپنا وجود اور اعضاء جوارح کو اس کی مرضی حاصل کرنے کے لیے مختص کر دیا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ عطائے پروردگار میں کسی حیثیت میں بھی تعجب نہ ہونا چاہیے۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو جواد کو بخیل تصور کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے یہ فکر جناب صدیقہ کبری فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دل شکستہ کرنے کے مترادف ہے۔ سید علی الحسینی اور فاضل مجلسی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ یہ تصور نہ صرف باعث تعجب ہے بلکہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کے مرتبے اور ان کے اجر کو کم کرنے کی کوشش ہے۔ گریہ کی جملہ فضیلت صرف اجر امام حسین علیہ السلام سے وابستہ ہے۔ پس جناب سید الشہداء علیہ السلام کی دربدری اور ان کے مصائب سن کر محزونی قلب اور روانی اشک کا جو ثواب ملتا ہے وہ در حقیقت روانی اشک کا اجر نہیں بلکہ ان مصائب کا اجر ہے جو جناب حسین علیہ السلام کو برداشت کرنے پڑے۔ امام کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا۔ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ ان کے لیے کوئی مقام، مقام امن نہ رہا۔ صرف قتل ہی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ قتل کے بعد سر اطہر کو کاٹ کر نیزے پر چڑھایا گیا۔ یہ سر کبھی ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اور کبھی یزید کے روبرو تحفتاً لایا گیا، کبھی دروازہ شام پر، کبھی درخت پر اور کبھی تنور پر آویزاں کیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جسد مطہر کی بھی بے حرمتی روا رکھی گئی۔ پس تمہیں ملنے والا اجر و ثواب اس کیفیت کے صلہ میں ہے جس سے مظلوم کربلا کو دوچار ہونا پڑا۔ کیا ان تمام مصائب کے باوجود اس اجر کو کثیر خیال کرو گے۔ پس اگر اس مظلوم کی پیاس کی کیفیت سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں تو ملنے والا اجر اس سرور گرامی کی صرف پیاس کا صلہ بھی ادا نہ کر سکے گا۔ کیونکہ ذرا تصور تو کریں کہ کیا یہ اجر اس پیاس کے حق کو ادا کر سکے گا کہ جب شدت تشنگی سے کلیجہ پارہ پارہ تھا۔ زمین و آسمان کے درمیان گویا دھواں حائل ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ اعداء کی طنز و شماتت سے قلب مبارک زخمی تھا۔ جبکہ دشمن پکار کر کہہ رہے تھے۔ "لا تسقيک حتی ترد الحامیه وتشرب من حمیمها۔" "یعنی اس وقت تک تمہیں پانی نہ دیا جائے گا جب تک وارد جہنم ہو کر اس کا ذائقہ نہ چکھو۔

اشک چشم کی فضیلت کے بارے میں روایات میں رقم ہے فهما لو سقطت فی جهنم لا طفئت حرها۔ یعنی اگر آنکھ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی جہنم میں گر کر اس کی حرارت کو خاموش کر دے تو یہ ان آنسوؤں کا اجر نہیں بلکہ اس مظلوم کی جگر سوختگی کا صلہ ہے۔ ان کے سرتاپا مجروح بدن کا تصور اگر تمہارے حلقہ ہائے چشم میں روانی اشک کا باعث بن جائے تو ملنے والا اجر و ثواب در حقیقت امام کے اس صبر و تحمل کا صلہ ہے جب مظلوم امام زخم پر زخم کھاتا رہا۔ چشم تصور میں نہیں آ سکتا کہ اس بدن مطہر پر جس کا طول سات بالشت ہو، تیروں کے چار ہزار، تلواروں کے ستر اور اسی طرح نیزوں کے بھی ستر زخم آئے ہوں مگر یہ کہ ایک زخم پر دوسرا زخم لگایا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنسو کے عوض آنکھوں سے خون جاری ہوتا ہے۔

مظلوم کے قتل کی داستان سن کر تمہارا آبدیدہ ہونا اس لیے نہیں کہ وہ قتل کر دیے گئے بلکہ مظلومی کا یہ تصور لانے کے لیے کافی ہے کہ حسین علیہ السلام کو ضرب شمشیر سے اس طرح ذبح کیا گیا جیسے گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جناب سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب جس طرح اہل زمین کے لیے المناک ہیں اسی طرح اہل آسمان کے لیے بھی عظیم غم و حزن کا باعث ہیں۔

منابع کتاب

۱ـ ابن عساکر، تاریخ دمشق، جلد امام حسین (علیه السلام).
۲ـ ارشاد، شیخ مفید، محمّد بن نعمان، متوفّای ۴۱۳ ﻫ. چاپ بیروت.
۳ـ الاصول السّتة عشر، شامل۱۶ اصل از ۱۶ تن از اصحاب ائمّه (علیهم السّلام)، چاپ ۱۴۰۵ ﻫ قم، الست چاپ ۱۳۷۱ ﻫ.
۴ـ اصول کافی، محمّد بن یعقوب کلینی، متوفّای ۳۲۹ ﻫ چاپ بیروت.
۵ـ اعلام زرکلی، خیر الدّین زرکلی، متوفّای ۱۳۹۶ ﻫ چاپ۱۹۸۰ م. بیروت.
۶ـ اعیان الشّیعه، سیّد محسن عاملی، متوفّای ۱۳۷۱ ﻫ چاپ بیروت.
۷ـ امالی شیخ صدوق، محمّد بن علی بن بابویه، متوفّای ۳۸۱ ﻫ چاپ بیروت.
۸ـ الانساب، عبدالکریم تمیمی سمعانی، متوفّای ۵۶۲ ﻫ چاپ ۱۴۰۰ ﻫ بیروت.
۹ـ ایضاح الحجّه، شیخ محمّد مظفّری، مقیم قزوین، چاپ ۱۴۱۰ ﻫ قم.
۱۰ـ الایقاظ من الهجعة، شیخ حرّعاملی، متوفّای ۱۱۰۴ ﻫ چاپ ۱۳۴۱ ش. قم.
۱۱ـ بحار الأنوار، علّامهٔ مجلسی، متوفّای ۱۱۱۰ ﻫ چاپ ۱۱۰ جلدی، تهران.
۱۲ـ تاریخ دمشق = ابن عساکر.
۱۳ـ تفسیر برهان، سیّد هاشم بحرانی، متوفّای ۱۱۰۹ ﻫ چاپ تهران.
۱۴ـ تفسیر بصائر، یعسوب الدّین رستگاری، چاپ اوّل، قم.
۱۵ـ تفسیر عیّاشی، محمّد بن مسعود سلمی، قرن سوّم، چاپ ۱۳۸۰ ﻫ تهران.
۱۶ـ تکملهٔ نجوم السّماء، میرزا محمّد مهدی لکهنوی، متولّد ۱۲۶۰ ﻫ چاپ.
۱۷ـ تهذیب الأحکام، شیخ طوسی، متوفّای۴۶۰ ﻫ چاپ بیروت.

۱۸ـ تهذیب التهذیب، ابن حجر عسقلانی، متوفّای ۸۵۲ ﻫ چاپ حیدر آباد.
۱۹ـ الثّاقب فی المناقب، عمادالدّین بن حمزهٔ طوسی، قرن ششم، چاپ ۱۴۱۲ ﻫ قم.
۲۰ـ ثواب الاعمال، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ﻫ چاپ ۱۳۶۴ ش.قم.
۲۱ـ حبیب السّیر، خواند میر، متوفّای ۹۴۲ ﻫ چاپ ۱۳۶۲ ش.تهران.
۲۲ـ حسین پیشوای انسانها، محمود اکبر زاده. معاصر. چاپ ۱۳۴۳ ش.مشهد.
۲۳ـ الذّریعه، شیخ آغا بزرگ تهرانی، متوفّای ۱۳۸۹ ﻫ چاپ بیروت.
۲۴ـ رجال نجاشی، احمد بن علی نجاشی، متوفّای ۴۵۰ ﻫ چاپ ۱۴۰۷ ﻫ قم.
۲۵ـ روضهٔ کافی، محمّد بن یعقوب کلینی، متوفّای ۳۲۹ ﻫ چاپ ۱۴۰۱ ﻫ قم.
۲۶ـ ریاض العلماء، میرزا عبدالله افندی، متوفّای ۱۱۳۰ ﻫ چاپ ۱۴۰۱ ﻫ قم.
۲۷ـ ریحانة الادب، میرزا محمّد علی مدرّس خیابانی، متوفّای ۱۳۷۳ ﻫ چاپ تبریز.
۲۸ـ سفینة البحار، شیخ عبّاس قمی، متوفّای ۱۳۵۹ ﻫ چاپ تهران.
۲۹ـ علل الشّرایع، شیخ صدوق، متوفّای ۲۸۱ ﻫ چاپ ۱۳۸۵ ﻫ نجف اشرف.
۳۰ـ علمای معاصرین، حاج ملّا علی واعظ خیابانی، متوفّای بعداز ۱۳۶۶ ﻫ چاپ تبریز.
۳۱ـ عمدة الطّالب، احمد بن علی ابن مهنّا، متوفّای ۸۲۸ ﻫ چاپ ۱۳۶۲ ش.قم.
۳۲ـ عوالم، شیخ عبدالله بحرانی، قرن دواز دهم، چاپ ۱۴۰۷ ﻫ قم.
۳۳ـ عیون الأخبار، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ﻫ چاپ تهران.
۳۴ـ غیبت نعمانی، ابوزینب محمّد بن ابراهیم، قرن سوّم، چاپ تهران.
۳۵ـ فهرست کتابخانهٔ آستان قدس، مهدی ولائی، معاصر، چاپ ۱۳۴۴ ش. مشهد.
۳۶ـ فهرست کتابخانهٔ آیت الله مرعشی، سیّد احمد اشکوری، معاصر، چاپ قم.

۳۷_ فهرست کتابخانهٔ ملک، افشار_ دانش پژوه معاصر، چاپ ۱۳۶۱ ش. تهران.
۳۸_ فهرست نسخه های خطی، احمد منزوی، معاصر، چاپ تهران.
۳۹_ فهرست نسخه های خطی کتابخانهٔ وزیری، محمّد شیروانی، معاصر، چاپ ۱۳۵۳ ش. تهران.
۴۰_ فوائد رضویه، شیخ عبّاس قمی، متوفّای ۱۳۵۹ ﻫ چاپ ۱۳۶۷ ﻫ تهران.
۴۱_ قیام امام حسین از نظر نویسندگان خارجی، چاپ ۱۳۳۶ ش. اصفهان.
۴۲_ کامل الزّیارات، جعفر بن محمّد بن قولویه، متوفّای ۳۶۷ ﻫ. چاپ ۱۳۵۶ ﻫ نجف.
۴۳_ الکرام البررة، شیخ آقا بزرگ تهرانی، متوفّای ۱۳۸۹ ﻫ چاپ ۱۴۰۴ ﻫ مشهد.
۴۴_ کمال الدّین، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ﻫ چاپ ۱۳۹۵ ﻫ تهران.
۴۵_ المآثر والآثار، اعتماد السّلطنة، متوفّای ۱۳۱۳ ﻫ چاپ تهران.
۴۶_ مجالس المواعظ، حاج شیخ جعفر شوشتری، متوفّای ۱۳۰۳ ﻫ. چاپ ۱۳۷۰ ش. تهران.
۴۷_ مجلّهٔ الغری، چاپ ۱۳۸۱ ﻫ نجف اشرف.
۴۸_ مجلّهٔ المرشد، سیّد صالح شهرستانی، چاپ بغداد.
۴۹_ مجلّهٔ نور دانش، دکتر عطاء الله شهاب پور، چاپ تهران.
۵۰_ المحجّه فیما نزل فی القائم الحجّة، سیّد هاشم بحرانی، متوفّای ۱۱۰۷ ﻫ. چاپ بیروت.
۵۱_ مستدرک وسائل، میرزا حسین نوری، متوفّای ۱۳۲۰ ﻫ چاپ ۱۴۰۷ ﻫ قم.
۵۲_ مسند الامام الرّضا، شیخ عزیز الله عطاردی، معاصر، چاپ ۱۳۹۲ ﻫ تهران.
۵۳_ مصفّی المقال، شیخ آقا بزرگ تهرانی متوفّای ۱۳۸۹ ﻫ چاپ ۱۳۳۷ ش. تهران.

۵۴- معالی السّبطین، حاج شیخ محمّد مهدی مازندرانی حائری، متوفّای بعد از ۱۳۵۵ ه چاپ تبریز.

۵۵- معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفّای ۶۲۶ ه چاپ ۱۳۹۹ ه بیروت.

۵۶- معجم المؤلفین، عمر رضا کحّاله، متوفّای ۱۴۱۰ ه چاپ بیروت.

۵۷- مقتل خوارزمی، موفّق بن احمد، متوفّای ۵۶۸ ه چاپ قم.

۵۸- مناقب آل ابی طالب، محمّد بن علی بن شهر آشوب، متوفّای ۵۷۷ ه چاپ بیروت.

۵۹- من لا یحضره الفقیه، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ه چاپ بیروت.

۶۰- مؤلّفین کتب چاپی، خانبابا مشار، متوفّای ۱۴۰۰ ه چاپ ۱۳۴۰ ش. تهران.

۶۱- نجم ثاقب، میرزا حسین نوری، متوفّای ۱۳۲۰ ه چاپ تهران.

۶۲- نقباء البشر، شیخ آغا بزرگ تهرانی متوفّای ۱۳۸۹ ه چاپ ۱۴۰۴ ه مشهد.

۶۳- نوائب الدّهور، سیّد حسن میر جهانی، متوفّی ۱۴۱۳ ه چاپ ۱۳۶۹ ش. تهران.

۶۴- نوادر علی بن اسباط، قرن دوّم هجری، در ضمن الاصول السّتة عشر.

۶۵- نور الثّقلین، عبدالعلی حویزی، متوفّای ۱۱۱۲ ه چاپ ۱۳۸۳ ه قم.

۶۶- هدیة العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، قرن ۱۴، چاپ ۱۹۵۱ ه استانبول.

۶۷- وقایع الشّهور، محمّد باقر بیرجندی، قرن ۱۴، چاپ تهران.

۶۸- یوسف زهرا، علی اکبر مهدی پور، چاپ ۱۴۱۳ ه قم.

زیر طبع

وظائف الشیعہ

(در غیبت امام زمانہؑ)